

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲	آیتہ لا تدخلوا بیت النبی کی تفسیر	۲۵۵	اسلم کا ادب
۲۳	اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْخِذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	۲۵۷	عموماً صحابہ کا ادب
۲۴	لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحْکَمُوْکَ	۲۶۱	منظرہ امام مالکؒ و ابوبکرؓ
۲۵	طہارت برائے سلام	۲۶۴	عمرؓ کا ادب
۲۶	توراة کا ادب	۲۶۷	توسل
۲۷	قبلہ کا ادب	۲۶۸	دعائے قضاء و حاجات
۲۸	آداب صحابہ	۲۶۹	لفظ سیدنا
۲۹	ادب صدیق اکبرؓ	۲۷۳	سوائے انبیاء کے کسی رو
۳۰	ادب علیؓ کرم اللہ وجہہ		جائز نہیں۔
۳۱	ادب امام شافعیؒ	۲۷۷	جب کا نام محمدؐ ہو اس کی تعظیم
۳۲	قبائش کا ادب	۲۸۱	تعظیم و برکت نامہ ارک
۳۳	عباسؓ کا ادب	۲۸۲	تقبیل وقت سلیم نام مبارک
۳۴	برادرؓ کا ادب	۲۸۸	بے ادبی کی ابتدا
۳۵	عثمانؓ کا ادب	۲۹۴	خارج کی بے ادبی اور انکاح
۳۶	ابوہریرہؓ کا ادب	۳۲۲	دو بیان بخند کا حال



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

رسالہ شہر ذکر سیلاد و فضائل آداب حضرت سرور عالم - سید العرب العجم  
باعث ایجا و کونین رسول الثقلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ زہیرین

مسمی بہ

میرزا محمد علی

مؤلف

عالیجناب کمال النور حاجی خان عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب آباء و اجداد علیہ السلام  
باتہام احقر العباد و خاکپائے علماء و حائے حکیم محمد مصطفیٰ بلغہ الامال و الامانی

عظیم شہر سیلاد و فضائل آداب حضرت سرور عالم - سید العرب العجم



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
 قَالِهِ وَآلِهِ وَآصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ا مَا بَعْدُ بِنْدہ بے بضاعت محمد انوار اللہ ابن مولانا  
 و مرشدنا مولوی حافظ ابی محمد شجاع الدین صاحب قندھاری و کنی محبان بارگاہ بیرونی  
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ آقا ہے  
 و امین نے بنظر کمال بندہ پروری اس ناپیچہ کی حضور نبی اکمل البلاء و مدینہ طیبہ  
 زادہ اللہ شرفا میں منظور فرمائی تھی چند روز ایسے گزرے کہ کوئی کام درس  
 و تدریس وغیرہ کا متعلق نہ رہا بلکہ نفس نا طاقہ بیکار رہتا رہتا۔ یہ بات ولین آئی  
 کہ چند مضامین میلاد شریف و فضائل معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 کتب احادیث و میرے منتخب کر کے منظوم کئے جائیں ہر خند فن شاعری میں نہ کسی سے  
 ملنے ہے نہ ہمارے نہ اہل ہند کے محاورات سے وقفیت ضرورت اس لحاظ سے  
 کہ یہ خدمت غالباً مناسب مقام ہے اور تعجب نہیں کہ اہل اسلام کو اس کے پائے  
 بھی حاصل ہو چندا شعار لکھے اور ہنوز مقصود تک پہنچا نہ تھا کہ ان اشعار کی شرح  
 کرنے کا خیال اسوچے پیدا ہوا کہ جب تک ماخذ ان مضامین کا بیان نہ کیا جا

قابل اعتماد نہ سمجھے جائیں گے چنانچہ اُسی مدت حضوری میں چند اشعار کی شرح لکھی گئی تھی کہ پہر یہ حرام نصیب مہاجر ت صوری میں مبتلا ہوا۔ جب مکہ معظمہ زادنا اللہ شرفاً میں حاضر ہوا اور ان اجزا کی تالیف کا ذکر پیش کیا اقدس قدس قدرہ المتحقین باوہی نزل تحقیق مرشدنا مولانا حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہ الغریز میں آیا ارشاد ہوا کہ ہم ان اجزا کو اول سے آخر تک سنیں گے چنانچہ کمال شوق سے وہ تمام اجزا حضرت نے سماعت فرمائے چونکہ بزرگان دین کو ذکر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل دلچسپی اور نسبت عشقیہ ہوتی ہے حضرت ممدوح اگر مضامین پر تبتاً مخطوط ہوتے غرض پوری کتاب کو سماعت فرمانیکے بعد اسکا نام انوار احمدی تجویز فرما کر اپنی خوشنودی کے اظہار سے اسکو سجل فرمایا چنانچہ برگزیدہ تحریرات درجیل ہیں۔ وہ اجزا ابتک یوں رکھے ہوئے تھے اور مشاغل ضروریہ سے اسقدر فرصت نہ ملی کہ اوکی تکمیل ہو سکے۔ اندون بعض احباب خیر خواہ قوم و ملت نے اس بات پر زور دیا کہ جسقدر شرح لکھی جا چکی ہے وہ ہی طبع کرادیں جائے۔ چونکہ حضرت ممدوح کا ارشاد بھی اوسکے چہوانے کیلئے تھا اسلئے امثالاً لامراس کتاب ناقص کے طبع کا امانہ کیا گیا۔ اور چند قصائد و غزلیات بھی اوسکے ساتھ ملحق کر دیے گئے اگرچہ وہ قابل نہیں کہ اہل کمال کے روبرو پیش کئے جائیں مگر چونکہ اوسی زمانہ حضوری میں عرض کئے گئے تھے اس لئے خالی از مناسبت نہیں فقط

نقل تحریر حضرت مولانا ممدوح قدس سرہ الغریز  
بعد الحمد والصلوة اندون میں ایک عجیب غریب کتاب لاجواب سہی بانوار احمدی



مصنفہ حضرت علامہ زمان و فرید دوران عالم باعمل و فاضل بے بدل جامع علوم  
ظاہری باطنی عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ خفی و حقیقی سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر کی نظر سے  
گزری اور بلسان حق ترجمان مصنف علامہ کی اول سے آخر تک بغور و غنی نو اس کتاب  
کے ہر مسئلہ کی تحقیق محققانہ حقانی میں تائید ربانی پائی گئی کہ اسکا ایک ایک جملہ و فقرہ  
امداد مذہب اور شرب اہل حق کی کر رہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے  
مصنف کے علم اور عمل اور عمر میں برکت دے اور نعمائے عرفانی اور دولت قرب ربانی  
سے شرف فرما کر مراتب علیا کو پہنچا دے اور اس کتاب کو مقبول کرے تا طالبان حق اس  
مستفید ہوتے رہیں آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین  
کاتب المحروف فقیر خیر امداد اللہ خفی حقیقی عفی اللہ عنہ



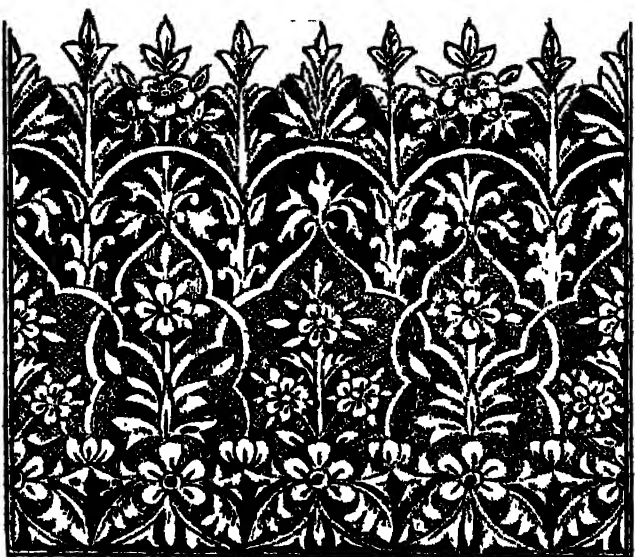
## ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۴)

الحمد لله الذي هدانا لهذا بعد ان كنا في الضلال والظلمة في الدين والصلوة  
والسلام على من بشرنا بمقبوليتهم اتفاق العالمين وعلى آله واصحابه الطاهرين المطهرين  
ولا فناء لهم في الارض ولا في الاخرين اما بعد فيقول الفقير امداد الله الخفي صا لها و الجشتي  
مشربا و النقاوى ثوالكى موطننا جعله الله المدينى و دفنا انى سمعت هذا الكتاب من اوله  
الى اخره عجب الاداب و وجدته موافقا للسنة السنية فسميته بالانوار الاحمدية  
وانما هذا المذهب و عليه صلا و مشربى يقبله الله يقبل المقبولين و جعله ذخيرة لقلب  
الدين امين و بارك الله فى علم المصنف لقمقام شرفه بتمتة حسن الختام اوبن جوده و نظم  
جاء بالنور فوق نور المصنف كاسمة انوار





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جن سواکتے رحمت اور ہودین دل اعدا تیر  
اہل ایمان مان لینگے او کو دل سے ناگزیر

عسقرق اس نظم میں مین وہ مضامین پذیر  
چو کہ منصوصات سے مین وہ تمامی متبیر

گرچہ مین اشعار یہ پر شاعری اس مین نہیں  
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس مین نہیں

اقولہ جس سے اترے رحمت امام سخاوی نے مقاصد حسنین سفیان ابن عیینہ کا قول  
نقل کیا ہے کہ عند ذلک اصابنا الحین تنزل الرحمة جب عموما صالحین کے ذکر  
کے وقت نزول رحمت ہو تو قیاس کرنا چاہیے کہ سید الصالحا والانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے ذکر کے وقت کہ تقدیر جو رحمت ہوتا ہوگا۔ قولہ ہودین دل اعدا تیر۔

کما فی روایت الترمذی فی الشامل النبوة وکذا فی سننہ والنسائی والبراز کلہم  
حدیث عبدالرزاق عن جعفر بن سلیمان عن ثابت عن الثمینی انہ صلی اللہ علیہ وسلم  
دخل مکة فی عمرة القضاء وابن رواحة مشی بن یدیه وهو یقول -

خلوا بخی الکفار عن سبیلہ	الیوم نضربکم علی تنزیلہ
ضربا یریل الہام عن قبیلہ	ویدخل الخلیل عن غیبہ

نقال عمر بن ابی بن رواحة بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حرم اللہ تقول شعرا  
نقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم خل عنہ یا عمر فلی فیہم اسرع من نضح النبل کذا فی المواہب  
الذنیہ ودر شعر للزرقانی یلین مواہب الذنیہ اورا دسکی شج زرقانی مین روایت ہو  
انفس سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضا کر نیکی لکھ کر منطہ مین داخل ہوئے  
اور وقت کی حالت تھی کہ حضرت کے آگے آگے ابن رفاعہ اشعار پڑھتے تھے۔ جنکا ترجمہ یہ ہے  
ہٹو اسے اولاد کفار حضرت کے راستہ سے آج ہم تمکو حضرت کی کتاب کے حکم پر  
وہ مار مارینگے کہ سردن کو گردنوں سے جدا کر دے اور دوست کو دوست سے  
بجلا دے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے ابن رفاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے رد و برادر حرم مین تم اشعار پڑھتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
اے عمر انکو انکے حال پر چھوڑ دو کہ انکے اشعار کفار کے دلون مین تیر سے جلد تر  
سرایت کرتے ہیں انھنی اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ اس قسم کے اشعار کنا  
جہاد لسانی ہے کما فی مشکوٰۃ عن کعب بن مالکؓ انہ قال للنبی صلی اللہ  
علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد انزل فی الشعر ما نزل فقال النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم ان المؤمن یجاہد بسیفہ ولسانہ والذی نفسی بیدہ

لکھنا ترموغم بہ نضع المنبل رواہ فی شرح السنہ و فی الاستیعاب  
 لابن عبد البر اند قال یا رسول اللہ ماذا تری فی الشعر فقال  
 ان المؤمن یجاہد بسیفہ و لسانہ ترجمہ کہ کتب ابن مالک نے عرض کیا  
 یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے شعر کی برائی میں آیہ شریفہ نازل کی یعنی الشعراء  
 یتبعہم الخاؤن مقصود یہ کہ اب شعر کہنا درست نہ ہو گا فرمایا کہ ایمان والے  
 تلوار سے اور زبان سے جہاد کرتے ہیں قسم اللہ تعالیٰ کی کہ کفار کے مقابلہ میں  
 تمہارا شعر ٹپہنا مثل تیر اندازی کے ہے۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے  
 کہ کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ شعر کے باب میں کیا حکم ہے۔ فرمایا آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلا شک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے  
 الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں اور ان مخالفین کے  
 جوابات میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتفہیص شان کر تے ہو ان  
 اشعار کا لکھنا جہاد لسانی ہے جو تیر کا کام کرتا ہے۔ قولہ چونکہ منصوصات الخ  
 اس کتاب میں التزام اس امر کا کیا گیا ہے کہ حتی الامکان احادیث و آثار کا  
 مضمون لکھا جائے مگر کہیں کہیں بطور نکات کے اور مضامین بھی جو منقول  
 ہی ہو مستفاد ہیں بڑا ٹوگے باقی رہی یہ بات کہ سوائے صحاح ستہ کے اور کتب حدیث سے  
 بھی احادیث اس میں نقل کئے گئے ہیں سوا دسکی و جمہ یہ ہے کہ کل احادیث صحاح  
 ستہ میں موجود و مختصر نہیں ہیں چنانچہ شیخ ابوالفیض محمد بن علی القاری نے  
 جو اہر الاصول میں لکھا ہے کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم میں بلا تکرار کل چالیس ہزار  
 حدیثیں ہیں اور شاہ عبدالغزیز صاحب نے بتانے محمد بن ابی ہریرہ کے

حدیث احادیث

ابو داؤد میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں انتہی اس میں اکثر کمرات بھی ہیں اور وہ بھی  
 جو صحیحین میں موجود ہیں علیٰ ہذا القیاس باقی کتب صحاح میں اکثر وہ حدیثیں ہیں جو  
 ان تینوں کتابوں میں موجود ہیں بہر حال اگر شمار کیا جائے تو کل صحاح ستہ میں  
 دس بارہ ہزار حدیثوں سے زائد نہ نکلیں گے حالانکہ قسطلانی نے شرح بخاری میں  
 امام بخاری رح کا قول نقل کیا ہے کہ لاکھ حدیثیں صحیح مجہد یاد ہیں۔ امام بخاری  
 نے فتح المغیث میں لکھا ہے ذکر ابو محمد السحری را دی الصصح ومن تبعان الادی  
 لم یخرجہ البخاری من الصصح اکثر ما خرجہ۔ اور جو اہل الاصول میں امام احمد بن حنبل  
 کا قول نقل کیا ہے کہ سارے سات لاکھ سے زیادہ حدیثیں صحیح ہیں اب دیکھئے  
 کہ اگر صحاح ستہ ہی پر صحیح حدیثوں کا مدار رکھا جائے تو لاکھوں حدیثیں صحیح بیکار ہو  
 جاتی ہیں اور تصنیف ان کتابوں کی لغو ٹھہر جاتی ہے حالانکہ ایسے ایسے محدثین  
 جن کا حال اظہر من الشمس ہے بفیائدہ کام کے مرکب نہیں ہو سکتے اور اہل علم تو  
 بخوبی جانتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین مثل ابن حجر عسقلانی وغیرہ ہزار ہا مواقع میں  
 سوائے صحاح ستہ کے دوسرے کتب حدیث سے برابر استدلال کیا کرتے ہیں  
 پہرہ ربات پر صحاح ستہ کی حدیث کا طلب کرنا تکلیف مالا یطاق ہے بلکہ یہ لازم  
 درحقیقت امام بخاری وغیرہ کا بر محدثین پر عائد ہو گا کیونکہ باوجودیکہ لاکھوں  
 حدیثیں صحیح یاد رکھتے تھے کیونکہ جمع نہ کیں اور ہم یہ گمان کبھی نہیں کر سکتے کہ ان  
 حضرات نے بخل کیا ہے بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر محدث کو تالیف کے وقت  
 ایک مقصود خاص پیش نظر ہوا کیا ہے جسکی تکمیل کی ادنیٰ ہونے فکر کی اور یہ مقصود  
 کسی کے پیش نظر نہ رہا کہ انحصار جمع احادیث صحیحہ کا کیا جاوے ورنہ یہ دعویٰ

کرتے کہ اپنی تصنیف کے سوا اکل حدیثیں موضوع یا ضعیف ہیں حالانکہ امام بخاری  
و امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقریر سے ابھی معلوم ہو چکا کہ لاکھوں صحیح حدیثوں کے  
وجود کا انہوں نے اعتراف کیا ہے۔

لکھا اسکو نظم میں ہر چند بین شاعر نہیں سکتی یہی لم جو مدح حسان کے مخدوم روح الامین	کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہر شاعر بین فیض رحمانی ہے نعت رحمتہ للعالمین
---	--

ذکر ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہو  
جواز ل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

قولہ خوش ہوتے تھے الخ چنانچہ اس خبر سے معلوم ہوتا ہے جو موافق لدنیہ میں  
منقول ہے (مقام) اسے کعب بن زہیر صاحب قصیدہ بانس سعاد (حتی  
جلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ فی یدہ) و فی روایت ابن ابی عامر  
فا سلم کعب و قدم الدنیتہ (دکان صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرفہ فقال یا رسول اللہ  
ان کعب بن زہیر قد جاک لیثا منک تا یا مسلما فہل انت قابل من ان یا جلتک  
بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم قال انا یا رسول اللہ کعب بن زہیر  
قال یا بن اسحق فحدثنی عاصم بن عمر بن قتادۃ انہ دثب علیہ رجل من الانصار  
فقال یا رسول اللہ دعنی وعد اللہ اضرب عنقه فقال صلی اللہ علیہ وسلم  
وعدتک فقد جارتا باننا نازعا قال فغضب کعب علی ہذا الخ من الانصار لما  
صنع بہ صا جہم و ذلک انہ لم یحکم فیہ رجل من المهاجرین الا بخیر ثم قال قصیدتہ  
اللامیۃ الی اہل البانس سعاد فقلبی الیوم یتبول بدمعہ ثم لم یفہم کعب  
و فیہا ینبئ ان رسول اللہ اودعنی و اذ الحق عند رسول اللہ اقول الخ

و فیہا ینبئ ان رسول اللہ اودعنی و اذ الحق عند رسول اللہ اقول الخ

(وفی روایت ابی بکر ابن الانباری) وابن قانع (انہ لما وصل الی قول ان الرسول  
 لنور سیتضاربہ۔ مہند من سیوف اللہ سلول۔ رمی علیہ الصلوۃ والسلام الیہ  
 بردۃ کانت علیہ وان معاویۃ بذل فیہا عشرۃ الاف فقال ما کنت لا ادری برب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعدا فلما مات کعب بن جعفی بعث معاویۃ الے وزیرہ  
 یبشرون القافاخذہا منہم قال وہی البردۃ الی عند السلاطین الیوم) انتھے  
 کذا فی المواہب اللدنیہ وشرحہ للزرقانی۔ وقال الشیخ ابو محمد جمال الدین عبد اللہ بن ہشام  
 الانصاری فی شرح قصیدۃ بانت سعادہ کان من خیر قول کعب رضی اللہ عنہ  
 ہذہ القصیدۃ فیما روی محمد بن اسحق وعبد الملک بن ہشام وابو بکر محمد بن القاسم  
 بن بشار الاحباری وابو الذرکات عبد الرحمن بن محمد بن ابی سعید الانباری دخل  
 حدیث بعضهم فی حدیث بعض ان کعباً الحدیث وذكر الزرقانی انہ روی الحاكم  
 ان کعباً النشدہ من سیوف الہند فقال صلی اللہ علیہ وسلم من سیوف اللہ۔  
 ترجمہ ہوا ہے کہ نبیؐ میں قصہ کعب بن زہیر کے آنے کا پورا ذکر کیا ہے  
 مگر بیان مختصر لکھا جاتا ہے کہ کعب بن زہیر جو بھاگے ہوئے تھے مسلمان  
 ہو کر مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور  
 عرض کی کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر اس عرض سے آیا ہے کہ  
 امن پائے اگر میں اسکو حاضر خدمت کروں تو کیا آپ اسکی عرض قبول  
 فرمائیں گے ارشاد ہوا ہاں عرض کی کہ میں ہی کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہ  
 یہ سنتے ہی ایک شخص انصاری کہڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ  
 حکم دیجئے کہ میں اس دشمن خدا کی گردن مار دوں حضرت نے فرمایا نہیں چھوڑ دو

تو بکر کے اشتیاق میں آیا ہے چونکہ مہاجرین سے کسی نے سوائے خیر کے کوئی  
باب میں کچھ نہ کہا تھا انصاری کی اس حرکت سے وہ برہم ہوئے (اسی  
سبب سے نقیدہ میں انصاری پر کسی قسم کی تقرین بھی کی ہے) پھر قصیدہ  
لامیہ بڑا جس کا اول بابت سعاد ہے یعنی معشوقہ کی جدائی سے دل میرا  
بیار ہے اور ذلیل اور غلام بنا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہے جو فدیہ دیکر  
جھوٹ نہ سکا بلکہ پابزنجیر ہے کہ اس کے قید خیال سے نہیں نکل سکتا۔  
اور اس میں یہ بھی شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ خبر پائی میں نے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں وعید و تحذیف کی ہے حالانکہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو کی امید ہے روایت ہے کہ جب وہ اس شعر پر  
سمجھنے ان الرسول لنور۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس سے  
روشنی لی جاتی ہے اور شمشیر ہندی برہنہ ہیں اللہ کے شمشیر دن سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے طرف اپنی چادر مبارک پہنکی جو چشم شریف  
پر تھی پھر سعادیت نے اس چادر پر دس ہزار درہم لگائے مگر کعب راضی  
نہ ہوئے اور کہا کہ حضرت کی چادر مبارک میں کسی کو نہ دوں گا پھر جب کعب کا  
انتقال ہوا تو معاویہ نے بیس ہزار درہم دن کے درشہ کے پاس بھیجا وہ  
اون سے وہ چادر لی۔ عاصم کہتے ہیں کہ یہ وہی چادر ہے جو سلاطین کے  
پاس آج تک چلی آتی ہے۔ اور علامہ زرقانی نے کہا ہے کہ حاکم نے ترمذی  
کی یہ حدیث کعب نے (من سیوف الہند) بڑا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اصلاح دی اور فرمایا (من سیوف اللہ) کہو انتہی الیہ اصل اس سے



صاف ظاہر ہے کہ حضرت اشعار لغتہ منکر خوش ہوتے تھے چنانچہ چار مبارک  
کا عطا کرنا سپرد دلیل ہے فائدہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس روایت سے  
کئی استدلال ہو سکتے ہیں (۱) اشعار لغتہ بطور تصانیف کے لکھنا جہین  
مہید و گریز وغیرہ ہو (۲) مشوق جمیلہ اجنبیہ کا ذکر اور اپنی شیفنگی کا حال  
بیان کرنا جس کا اتباع ابن فارض اور حافظ و جامی وغیرہ شعرائے کرام  
نے کیا ہے (۳) شعر کہنے والے کو از قسم لباس عطا کرنا جسکی تعبیر متین  
کرام نے کی ہے (۴) لباس کو متبرک سمجھنا باوجودیکہ جزو بدن بھی نہیں  
(۵) حاصل کرنے میں تبرکات کے رغبت کرنا اور جس قدر روپیہ اسکے لئے  
صرف ہوا سراف نہ سمجھنا وغیر ذلک اور اسی طرح جب جعدی نے اشعار لغتہ  
پر طے ہے حضرت نے او کو دعادی جس کا اثر انکی عمر پر ہر ما چنانچہ مواہب لہ  
اور اسکی شرح میں زررقانی نے لکھا ہے (و قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یغنی  
الجمدی لما قال) اسی النشدہ من قصیدۃ المطولۃ نحو ما تئیت (ولا یخرنی  
حلم اذا لم یکن لہ) بوا در تخی صفوہ ان یکدر ابد ولا ین فی علم اذا لم یکن لہ  
حلم اذا ما ادر و الامر صدر ابد لا یفیض اللہ ذاک اسی لا یسقط اللہ لسانک  
و تقدیرہ لا یسقط اللہ اسنان فیک فمخدت المضاف قال (الراوی  
لہذا الحدیث عن النابتہ) قاتی علیہ اکثر من مائتہ سنتہ و کان من احسن الناس  
تغیر ارواہ البیہقی و فی روایت ابن ابی اسامہ و کان من احسن الناس تغیر و اذا  
سقط لہ سن نبت لہ اخری و کذا رواہ السلفی فی الاربعین البلدانیہ و عند  
ابن السکن فی الصحابۃ و الدار قطنی فی المؤلف و المختلف عن کرز شہادتہ

زفرائیت اسنان النابتۃ ابیض من البرد لدعوتہ صلی اللہ علیہ وسلم) وغدا الخطابی  
 فی غریب الحدیث والمرہبی فی کتاب العلم وغیرہما من عبد اللہ بن جراد زفرائیت  
 اسنان النابتۃ کالبرد والمنہل بالانقضت لہ سن ولا انقضت وعلی فی الاصلۃ  
 الاختلاف فی سنہ فردی الحاکم عن النضر بن شعیب عن البقیع الاعرابی قال اکبر من  
 لقیئت النابتۃ الجعدی قلت لہ کم عشت فی الجاہلیۃ قال وارین قال النضر  
 یعنی ما تسی سنتہ وقال الاصمعی عاش ما تین وثلثین سنتہ وقال ابن قتیبۃ ما  
 با صہبان لہ ما تان وعشرون سنتہ انتھی ترجمہ نابتہ جعدی نے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے رد برد ایک طولانی قصیدہ پڑھا جس کے شعر قریب  
 دوسو کے تھے جب وہ ان شعرون پر پھوپھوئے جن کا ترجمہ یہ ہے (نہیں ہے  
 حلم میں کچھ خیر جب نہ ہو اوس کے ساتھ حدت غضب جو بچائے اوس کے  
 صافی کو کد رہو نے سے۔ اور نہیں ہے علم میں کچھ خیر جب علم والا ایسا حکم  
 کہ کوئی امر پیش آئے تو اپنے کو مہلکوں سے روکے۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے سفر فرمایا کہ خداے تعالی تمہارے منہ کی مہر کو نہ توڑے یعنی تمہارے  
 دانت نہ گرین اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ باوجودیکہ سو برس  
 زیادہ الکی عمر ہوئی مگر دانت انکے سب اچھے تھے اور جب کوئی دانت اٹکا  
 گرتا تو اسکی جگہ ایک دوسرا دانت نکل آتا کر زبان اسامسکتے ہیں کہ میں  
 نابتہ کے دانت دیکھنے اولوں سے زیادہ سفید تھے یہ اثر آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی دعا کا تھا۔ اصحابہ میں لکھا ہے کہ نابتہ کی عمر میں اختلاف ہے  
 حاکم نضر بن شعیب سے اور وہ متبع اعرابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے ملائکہ

میں سب سے بڑی عمر والے نابغہ جلدی تھے میں نے اسے پوچھا تھا کہ ایام جاہلیت میں تمہاری عمر کتنی گزری تھی کہا دو دارنضر بن شمیث کہتے ہیں کہ مراد اس سے دو سو برس ہیں۔ اور اصمعی کہتے ہیں نابغہ دو سو تیس برس زندہ رہے۔ اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ انتقال ان کا اصحابان میں ہوا اور اس وقت عمر انکی دو سو بیس برس کی تھی۔ انھیں **ف** اگرچہ جس مضمون پر حضرت نے خوش ہو کر دعا دی وہ ایک عام بات ہے کہ حلم کو غضب اور علم کو حلم ہونا چاہئے لیکن چونکہ صحابہ پر یہ بات ظاہر تھی کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علی وجہ الکمال یہ صفتیں ظہور میں آتی ہیں دوسروں سے ظہور میں آہی نہیں سکتی ہیں اسلئے شاعر نے گو صراحتہ مصداق معین کیا لیکن مقصود اس سے توصیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی جسکو جب قول مشہور اکثانیۃ فصیح من الصراحتہ پر ایہ حکمت میں بیان کیا پس الحاصل ان دونوں شعر زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ایسے طور پر ہوئی کہ گویا ان صفات میں کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں۔ اور اسی طرح دعا دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جب انہوں نے اشعار نعتیہ پڑھنے کی اجازت چاہی چنانچہ مواہب لدنیہ میں ہے (ولما دخل قال العباس) بن عبد المطلب کما رواہ الطبرانی وغیرہ اماذن لی امتدحک قال قل لا یفرض اللہ فاک فقال۔

مستودع حیث یخفی الورق  
انت ولا مضغۃ ولا عسلق

من قبلہ طبت فی الظلال وفی  
شمہ طبت البلاد لا بشیر

بل نطفۃ ترکیب السفین وقد دروت نار تخلیل کستما وانت لما ولدت اشرقت ال فخن فی ذلک الضیاء فی النور واضاء منک الوجود نورنا	اجسم نسراً و اہلہ الغسق فی صلبہ انت کیف حیثرق ارض وضاءت بنورک الافق رو سبل الرشاد و خسترق د فلاح مسکا و شکرک العسب
--	--

و فی الخصائص الکبریٰ اخرج النحاکم والطبرانی عن جریم بن اوس قال باجرت  
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصورہ من تبوک فسمعت العباس یقول لایزال  
ارید ان اسد حاک قال قتل لانیضض اللہ فاک فقال الخ ترجمہ روایت کی  
طبرانی وغیرہ نے کہ جب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مدینہ  
میں داخل ہوئے عرض کی کیا مجھے اجازت ہے کہ آپکی مجال میں کچھ عرض کروں  
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہوا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے  
یعنی منہ کی رونق نہ گھٹے پس انہوں نے ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند  
اشعار مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے پہلے اسکے خوش تھے آپ سائین میں اور  
اوس ودیعت گاہ میں جہان ملائے جاتے تھے پتے بیٹے آدم و حوا علیہما السلام  
جسم براس آیہ شریفہ کے طرف اشارہ ہے وَطَفَقَا یَحْضَا قَانِ عَلَیْکُمَا  
مِنْ قَارِقِ الْجَنَّةِ پھر اترے آپ شہرون میں کہ نہ بشر تھے آپ اور نہ مضنہ  
بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اس حالت میں کہ لگام دی تھی غرق نے  
نسر کو (جو ایک بت تھا) اور اس کے پوجنے والوں کو دینے جب طوفان کا  
پانی اودن کے منہ میں داخل ہوا تھا آپ خلیل علیہ السلام کی پشت میں مخفی

ہو کر آگ میں گئے کہونکر وہ جل سکتے تھے۔ اور آپ جب پیدا ہوئے روشن  
 ہو گئی زمین اور روشن ہو گیا آپ کے نور سے افق۔ ہم اسی روشنی اور نور  
 میں ہیں اور راستے ہدایت کے طے کیا کرتے ہیں۔ اور کل وجود آپ سر  
 روشن ہو گیا اور مہک گیا جیسے مشک مہکتا ہے اور آپ کی خوشبو پدیدار  
 ہے انتہیٰ الحاصل ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم اشعار سے خوش ہوتے تھے قولہ تھی یہی لم جو مدحسان کے تھے  
 روح الامین یعنی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظم سے خوش ہوتے تھے  
 اسی وجہ سے جبریل علیہ السلام حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید کیا کر  
 تھے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت  
 سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لحسان ان روح  
 القدس لا یرال یؤیدک مانا فحت عن اللہ ورسولہ وقالت سمعت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول جہام حسان فشفی واشتفی  
 رواہ مسلوٰۃ رحمۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ جبریل ہمیشہ  
 تمہاری تائید کیا کرتے ہیں جب تک تم اللہ اور رسول کے طرف سے مقابلہ کرتے  
 ہو اور فرمایا حسان نے کفار کی ہجو کی جس سے شفا دی مسلمانوں کو اور خود بھی شفا  
 پائی یعنی سب کی تشفی ہوئی انتہیٰ الحاصل یہ مدد دینا روح الامین کا حسان  
 ابن ثابت کو اسی وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار پسند  
 اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسانؓ کے لئے مسجود شریف

میں منبر رکھواتے تاکہ اوپر اشعار نعتیہ پڑھیں چنانچہ اس باب میں جو احادیث ہیں  
 قریب نقل کجائیں گی۔ کعب اور ابن رواحہ کو اگر یقین نہ ہو تاکہ اشعار نعتیہ کے  
 پڑھنے کو حضرت پسند فرماتے ہیں حضرت کے روپر وادرم کعبہ میں اشعار  
 پڑھنے پر کبھی مبادرت نہ کرتے۔ اور علیٰ ہذا القیاس کعب ابن مالک نے  
 جو ادل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا اشعار نعتیہ کو پسند فرمانا مشہور عام تھا در نہ ایسی حالت خطرناک میں کہ  
 صحابہ ان کے قتل کے دہے تھے جس کا حال ابھی معلوم ہوا کعب تب کبھی جرات  
 نہ کر سکتے چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرت نے پسند فرمایا کہ صلہ غایت ہوا۔  
 قولہ جازل سے تا ابد محمود اور محمود ہے جانتا چاہئے کہ جلد عالم نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا ہوا چنانچہ زرقانی نے نقل کی ہے رومی ابو الشیخ فی  
 طبقات الاصفہانیین والحاکم عن ابن عباسؓ اوحی اللہ الی عیسیٰ آمن مجھ و مرا  
 ان یؤمنوا بہ فلو لا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش  
 علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فکمن صحیحہ الحاکم وافر  
 السبکی فی شفا السقام والبلقینی فی فتاواہ ومشکہ لا ینال رأیاً فحکمہ الرفع ومنہ  
 الدیلمی عن ابن عباسؓ رفعہ اتانی جبریل فقال ان اللہ یقول لولاک ما خلقت  
 الجنة ولولاک ما خلقت النار و ذکر ابن السبع والعزفی عن علی ان اللہ قال  
 لنبی من اہلک اسلم البطحا واموج الموح وارفع الساء واجعل الثواب والعقاب  
 ترجمہ وحی کی خدا سے تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر کہ تم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم کرو کہ وہ بھی ایمان لاؤں کیونکہ محمد صلی اللہ

صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸

علیہ وسلم وہ ہیں کہ اگر مین او کو نہ پیدا کرتا تو نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و دوزخ  
 کو جب مین نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ٹپنے لگا اور پیرا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
 لکھا جس سے وہ ساکن ہو گیا اور ابن سبع اور عرفی روایت کرتے ہیں علی  
 سے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ بسبب آپ کے مین نے  
 زمین کو بچایا اور موج کو متحرک کیا اور آسمان کو بلند کیا اور ثواب و عقاب مقب  
 کیا انتھی اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے کہ عالم اسلئے پیدا کیا گیا کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور مرتبہ دکھلایا جائے کما فی المواہب  
 اللدنیہ و فی حدیث سلمان عند ابن عساکر قال ہبط جبریل علی المنی صلی اللہ علیہ و  
 فقال ان ربک یقول ان کنت اتخذت ابراہیم خلیلاً فقد اتخذتک حبیباً  
 وما خلقت خلقاً اکرّم علی منک ولقد خلقت الدنیا و اہلہا لاعترفہم کرامتک  
 و منذلتک عندی و لولاک خلقت الدنیا ترجمہ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے  
 ہیں کہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی  
 کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر مین نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو  
 آپ کو اپنا حبیب بنایا اور کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جو میرے نزدیک  
 آپ سے زیادہ بزرگ ہو اور یقین جانئے کہ مین نے دنیا اور اس کے  
 لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ او کو بزرگی اور مرتبہ آپ کا معلوم کر اؤں  
 جو میرے نزدیک ہے اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو مین پیدا نہ کرتا انتھی  
 ف حدیث سابق مین جو مذکور ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ  
 عالم پیدا کیا گیا ہے اسکا مطلب بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفرینش

خلق سے مقصود یہ ہے کہ حضرت کا مرتبہ اور عظمت ظاہر ہو۔ پہر خبیثہ اشعا  
 نے صرف اظہار فضیلت کے لئے اس قدر ہاتھ مکیا ہو تو ضرور ہے کہ تمام  
 عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ و نخت میں بدل و جان مصروف  
 ہو گا کیونکہ پادشاہ مثلاً اگر کوئی عمدہ اپنی مرغوب چیز کسی شخص کو بتلاے  
 اور وہ شخص اسکی تعریف نہ کرے تو حمیت پادشاہی اسی کی مقتضی ہوگی  
 کہ اس بے ادبی کی پاداش میں وہ سترائے سخت کا مستحق سمجھا جاوے  
 اور ایسا شخص سوائے متمدن و سرکش کے دوسرا نہ ہوگا اسی وجہ سے حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب اہل آسمان و زمین جانتے ہیں  
 سوائے نافرمان جن و انس کے کما فی الشفا و شرحہ للعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ  
 بن مالک (کمار واہ ابو نعیم) و جابر بن عبد اللہ (کمار واہ احمد والدہ اری  
 والبرار و البیہقی عنہ) و یعلیٰ ابن مرۃ (کمار واہ احمد و الحاکم و البیہقی بسند  
 صحیح عنہ) و عبد اللہ بن جعفر (کمار واہ مسلم و ابوداؤد عنہ) (کان لا یدخل احد  
 الخائط الا شد علیہ ابجل فلما دخل علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعاه فوضع شفا  
 علی الارض و برک بین یدیه فخطہ و قال ما بین السماء و الارض شیء الا یعلم انی  
 رسول اللہ الا عاصی الجن و الانس و مثله عن عبید اللہ بن ابی اوفی) ترجمہ  
 کسی باغ میں ایک سرکش اونٹ تھا جسکی وجہ سے اوس میں کوئی نہیں جا سکتا  
 تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لیگئے اور اوسکو بلایا فوراً  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو وہ بیٹھ گیا اور ہونٹ زمین پر رکھ دیا  
 حضرت نے اوسکو مہار لگا دی اور فرمایا کہ سوائے نافرمان جن و انس کے

معدنہ لدن حضرت سیدہ ام کلثوم



زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں  
 انتہی ہر عہد کفار بظاہر مخالفت تھے لیکن دل میں ضرور سمجھتے تھے کہ حضرت  
 رسول خدا ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یَعْرِضُونَكَ كَمَا يُعْرِضُونَ آبَاءَهُمْ  
 یعنی پھیلاتے ہیں کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے اپنے ابا کوں کو  
 پھیلاتے ہیں یعنی بغیر شب کے اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت رسول  
 اور متصف باوصاف کمالیہ ہیں دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے  
 قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَفِّرُونَ  
 وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ یعنی ہم جانتے ہیں کہ تم گنہگار  
 ہے آپ کو وہ جو کفار کہتے ہیں وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے لاکن وہ ظالم اللہ  
 کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں روایت ہے رِقال علی کرم اللہ وجہہ لکما  
 رواہ الترمذی وصححه الساکم رِقال ابو جہل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انا لا نکذب  
 ولكن نکذب بما حُت بہ کذا فی الشفا وشرحہ للعلی القاری ترجمہ علی کرم  
 وجہہ فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کو  
 نہیں جھٹلاتے بلکہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور کتب سیر و غیرہ سے ثابت ہے  
 کہ نبوت کے پہلے سے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہا کرتے  
 اور سمجھتے تھے۔ پس آیہ شریفہ اور احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ  
 کفار گویا ایمان نہ لائے اور تکذیب قرآن شریف کی کرتے رہے مگر حضرت  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے معترف ہی رہے۔ اور سوائے  
 کفار کے تمام موجودات کا پھچانا بھی حدیث شریف سے ابھی ثابت ہوا

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ مراد اس معرفت سے معرفت صفات ہے نہ معرفت ذات اور یہ بات معلوم ہے کہ معرفت صفات حمیدہ متلزم معنی ہے اس سے ثابت ہوا کہ ازل سے تا ابد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدوح عالم ہیں۔ اور ابن عباس کی روایت مذکور سے اور دوسرے احادیث سے جو انشاء اللہ تعالیٰ قریب آتی ہیں یہ بات ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے نام مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنی (محمد رسول اللہ) عرش پر لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازل و ابد مدوح اور محمود ہیں کیونکہ ہر چند وضع علم ذات مخصوص پر دلالت کرانیکے لئے ہوتی ہے اور معنی وصفی مراد نہیں ہوتے مگر یہ بھی نہیں ہے کہ بالکل معنی وصفی متروک ہی ہو جائیں کیونکہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ اول پر ہمیشہ دلالت کرتا رہے گا۔ جب تک وہ لفظ یا اس کا مبداء اس معنی میں مستعمل رہے اسی وجہ سے کیسا نام اللہ رکھنا درست نہیں۔ یا اگر کسی کا نام شیطان رکھا جائے بیشک جب سنے گا رنجیدہ ہوگا پس اس سے معلوم ہوا کہ معنی وصفی متروک نہیں ہوتے بلکہ اکثر وضع بہ لحاظ معنی وصفی کے ہوا کرتی ہے۔ پس جب حقیقتاً نے حضرت کا نام وضع فرمایا وقت وضع معنی وصفی مقصود تھے یعنی (حمد کیا گیا) پھر جب تک نام مبارک عرش پر اور حق تعالیٰ کے پاس طور و تذکرہ ہے یعنی ازل و ابد حضرت کا مدوح اور محمود ہونا استمرار جو ثبوت المقصود اگر کوئی اس مقام میں شبہ کرے کہ حدیث ابن عباس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ نے حضرت کا مرتبہ بتلانیکیے لئے عالم کو پیدا کیا اس سے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لازم آتا ہے کہ افعال حق تعالیٰ کے معلل بالاغراض ہوں حالانکہ یہ بات خلا  
 عقیدہ ہے سو جواب ادا کیا یہ ہے کہ معلل بالاغراض نہ ہونے کا مطلب یہ  
 کہ خدا نے تعالیٰ کے کام فوائد و منافع سے خالی ہوں و نہ بڑی قباحت لازم  
 آئے گی کہ نعوذ باللہ ہر ایک کام عبث ہو جائے حالانکہ حق تعالیٰ اوس کی  
 نفی فرماتا ہے اَفَحَبِيبُكُمْ اَنَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا بَلْكُمْ مطلب یہ ہے کہ کسی کا تم  
 حق تعالیٰ کو غرض ایسی نہیں جو باعث استکمال ہو جیسے مخلوقات کو ہوا کرتی  
 ہے کیونکہ استکمال بالنعیر حق تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ پس اس میں شریعت  
 کو ایسی سمجھنا چاہئے جیسے آیہ شریفہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ  
 یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر تاکہ میری عبادت کریں اور ایک تفسیر  
 (تاکہ پچھانیں مجھ کو) اب یہاں ایک دوسرا شبہ پیدا ہوا کہ اس آیہ شریفہ سے  
 معلوم ہوا کہ جن و انس کی تخلیق عبادت یا معرفت کے لئے ہے اور حدیث  
 ابن عباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر  
 واقف کرانیکے لئے جواب ادا کیا یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ ہر کام میں ایک ہی  
 مقصود ہوا کرے۔ ادنیٰ عقلمند کے ایک ایک کام میں کتنے اغراض ہوا  
 کرتے ہیں چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کا کام اور وہ بھی اتنا بڑا جو آفرینش عالم ہے  
 اس میں صرف ایک ہی مقصود رہنا کیا ضرور۔ دیکھ لیجئے عناصر ربیعہ سے  
 کتنے کام لئے جاتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے تو عقل جبران ہو جائے۔ کیا خلق  
 کے وقت یہ سب اغراض و منافع پیش نظر نہ ہونگے۔ پھر اگر آفرینش ثقلین سے  
 دونوں مقصود ہوں تو کیا قباحت لازم آئیگی۔ بلکہ ثقلین اگر باحسن وجہ

عبادت کریں اور مقرب الہی انہیں حاصل ہو جائے تو حضرت کا مرتبہ باطنی جو سمجھ لیں گے۔ ہاں جن دانش کی نسبت اتنا لازم آسکتا ہے کہ ایک قصداً ہی اور ایک قصداً ثانی اور ممکن ہے کہ دونوں اولی ہوں۔ اگر کہا جائے کہ جب مقصود یہ تھا تو کفار نے پھر تصدیق کیوں نہ کی۔ سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہی اعتراض بعض لوگ آیہ شریفہ پر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ تخلیق عبادت کیلئے ہے پھر کفار عبادت کیوں نہیں کرتے۔ جو جواب اوسکا دیا جاتا ہے وہی جواب یہاں بھی ہوگا۔ حالانکہ کفار حضرت کو جانتا خود قرآن شریف سے ابھی ثابت ہو چکا۔ اگرچہ مناسب اس موقع کے اور احادیث و مباحث ہیں مگر بخوف تطویل اختصار کیا گیا۔

(۳)

لہیر کفار گناہوں کا جو ذکر اولیا	امداد قسم عبادت ہے جو ذکر انبیا
پھر ہو ذکر سرور عالم کا کیا مرتبہ	جسکا ذکر پاک ہے گو یا کہ ذکر کبریا
رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے	
مطہن ہوتے ہیں دل ذکر شہ کو لاہ سے	
قولہ لہیر کفار گناہوں کا جو ذکر اولیا آج حدیث شریف میں وارد ہے عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ذكر الانبياء ومن العبادة وذكر الصالحين كفارة وذكر الموت صدقة وذكر القبور يقبض من الجنة) فردیث حسن لغیرہ کذا فی الجامع الصغیر وشرحہ سراج المسیر ترجمہ روایت ہے معافستہ کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ذکر نبیوں کا ایک قسم کی عبادت ہے اور ذکر صالحین کا دوسرا	

جو ذکر کبریا ہے

اولیاء اللہ کا کفارہ ہے گناہوں کا۔ اور ذکر موت کا صدقہ ہے۔ اور یاد کرنا قبر کا نزدیک کرنا ہے تم کو جنت سے **الحاصل** جب اولیاء اور سائر انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت اور کفارہ گناہ ہو تو سلطان الانبیاء والاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کفارہ گناہوں کا ہو گا یقین ہے کہ اس ذکر پاک میں بحسب خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسی خصوصیت ہوگی کہ دوسرے میں ہرگز نہ ہو سکے قولہ جسکا ذکر پاک ہے گو یا کہ ذکر کبریا کی کما فی الشفا

(درودی ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ) کما فی صحیح ابن حبان و مسند ابی یعلیٰ

(ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال لی ان ربی در یک یقول

تدیری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ و رسولہ اعلم قال اذا ذکرک ذکرک معی

قال ابن عطاء جملت تمام الایمان بذکری معک و قال ایضاً جعلتک ذکرک

من ذکر می فمن ذکرک ذکر فی ترجمہ فرمایا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل

علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جانتے ہو کہ آپ کا

ذکر میں نے کیا بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ اور رسول اوسکا جانتا ہے۔

کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ مطلب اسکا یہ ہے کہ ایمان کا تمام و کمال اس بات پر مقرر

کیا کہ آپ کا ذکر میری ذکر کے ساتھ ہو اور آپ کا ذکر میرا ذکر ہے اور امام سیوطی رح

نے تفسیر در مشورین لکھا ہے و اخرج ابو یعلیٰ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی

حاتم و ابن جریر و ابن مردودہ و ابو نعیم فی الدلائل عن ابی سعید الخدری عن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال ان ربک یقول تدیری

کیف رفت ذکر ک قلت اللہ و رسولہ اعلم قال اذا ذکر ت ذکر ت معی ترجمہ  
یعنی تفسیر در مشورین ہے کہ حدیث موصوف اتنی کتابوں میں موجود ہے۔  
اور طلالی نے اس حدیث کو مقصد سادس مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے مگر  
اس میں بجائے اللہ و رسولہ اعلم کے اللہ اعلم ہے اور کہا کہ روایت کیا اسکو  
طبرانی نے اور ابن جبان نے اسکو صحیح کہا ہے اور شایخ زرقانی رح نے  
کہا ہے کہ اس حدیث کی ضیاء مقدسی رح نے بھی تصحیح کی ہے نکتہ  
عجب نہیں کہ (اذا ذکر ت ذکر ت معی) سے اشارہ ہو طرف حقیقت محمدی  
علی صاحبہا الف الف صلوة کے جسکی تصریح حضرات صوفیہ و اکابر اولیاء  
فرماتے ہیں والعقل تکفیه الاشارہ اور آتنا تو صراحتہ بھی اس حدیث شریف  
معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ذکر کیا گیا میں ساتھ ہی آپ بھی  
ذکر کئے گئے یعنی بلا تعین وقت والغیب عند اللہ قولہ ربیع ذکر پاک ثابت  
کلام اللہ سے : حق تعالیٰ فرماتا ہے وَرَكْعَتَا لَكَ ذِكْرًا یعنی بلند کیا ہنہ  
ذکر آپ کا اٹھتی اس کو کیا بڑا کر ہو کہ حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقرر فرمایا چنانچہ ابی سعید خدری کی حدیث سے  
ابھی معلوم ہوا اور رفعت ذکر ہی کی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نام پاک کے  
ساتھ نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسانوں میں ہر جگہ اور عرش  
اور درود و اور پر جنت کے بلکہ اس کے ہر ایک پتے پر اور سینوں پر و  
کے اور فرشتوں کے آنچھون کے بیچ میں اور ہر پتے پر شجرہ طوبی اور سدۃ  
کے اور خاتم پر سلیمان علیہ السلام کے اور تختی پر اس خزانہ کے جس کا ذکر

قرآن شریف میں ہے۔ لکھا ہوا ہے چنانچہ قریب انشاء اللہ تعالیٰ وہ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں نقل کیا ہیں گی قولہ مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شدہ لوگ امام سیوطی رح نے در مشور میں آیہ شریفہ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ کی تفسیر میں نقل کیا ہے اخرج ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی عمیر وابن ابی اسحاق عن مجاہد اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ قال مجاهد واصحابہ ترجمہ میں مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ (آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں) مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا ذکر ہے قائلہ مجاہد رح نے بِذِكْرِ اللَّهِ کی تفسیر میں مجاہد واصحابہ جو کہا ہے ہر چند ظاہر آیہ شریفہ کے مناسب نہیں معلوم ہوتا مگر چونکہ ایسے محدث جلیل القدر نے تفسیر کی ہے اس کو بحسن ظن مان لینا چاہئے کیونکہ ان حضرات کو جب تک کسی کا یقین نہیں ہوتا تفسیر بالاسے نہیں کرتے چنانچہ امام ترمذی رح نے اپنی جامع کے ابواب تفسیر قرآن میں اسکی تصریح کی ہے۔ کما قال واما الذی فی عن مجاہد وقاۃ وغیرہا من اهل العلم انہم نسروا القرآن فلیس الظن بہم انہم قالوا فی القرآن بغیر علم ومن قبل انفسہم وقد روی عنہم ما یدل علی ما قلنا انہم لم یقولوا من قبل انفسہم بغیر علم۔ اہل النصاب ضرور بیان خود فرمائیں گے کہ امام ترمذی رح باوجود تبحر علم و علو شان کے متقدمین کی نسبت کس درجہ کا تحسن ظن رکھتے تھے کہ باوجودیکہ تفسیر قرآن کے لئے کمال درجہ کی احتیاط چاہئے تاہم انکی تفسیر مجاہد کو یہ کہا کہ ایسے اقوال بلا استدلال حدیث قابل اعتبار نہیں بلکہ حسن ظن بظاہر کیا کہ ان حضرات کو ضرور احادیث پہنچی ہوگی گو میں معلوم

جب اس درجہ کے علماء ایسے مواقع احتیاط میں اقوال متقدمین کو صرف بحسن  
 مان لین تو ہم لوگوں کو متقدمین کی نسبت کستدر حسن ظن چاہئے کہ نہ ہمیں دیا  
 علم ہے نہ ویسا فہم۔ افسوس ہے اُن لوگوں سے کہ جنکو عبارت پڑھنے کا  
 بھی احوصلہ نہیں۔ ائمہ مجتہدین پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض چند  
 کتب حدیث پڑھ بھی لئے تو کیا کہیں امام ترمذی ہو سکتے ہیں حاشا وکلاً۔  
 ترمذی وہ شخص ہیں کہ جنگی جلالت شان و تبحر علم و کمال قوت حافظہ پر ایک عالم  
 گواہی دیرا ہے سچ ہے عالی ظرفوں کی بات ہی کچھ اور ہوا کرتی ہے مثل  
 مشہور ہے جیسا آدمی ویسی بات حضرت علیؓ فرماتے ہیں دولتہ الارذال  
 آفة الرجال۔

(۴)

ذکر نام پاک سے نار جنم سرد ہو	اور سہی حضرت کا دوزخ میں نہ جلتے ہو
بوالبشر نے کی وصیت وقت آخرت کی	کہ قرین ذکر حق ذکر محمدؐ کیجو

وشت آدم گئی نام شد لولاک سے	
مردے زندہ ہو گئے تاثیر نام پاک سے	

قولہ ذکر نام پاک سے نار جنم سرد ہو ہوا ہب لدنیہ میں ہے رومی ان قولاً  
 من حلقۃ القرآن یدخلونہا فینسبہم اللہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی یدکرہم  
 جبریل علیہ السلام فیدکرہ فی القمار و تنزدی عنہم ترجمہ روایت ہے کہ  
 ایک قوم حافظ قرآن دوزخ میں داخل ہو گئی جس سے بھلاؤ گیا اللہ تعالیٰ  
 ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچہ یاد دلائیے اور انکو جبریل علیہ السلام  
 یاد کرائیے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آگ بجھ جائیگی اور ہٹ جائیگی

نقلیت نام پاک سے  
 خوات بہ نام حضرت



قولہ اور سہی حضرت کا دوزخ میں نہ جائے بیوقوف ہوا ہب لدنیہ اور شرح زرقانی  
 میں روایت ہے روینا مما اخرجہ الحافظ ابو طاهر السلفی وابن کثیر فی خبرہ من  
 طریق حمید الطویل (عن النس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال  
 یوقف عبدان بین یدی اللہ تعالیٰ فیامر اللہ بہما الی الجنة فیقولان ربنا بسا  
 استا لنا الجنة ولم نفل علایما زینا الجنة فیقول اللہ تعالیٰ ادخلا الجنة فانی لست  
 علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد وروی ابو نعیم عن نبط ابن  
 شریط قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی  
 لا عذبت احدا تسمی باسمک فی النار) ترجمہ روایت ہے انس بن مالک  
 سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو بندے رو بہ اللہ تعالیٰ  
 کے کہڑے کئے جائیں گے۔ حکم ہو گا لیجاؤ انکو جنت کے طرف وہ عرض کریں گے  
 اے رب کس سبب سے ہم قابل جنت ہوئے حالانکہ کوئی عمل نہیں ایسا نہیں کیا  
 جسکا بدلہ جنت ہو اور شاد ہو گا جاؤ جنت میں ہمیں نے قسم کھائی ہے اپنی نوا  
 کی کہ دوزخ میں داخل نہ ہو وہ شخص جسکا نام احمد یا محمد ہو۔ اور نیز فرمایا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت و جلال کی قسم  
 کھائی ہے کہ نہ عذاب کرے دوزخ میں اس شخص کو جو آپ کے نام کے ساتھ  
 موسوم ہو ہر خد ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ فضیلت تسمیہ کے باب میں  
 جتنی حدیثیں وارد ہیں سب موضوع ہیں مگر علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ  
 یہ قول قابل اعتبار نہیں البتہ بعض حفاظ نے جو لکھا ہے کہ کوئی حدیث اس  
 باب میں صحیح نہیں یہ بات اور ہے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا

جیسا کہ کتب اصول حدیث میں مصرح ہے اور ایسی حدیث کیونکر موضوع ہو سکتی ہے جسکو اکابر محدثین مثل حاکم اور بزار ابن عدی ابو منصور ابو سعید ابویعلیٰ طحاوی ابن جوزی سلفی ابونعیم خزاعی ابن بکیر وغیرہ نے موقوف اور مرفوعاً قرار دیا ہے۔ کذا افاد الزرقانی فی شرح المواہب اور احادیث موقوفہ بھی بیان حکم میں مرفوع کے ہیں اسلئے کہ صحابہ ایسے امور اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے جیسا کہ محدثین نے اسکی تصریح کی ہے۔ رہا یہ کہ بعض ملاحدہ وزنادقہ بھی نام مبارک کے ساتھ موسوم ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے فضائل بلکہ جمیع افعال حسنہ بغیر ایمان کے کچھ کام نہیں آتے مقدم سب سے خدا اور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور محبت ہے جب یہیں معاملہ ٹھیک نہ ہوا تو سوائے جہنم کے پہر کہیں ٹھکانا نہیں الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر عظمت ملحوظ ہے کہ توہین حضرت کے نام کی بھی حتمی کو گوارا نہیں قولہ بوالبشر نے کی وصیت الخ مواہب لدنیہ میں مروی ہے دروی ابن عساکر عن کتب الاحبار قال اقبل آدم علی ابنہ شیث فقال ای نبی انت خلیفتی من بعدی فخذ بالعارة التقوی والعروة الوثقی فکلما ذکرک اللہ فادکر الی جنبہ اسم محمد فانی راہت اسمہ مکتوباً علی ساق العرش وانا من الریحین ثم انی طفت السموات فلم ارفی السموات موضعاً الا راہت اسم محمد مکتوباً علیہ وان ربی کلنن الیہ فلم ارفی الیہ قصر الا فرقة الا وحدث اسم محمد مکتوباً علیہ ولقد راہت اسم محمد مکتوباً علی نخور الحور العین وعلی ورق قصب اجام الجنة وعلی صدق شجرة طوبی وعلی ورق سدرہ النقی وعلی اطراف الحب وین اعین الملكة فاکت

مکتوب برقعہ نام حضرت محمد

ذکرہ فان الملئکۃ من قبل تذکرہ فی کل ساعتہا ترجمہ روایت ہے کہ آدم علیہ السلام  
اپنے فرزند شیت علیہ السلام کے طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند تم میرے  
میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عارت تقویٰ اور دستگاہ محکم کے ساتھ لو  
اور جب یاد کر دو تم اللہ تعالیٰ کو تو اس کے متصل نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ذکر کرو کیونکہ میں نے اونکا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے جب میں روح  
و طین میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا نہ ہو۔ اور میرے رب نے مجھ کو جنت میں رکھا  
و ہاں کوئی محل اور کوئی بالا خانہ اور برآمدہ ایسا نہیں کیا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کا نام نہ لکھا ہو اور سینوں پر تمام خورون کے ہر جنت کے تمام درختوں اور  
شجر طوبیٰ اور سدرة المنتہی کے پتوں پر اور پردوں کے اطراف اور  
فرشتوں کے آنکھوں کے بیچ میں نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا  
اسلئے اکثر اونکا ذکر کیا کرو فرشتے قدیم سے ہر وقت اونکا ذکر کیا کرتے ہیں  
فائدہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیت علیہ السلام کو جو کثرت ذکر  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت فرمائی اور کائنات ایک تو یہ ہے  
کہ جب فرشتے ہیشہ حضرت کا ذکر کیا کرتے ہیں تو ضرور ہے کہ وہ نہایت عمدہ  
عبادت ہوگی اور ایسی عبادت زیادہ کرنا بہتر ہوگا۔ دوسرا یہ کہ جن تعالیٰ کو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیسی محبت ہے کسی کے ساتھ نہیں  
ہر چند حضرت ابراہیم بھی خلیل اللہ بن مگر حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے ساتھ محبت کچھ اور ہی ہے چنانچہ خود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام

معترف ہیں کہ میری خلقت اس درجہ کی نہیں کما فی المواہب و شرحہ للزرقانی  
 ولفظ مسلم عن ابی ہریرۃ و حدیثہ قال قال صلی اللہ علیہ وسلم یجمع اللہ الناس  
 فیقوم المؤمنون حتی ترزف لہم النجۃ فیاتون آدم فیقولون یا اباانا استفتح لنا النجۃ  
 فیقول ول اخر حکم من النجۃ الا خطیئۃ ابیکم آدم لست بصاحب ذلک اذہبوا  
 الی ابنی ابراہیم خلیل اللہ فیقول ابراہیم لست بصاحب ذلک انما کنت  
 خلیلا من ورا و سائر الحدیث ترجمہ روایت کی مسلم نے ابو ہریرہ اور  
 خذیفہ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کر لیا  
 حق تعالیٰ لوگوں کو محشر میں کھڑے ہونگے ایمان والے یہاں تک کہ  
 قریب ہوگی اونسے جنت تو وہ آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے  
 اے پدر بزرگوار ہمارے کہلو ایسے ہمارے لئے جنت وہ کہیں گے  
 تمہیں جنت سے تمہارے باپ آدم ہی کی خطائے تو نکالا ہے میں اس  
 کام کا نہیں جاؤ میرے فرزند خلیل اللہ کے پاس۔ ابراہیم علیہ السلام  
 کہیں گے میں بھی اس کام کا نہیں ہوں میں خلیل صرت و در ہی دور تھا  
 انتہی الحال آدم علیہ السلام پر یہ امر بخوبی منکشف ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ  
 کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت محبت ہے کیونکہ ہر ایک  
 مقام پر نام مبارک کو لکھنا اور فرشتوں سے ہمیشہ ذکر کروانا شرط محبت پر  
 دلیل قطعی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے (من احب شیئا اکثر ذکرہ)  
 وہو حدیث مرفوع رواہ ابو نعیم والدیلمی عن عائشہ رضی اللہ عنہا ذکرہ فی المطالب  
 و شرحہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی چیز کو دوست

رکھتا ہے تو اکثر اوسکو یاد کیا کرتا ہے انتہی۔ اسلئے حضرت آدم علیہ السلام اپنے اوس فرزند کو جو محبوب ترین اولاد اور خلیفہ تھے وصیت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کیا کریں۔ اس وصیت میں بظاہر و دوائے بین ایک خاص نفع ذاتی شیث علیہ السلام کا کہ بدولت اوسکے حق تعالیٰ کے نزدیک انکا تقرب بڑھے۔ دوسرا یہ کہ تمام اولاد کی بھلائی بھی منظر حق کیونکہ جب سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اپنے پیارے فرزند ولیعہد کو ایسی وصیت کی ہے تو انہیں جو زیرک اور خلف الصدق ہیں ضرور اس کام پر غمت کریں گے۔ اسپر بھی اگر کسی ناخلف نے پدر مہربان کی وصیت کو نوسمجھا تو اپنا نقصا کیا۔ یہ تو انکا ذکر تھا جو خود نبی مقرب تھے۔ اب اس موقع میں ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیاء اولوالعزم نے ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسقدر اہتمام کیا ہو تو ہم امتیون کو کس قدر اسکا اہتمام و التزام چاہئے کیونکہ ہمارا تو دین و ایمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔ دیکھو خود حضور اقدس کیا فرماتے ہیں عن انس قال قال النبی صلی اللہ

علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ و الناس جمعین رواہ الشیخان واللفظ للبخاری ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی تم میں ایماندار نہیں ہوتا ہے جب تک اوسکے دل میں میری محبت اور اپنے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو یعنی تمام عالم سے زیادہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو ایمان ہی نہیں غرض ایمان اگر حال کرنا ہو تو حضرت کی محبت حاصل کرنا چاہئے اور حصول محبت کی مصلح ذکر ہے

چنانچہ ابن قیم نے حادی الارواح الی بلاد الافراح میں لکھا ہے وقد جعل اللہ  
 لكل مطلوب مفتحاً ومفتاح الولاية والمجته الذکر یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک  
 مطلب کے لئے ایک کنجی مقرر کی ہے اور کنجی قرب و محبت کی ذکر ہے  
 اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا ذکر بکثرت کرنا چاہئے تا محبت حضرت کی پیدا ہو اور بدولت اوسکے  
 ایمان حاصل ہو۔ اور اگر ایمان ہے یعنی حضرت کی محبت ہے جب تو  
 بمقتضا سے من احببنا اکثر من کرہ خود ذکر ہونے لگے گا قولہ شہ لولاء انشاء  
 اوس حدیث شریف کے طرف ہے جو مواہب لدنیہ میں ہے دروی لندلہ الخ  
 اکرم من احببتہ رای مکتوباً علی ساق العرش و علی کل موضع فی الخبتہ اسم محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم مقرر ہوا باسم اللہ تعالیٰ فقال یارب ہذا محمد بن ہو فقال اللہ تعالیٰ  
 ہذا ولدک الذی لولاء ما خلقتک فقال یارب ہذا محمد بن ہذا الولد رحم ہذا الولد الذی  
 یا آدم لو تشفعت الینا بمحمد فی اہل السموات والارض لشفعناک ترحمہ حب آدم  
 علیہ السلام حنبت سے نکلے دیکھا کہ ساق عرش پر اور حنبت میں ہر جگہ نام محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے عرض کیا یارب  
 یہ محمد کون ہیں ارشاد ہوا (ہذا ولدک لولاء ما خلقتک) یعنی یہ تمہارے فرزند  
 ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو نہ پیدا کرتا۔ عرض کیا یارب بجزمت اس فرزند  
 کے اس والد پر رحم کرنا آئی کہ اسے آدم اگر تم محمد کے وسیلے سے کل زمین  
 و آسمان والوں کے حقین سفارش کرتے تو بھی ہم قبول کرتے۔ اوسا ہی طرح بقول  
 (لولاء) اوس حدیث شریف میں وارد ہے جسکو روایت کیا انام موعطی سچ

بحث از حدیث  
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ودرشور میں تغیر آئی شریفیہ قتلتہ ادم من دیتہ کلمات کے تحت میں  
 کہا قال اخرج الطبرانی فی المعجم الصغير والحاکم وابونعیم والبیہقی کلاهما فی الدلائل  
 وابن عساکر عن عثمان الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اذنب  
 آدم الذنب الذی اذنب رفع راسہ الی العرش فقال اسالك بحق محمد الاغفر  
 لی فادعی اللہ الیہ ومن محمد فقال لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ  
 مکتوب لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فعلت انہ لیس احد اعظم عندک قدرا ممن  
 جعلت اسمی مع اسمک فادعی اللہ الیہ یا آدم انہ آخر النبیین من ذریک ولولہ  
 ما خلقتک ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام  
 سے وہ گناہ صادر ہوا تو آسمان کے طرف سے اٹھا کر دعا کی کہ الہی بحق محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بخش دے اور پروردگار ہونی کہ محمد کون سے عرض کیا الہی  
 جب پیدا کیا تو نے جبکہ تو میں نے عرش کے طرف سر اٹھا کر دیکھا تو لکھا ہوا ہے  
 لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے میں نے جانا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام  
 کے ساتھ لکھا ہے اس سے زیادہ کسی شخص کا مرتبہ تیرے پاس نہ ہوگا۔ دینی  
 کہ اسے آدم وہ نبیوں سے آخر ہونگے تمہاری اولاد میں (دولہ ما خلقتک)  
 یعنی اگر نہ ہوتے وہ تو نہ پیدا کرتا میں تم کو انتہی آج جو زیح نے بھی کتاب الہی  
 بفضل المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس حدیث کو روایت کیا ہے  
 فائدہ اکثر احادیث میں بظاہر اختلاف ہوا کرتا ہے کہ جسکی توفیق ہر شخص سے  
 ہو نہیں سکتی۔ ایسے مواقع میں یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ دونوں حدیثوں میں  
 کچھ ضعف آجاتا ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ ہر ایک حدیث کو دوسری حدیث

سے تعداد کی وجہ سے قوت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہر ایک حدیث نفس واقعہ  
 کی صداقت پر گویا دوسری حدیث کی گواہ ہوتی ہے مان جن امور زائدہ بین  
 ہما و نہیں شک پیدا ہو گا کہ نفس واقعہ میں دیکھو احادیث معراج صحیحین غیرہ  
 میں وارد ہیں اس سے ترتیب مقامات انبیاء علیہم السلام میں کس قدر اختلاف  
 ظاہر ہے۔ پھر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ اس وجہ سے وہ سب احادیث ضعیف  
 ہو گئے ہوں بلکہ محدثین حتی الامکان اس قسم کی احادیث میں توفیق دیدہ تھے  
 ہیں اور کبھی غشیا اختلاف کا یہ بھی ہوتا ہے کہ راوی کو ہر چند اصل واقعہ تو یاد  
 ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ سبب تبادلی ایام کے تقدیم یا تاخیر اوقات وغیرہ  
 پورے طور پر یاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ظن غالب پر بیان کر دیا ہو چنانچہ  
 ان دونوں حدیثوں میں یہی صورت معلوم ہوتی ہے **الحاصل** ان دونوں  
 حدیثوں سے مخاطبہ حق تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ  
 وسلم کے باب میں ثابت ہے کیونکہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو  
 شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے قولہ وحشت آدم  
 گئی نام شہ لولا کہ سے و کما فی المواہب والذرقانی (واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن  
 ابی ہریرۃ رفعہ لما نزل آدم علیہ السلام بالہند استوحش فترسل جبریل علیہ السلام  
 فنادی بالاذان اللہ اکبر اللہ اکبر مرثین الشہدان لا الہ الا اللہ مرثین الشہدان  
 محمد رسول اللہ مرثین اللہ (درود الیضا الحاکم وابن عساکر وقد روی  
 البیہقی عن علی رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حزینا فقال یا ابن ابی طالب  
 مالی اراک حزینا فمر بعض المکسب لئلا یذکر فی اذنک فانہ ودار اللہم فمر بہ فوجدتہ

حدیث زائدہ صحیحین و احادیث  
 صحیحین و احادیث



کذلک وقال کل من رواتہ جریۃ فوجہ کذلک ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے جب آدم علیہ السلام ہند میں اترے اور کوہِ وحشت پہنچی اور سوقت  
 جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی اسطور سے اللہ اکبر اللہ اکبر دوبار  
 اشہدان لا الہ الا اللہ دوبار اشہدان محمد رسول اللہ دوبار آخر حدیث تک  
 (مقصود یہ کہ بدولت اس اذان کے وحشت جاتی رہی) اور علی کرم اللہ وجہہ  
 فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خزین و غلین  
 دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب تم کو میں غلین پاتا ہوں کسی سے کہو کہ  
 تمہارے کان میں اذان کہے وہ غم کی دوا ہے علی رضی اللہ عنہ فرماتے  
 ہیں کہ میں نے اسکو آزمایا فی الحقیقت اس سے خزن جاتا رہتا اور اس حدیث  
 کے جتنے راوی ہیں سبہوں نے ایسا ہی کہا کہ منہ بھی اوسکو آزمایا ہے  
 واقعی یہی تاثیر پائی انتھی نکمٹہ وجہ اسکی یہ ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب کو  
 یاد کرتا ہے تو جتنے خیالات وحشت انگیز ہوں سب محو ہو جاتے ہیں اسلئے  
 کہ جب انسان کو کسی کے ساتھ کمال ورجہ کی محبت ہو اور اوسکو یاد کرے  
 تو دل اسی کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے جس سے خیال اور نامور کا جو حشر انگیز  
 ہوں باقی نہیں رہتا یعنی کیفیت جدیدہ دل میں ممکن ہونے کی وجہ سے کیفیت  
 سابقہ محو ہو جاتی ہے جب یہ تاثیر ہر محبوب کے یاد کرنے میں عموماً بخیر تو  
 محبوب رب العالمین کے یاد کرنے میں کس قدر تاثیر ہونا چاہئے جب بحسب  
 عقیدہ اہل اسلام کسی کیفیت قلبی وغیرہ کا وجود بے تخلیق خالق ممکن نہیں۔  
 سو جیسے حق تعالیٰ نے ہر محبوب کے یاد کرنے میں یہ تاثیر رکھی ہے اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اگر خاص طور پر وہ تاثیر رکھی ہو تو کیا عجب البتہ ان دونوں میں اتنا فرق ہو گا کہ وہاں تذکر کے بعد ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے کیفیت سابقہ محو ہو جائے۔ اور یہاں توسط کیفیت جدیدہ کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ تاثیرات اشیا میں جانب الہدٰی ہیں۔ اثر آخری دونوں کا ایک طور پر ہوا۔ جیسے طب یونانی و مصری یا ڈاکٹری کہ کسی میں علاج بالصدق ہے اور کسی میں بالموافق۔ ہر چند کیفیات درمیانی متغیر ہوں مگر انجام دونوں کا جو ازالہ مرض ہے ایک ہے **الحاصل** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں یہ اثر دیا گیا ہے کہ وحشت و اندوہ کو دفع کرے۔ میں یقین سمجھتا ہوں کہ یہاں باریک و نازک اسرار ہوں گے۔ جسکو اہل مذاق جانتے ہوں گے۔ اتنا تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ ادھر شان رحمۃ اللعالمین جلوہ گر ہے کہ نام سے آثار رحمت ہو رہے ہیں۔ اور ادھر عظمت شان غیوری آمادہ قہر ہے کہ جب عموماً محبوبوں کے ذکر میں وہ تاثیر ہو۔ کیا معنی کہ محبوب رب العالمین کے ذکر میں وہ اثر نہ ہو۔ دلون پر چہر ہے کہ بخرق عادت بلا توسط کیفیت جدیدہ وحشت و اندوہ دفع ہو کرے۔ یہاں ایک بات اور یاد رکھ لینا چاہئے کہ اگر کسی بد اعتقاد قسّی القلب کے دل میں یہ اثر ظاہر نہ ہو تو یہ نہ سمجھیں کہ اسکی تاثیر میں کچھ فرق ہے۔ بلکہ وہاں یہ سمجھا چاہئے کہ محل میں صلاحیت نہیں۔ جیسے اطباء معترف ہیں کہ جب محل میں صلاحیت و قبول نہ ہو۔ دوا کیسی ہی قوی الاثر کیونکہ ہو کچھ تاثیر نہیں کرتے۔ علیٰ ہذا القیاس اور ادعیا و سور قرآنی باوجود قطعیت تاثیر کے اسی وجہ سے کبھی اثر نہیں بھی کرتے ہیں فائدہ اگر کوئی یہاں

یہ سوال کرے کہ حدیث شریف سے تو مجموع اذان کی تاثیر ثابت ہوتی ہے اور  
اسمین کئی امور مذکور ہیں خاص حضرت کے نام کی تاثیر کہاں سے ثابت ہوئی  
اسکا جواب یہ ہے کہ اذان میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ۔ اور نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم۔ اور نماز کی دعوت۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس اذان سے دعوت نماز  
مقصود نہیں ورنہ علی کرم اللہ وجہہ کو کان میں اذان کہلوانے کا ارشاد  
کیون ہوتا۔ فرماتے کہ اذان وقتہ سن لو۔ اب رہا خداے تعالیٰ کا ذکر  
سوا سمین کچھ شک نہیں کہ خداے تعالیٰ کے نام پاک میں ہر قسم کی تاثیرات  
ہیں۔ اوسکا انکار کون کر سکے۔ مگر یہ بھی تو ہے کہ موثر حقیقی وہی ہے۔  
اور وہ مختار ہے چاہے تاثیر کسی شے کی کسی وقت ظاہر کرے چاہے کرے  
چنانچہ آدم علیہ السلام جب سے کہ اپنے مقام سے جدا ہوئے کیا ہو سکتا ہے  
کہ اس محل وحشت اندوین سوائے خداے تعالیٰ کے اور کسی کا ذکر  
انہوں نے کیا ہوگا پہرہ وجود اسکے نام پاک کی تاثیر ظاہر نہ فرمائی کیونکہ مقصود  
کچھ اور تھا پہرہ جب وحشت کو انکی دفع کرنا منظور ہوا جبریل علیہ السلام بھیجے  
گئے کہ اذان کہیں جسین نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا اب ذرا  
غور کیا جائے کہ ایسے موقع میں آدم علیہ السلام نے کیا خیال کیا ہوگا یہی  
وجہ تھی کہ جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد دلایا گیا تھی  
خصوصیات حضرت کے جو وہ دیکھ چکے تھے سب آنکھوں کے سامنے ہو گئے  
اور کہنے لگے الہی بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بخند ہے۔ اس سے معلوم ہوا  
کہ تمامی اذان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ذکر مقصود تھا

جسکی تاثیر ظاہر ہوئی اور اسکی مثال ایسی ہوئی جیسے قیامت میں بلال رضی اللہ  
 عنہ کی اذان سے صرف تصدیق رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 مقصود ہوگی کما فی المواہب و شرحہ (واخرجہ) اسی حدیث ابی ہریرۃ المدکور  
 (الطبرانی و الحاکم بلقط) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تخشر الانبیاء علی الدفأ  
 و البعث علی البراق و یبعث بلال علی ناقۃ من نوق الجنة ینادی بالاذان  
 محضاً بالشہادۃ حقاً حتی اذا قال اشہدان محمد رسول اللہ شہد لہ المؤمنون  
 من الاولین و الآخرین) ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 کہ انبیاء کا شہر سوار یوں پر ہو گا اور سوار ہو نگاہیں براق پر اور بلال ناقہ  
 جنت پر ہونگے اور اذان خالص کہیں گے اور سچی گواہی دینگے جب  
 اشہدان محمد رسول اللہ کہیں گے تو سب اگلے پچھلے اہل ایمان اسکی  
 گواہی دین گے انتہی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ نہ محشر میں نماز کی دعوت مقصود  
 ہے نہ شہادت توحید کیونکہ وہاں تو کفار بھی موجد ہو جائیں گے مقصود  
 یہ کہ مجمع اذان سے دونوں صورتوں میں ایک ہی چیز مقصود ہے اس  
 معلوم ہوا کہ اذان میں جو رفع و حث و اندوہ کی تاثیر ہے بظن نام مبارک  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور وحشت آدم علیہ السلام کی اسی  
 زائل ہوئی و ہوا المطلوب قولہ شد لولاک ابن عباس سے روایت ہے  
 کہ جن تعالیٰ فرماتا ہے لولاک ما خلقت الجنة و لولاک ما خلقت النار اور سلطان  
 فارس سے لولاک ما خلقت الدنیا مروی ہے چنانچہ دوسری اور چوتھی  
 تسلیس میں دونوں روایتیں مذکور ہوئیں۔ فائدہ یہاں معلوم کرنا چاہئے

کہ آجکل جو غلج رہا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک حدیث موضوع ہے اگر  
 یہ تسلیم بھی کیا جائے تو اہل حرج کو اس سے فائدہ کیا۔ زمین دریا جنت و دوزخ  
 ثواب و عقاب۔ جہاد آدمیوں کے جد بزرگوار۔ بلکہ ساری دنیا جب بدولت  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں دیکھو جنت  
 و دوزخ بدولت حضرت کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم دیلمی بسکی۔ بلقیسی نے  
 روایت کیا ہے اور زمین و دریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبج اور غفری  
 نے اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابن عساکر نے۔ اور ثواب و عقاب  
 کی حدیث کو ابن سبج و غفری نے اور خلق آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانی  
 حاکم بیہقی ابن عساکر ابونعیم ابوالشیخ بلقیسی بسکی نے چنانچہ دوسری اور چوتھی  
 شدیس میں ان احادیث کا ذکر ہو چکا۔ اور خصائص کبریٰ میں امام سیوطی رح  
 نے نقل کیا ہے اخرج الحاكم والبيهقي والطبراني في الصغیر و ابونعیم و ابن عساکر  
 عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما اُتيت آدم آتية  
 قال يا رب اسالك بحق محمد لما غفرت لي قال كيف عرفت محمد ا قال لانك لما  
 خلقتني بديك ونفخت في من روحك رفعت راسي فرايت علي قوائم العرش  
 مكتوب لاله الا الله محمد رسول الله فقلت انك لم تضع الي اسما الا احب  
 الخلق اليك قال صدقت يا آدم ولولا محمد ما خلقتك ترجمہ روایت کیا  
 حاکم ابونعیم اور طبرانی نے صغیر میں اور ابونعیم اور ابن عساکر نے عمر رضی اللہ  
 عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام  
 مرکب خطا ہوئے عرض کی یا رب بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے سوال

کرتا ہوں کہ مجھے بخشدے ارشاد ہوا تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا  
 عرض کیا جب تو نے مجھے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں بھونکی تو میں نے سر  
 اٹھایا جو دیکھا تو عرش کے ہر پایہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا ہوا ہے  
 اس سے میں سمجھ گیا کہ اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام تو ملایا ہو گا جو محبوب بن  
 خلق تیرے پاس ہے ارشاد ہوا اے آدم تم سچ کہتے ہو اگر محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تکونہ پیدا کرتا انتہی الحاصل ان سب روایات کے  
 معلوم ہوا کہ تمام عالم کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی ہے۔  
 اب کہئے اظلاک اس سے کہا ان گل سکیں گے۔ بلکہ خود اظلاک کا نام بھی صراط  
 علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں آچکا ہے جو دوسری تسلیس میں مذکور ہے  
 اب باقی رہی یہ بات کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے سو کھٹ  
 علی ہے۔ اعتراض کر نیوالے سب ایسے نہیں ہیں کہ ابجاٹ علیہ سے  
 واقف ہوں بلکہ اکثر تو ایسے ہوں گے کہ لفظ حدیث کے معنی تک نہ جانتے  
 ہوں گے ایسے لوگوں کا ایسے موقع میں مقصود کچھ اور ہی ہوتا ہے خیر الغیب  
 عند اللہ۔ ابن جوزی نے تو اس حدیث کو موضوعات کی کتاب الفضائل  
 میں ذکر نہیں کیا۔ باوجودیکہ کمال تشدد اور نکالنا ہر ہے کہ اکثر احادیث ضعیفہ  
 کو بھی داخل موضوعات کر دیا ہے۔ ہاں ملا علی قاری نے موضوعات المتحد  
 میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ صفائی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے مگر  
 ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ معنی اسکے صحیح ہیں کیونکہ دینی کی روایت میں لولاک  
 ما خلقت النجۃ ولولاک ما خلقت النار اور ابن عساکر کی روایت میں لولاک

ما خلقت الدنيا وار د ہے انتہی **احمال** حدیث لولاک صحیح ہے گوالفاظ میں کسبت  
 فرق ہو پس اطلاق شدہ لولاک میں کچھ کلام نہیں وہو المقصود قولہ مرے زندہ  
 ہو گئے تاثیر نام پاک سے ہوا ہب لدنیہ میں ہے وعن النبی ان سبابا  
 من الانصار قوی دلاہم عجوز عمیا فنجیناہ وعزنی اہل قتالت مات ابنی قلنا نعم  
 قتالت الہم ان کنت تعلم انی ہاجر الیک والی نبیک رجا ران لعیننی علی  
 کل شدة فلا تحملن علی ہذہ المصیبة فما برحنا ان کشف الثوب عن وجہہ طعنا  
 رواہ ابن عدی وابن ابی الدنیا والبیہقی وابونعیم ترجمہ روایت ہے انس  
 سے کہ کسی انصاری کا انتقال ہوا جو جوان تھے اور اونکی ماں بڑھیا نابینا تھی  
 یعنی اونپر کپڑا اوڑھا دیا اور اس بڑھیا کی تعزیت کی اور اس نے پوچھا کیا میرا لڑکا  
 مر گیا ہے کہا ہاں وہ یہ دعا کرنے لگی کہ یا اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے  
 اور تیرے رسول کے طرف ہجرت اس امید پر کی ہے کہ مدد کرے گا تو میری ہر  
 سختی میں۔ تو مصیبت مجھ پر ڈال انس کہتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ سے ہٹ  
 نہ تھے کہ وہ جوان انصاری نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور ہمارے ساتھ مل  
 کہا نا کہایا اور دوسری روایت میں ہے کہ اسوقت تک وہ زندہ رہے کہ  
 اونکی ماں کا انتقال اون کے ردہ ہو اور روایت کیا اسکو ابن عدی وابن  
 ابی الدنیا اور بیہقی اور ابونعیم نے انتہی سچان اللہ کیا قومی ذریعہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا اُن بی بی کے دل میں ممکن تھا کہ نبیر سچے  
 کے ویسی نازک حالت میں زبان پر آگیا۔ اور کیسا اعتقاد کامل تھا کہ شک  
 کو کچھ موقع ہی نہ ملا۔ خوب ذہن نشین تھا کہ جب سب گہر بار مچوڑ کے حضرت

کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت کے ہو رہے تو کیسی ہی مصیبت کیون نہ ہو جب اس ذریعہ سے دعا کی جائیگی اگر موت بھی ہو تو مل جائیگی۔ پہر جب ایسی عقیدت کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں وہ دعا پہنچی جس میں نام مبارک حضرت شریک تھا تو اس کا قبول ہونا کیا عجب کیونکہ ابتداء سے نشا عصری انسانی میں یہ سنت اللہ جاری ہو چکی ہے کہ بہ برکت نام مبارک دعا قبول ہوا کرے اب یہاں یہ بحث باقی رہی کہ تاثیر احیا ہجرت میں تھی یا نیت میں یا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یا مجموع میں۔ اور اگر مجموع میں ہو تو غور و غم کون ہے۔ چونکہ یہ بحث مسئلہ تاثیر اذان کے مشابہ ہے جس کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ بخوف تطویل ناظرین کی طبع رسا اور وجدان سلیم پر حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ الحاصل بعد غور کے معلوم ہو سکتا ہے کہ تاثیر نام پاک کی تھی کہ مردہ زندہ ہو گیا

حضرت آدم نے اوس فرزند سے یہ بھی کہا	میں نضر کیلئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکر احمدی میں ہر ملک مصروف تھا	اور ہر اک پتھر بہ جنت کے ہوا نام اذکار کہا

سینے حور و نکے ملائک کی جبین تا بعش  
ہر جگہ اس نام کا ہے عالم علوی میں نقش

قولہ حضرت آدم نے اوس فرزند سے یہ بھی کہا الخ ہند میں ثالث میں کہنا کی روایت مذکور ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہان کہان لکھا ہوا ہے آسمانوں پر ہر جگہ جنت کے در و دیوار پر حور و نکے سینوں پر سدرۃ المنتہ طوبی اور اشجار جنت کے پتے پتے پر پر دون کے اطراف اور فرشتوں کے انگلیوں کے



تج میں اور یہ بھی مذکور ہو کہ فرشتے ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں مصروف ہیں اور سوائے اسکے اور روایات مرفوعہ بھی اسکے مؤید ہیں چنانچہ امام سیوطی رح نے خصائص کبریٰ میں ذکر کیا ہے اخراج ابو نعیم

فی الحلیۃ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فی الجنة شجرة علیہا ورقۃ الاکتوب لاله الا اللہ محمد رسول اللہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی درخت جنت میں ایسا نہیں جس کے پتوں پر لاله الا اللہ محمد رسول اللہ نہ لکھا ہو۔ اور امام شعبی نے تفسیر کشف البیان میں بسند متصل روایت کیا ہے عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب رضی اللہ

عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی رایت علی ساق العرش مکتوباً لاله الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق وعمر الفاروق ترجمہ روایت ہے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں نے عرش کی ساق پر دیکھا کہ لاله الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق لکھا ہے اسی طرح خصائص الکبریٰ

میں نقل کیا ہے اخراج ابن عدی وابن عساکر عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی رایت علی ساق العرش مکتوباً لاله الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج عرش کی ساق پر میں نے لکھا دیکھا لاله الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی یعنی تائید دی میں نے او کو علی سے انتہی اور خصائص کبریٰ میں یہ روایت بھی ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ اجار

سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن فضائل کی پہن خبر دو جو قبل ولادت شریف ظہور میں آئے۔ کہائیں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ ابراہیم خلیل علی نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پتھر یا پتھاجس پر جاسطرین لکھی تھیں بھلی سطرانا اللہ لا الہ الا انا فاعبدونی۔ دوسری سطرانی انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی طوبی لمن آمن بہ واتبعہ الحمدیشہ اور اسکے سوا خصائص کبریٰ اور مواہب لدنیہ وغیرہ میں بہت روایتیں مذکور ہیں کہ اکثر بلا دین اشجار و احجار پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا اکثر لوگوں نے دیکھا ہے اور جابر سے روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی ہر نقش یہ تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اگرچہ ابن جوزی رح نے اس روایت کو موضوع کہا ہے مگر امام سیوطی رح نے تعقیبات میں لکھا ہے کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت وارد ہے جسکی تخریج طبرانی نے کی ہے احوال جو شخص یہ بات جان لے کہ حق تعالیٰ نے پہلے پہل جب کتابت کو ایجاد فرمایا سب سے پہلے نام پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے نام کے ساتھ لکھا۔ پھر اسکو اس قسم کی کسی بات میں شک نہ ہوگا بلکہ یہ سمجھ جائیگا کہ یہ چند مواضع کیا اگر سارا عالم نام آدمی پر آنحضرت کے گواہی دے تو کوئی بڑی بات نہیں فردوس دیلمی میں روایت ہے ادلشی خطا اللہ عزوجل فی الکتاب الاولانی انا لا الہ الا انا سبقت رحتی غضبی فمن شہدان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ فلا النجۃ (عبداللہ بن عباس) میں نے روایت ہے عبد اللہ بن عباس

سے کہ پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے پہلی کتاب میں لکھی ہے کہ میں اللہ ہوں میرے  
 سوا اسے کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے غصہ سے بڑھی ہوئی ہے  
 پہر جو شخص گواہی دے کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں اور محمد (صلی اللہ  
 علیہ وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں اس کے واسطے جنت ہے۔  
 الحاصل ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو قدر و منزلت  
 اور خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک ہے  
 اس کا کچھ شمار و حساب نہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ نشا اور سبب اس کا  
 کیا ہے کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی تھے تو اتنا  
 ہی کافی تھا کہ مثل دو میرے رسولوں کے بعد ادا کرنے فرض منصبی یعنی  
 تبلیغ رسالت کے متفق تھیں ہوتے۔ اسکے کیا معنی کہ ہنوز عالم کا نام  
 تک کسی زبان پر نہیں آیا تھا کہ لسان غیب سے آپ کی نام آدرجی کے  
 ہر طرف چرچے ہو رہے ہیں۔ عالم نے جب عدم سے آنکھ کھولی پھر پہل  
 جس چیز پر نظر پڑی آپ ہی کا نام گرامی تھا جو خالق بے ہمتا کے ساتھ  
 ساتھ ہر جگہ جلوہ گر تھا۔ ہر جگہ گواہی دیر رہا ہے کہ اونکی نظیر کا کہیں پتا  
 نہیں اور ہر فرشتہ ذکر میں آپ کے رطب اللسان اور زبان حال  
 نقیب رہا ہے کہ (بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر) ایک طرف انبیاء  
 الوالعزم نعت گوئی میں مصروف ہیں کوئی آواز دہمستی ہونیکلی کر رہا ہے  
 اور کوئی اونکا توسل کر کے حق تعالیٰ سے مرادیں مانگا رہا ہے معلوم  
 نہیں کونسی جانفشانی آپ کی قبل وجود حق تعالیٰ کو ایسی پسند آگئی تھی

کہ اس قدر قدر افزائی ہوئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر جانفشانی پر اسکا مدار ہوتا تو انبیائے سابق زیادہ تر مستحق ان مراتب کے تھے۔ معاذ اللہ بیان عبودیت و عبادت کو کیا دخل۔ یہ ایک خاص فضیلت ہے جس کا جو قبل تخلیق عالم ہو چکا ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اب اگر بالفرض کوئی تمام ملائک و جن و انس وغیرہ کی عبادت کے یہ توقع رکھے کہ ہم بھی ایسا رتبہ حاصل کر سکتے ہیں تو کیا ممکن ہوگا لغو و بابت من ذلک یہ بھی ایک قسم کا جنون سمجھا جائے گا خالق عالم جل شانہ نے انزل سے ابدیت کی فضیلت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر چکا انزل کا حال کس قدر معلوم ہوا ابد کا حال بھی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا شمعہ یہ کہ جنت کی کجیاں حضرت ہی کے ہاتھ میں ہونگی اور سلطنت جنت کی حضرت ہی کو مسلم ہے پھر یہ خیال کہ (کسی دوسرے کو بھی حضرت کی سی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے) اس خدائی میں تو اسکا ظہور ممکن نہیں۔ کیونکہ بیان تو انحصار انزل و ابد کا ہو گیا۔ اب اس سے زیادہ اس خیال میں خامہ فرسائی کرنا کلاماً کفر کی حکایت کرنا ہے۔ کسی مسلمان کو طمع تو درکنار۔ خیال تک نہیں آسکتا کہ شرافت و فضیلت ذاتی میں حضرت کے ساتھ کسی قسم کی تساوی و ہوند (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اس تقریب سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دوسرا شخص خاتم النبیین ہونا محال ہے۔ پھر بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگرچہ دوسرا خاتم النبیین ہونا محال و متع ہے مگر یہ امتناع لغیرہ ہوگا نہ بالذات جس سے امکان ذاتی کی نفی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ امکان ذاتی امتناع لغیرہ میں کچھ

منافات نہیں۔ سوا اسکا جواب یہ ہے کہ وصف خاتم النبیین خاصہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو دوسرے پر صادق نہیں آسکتا۔ اور موضوع لہ  
 اس لقب کا ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ عند الاطلاق کوئی  
 دوسرا اس مفہوم میں شریک نہیں ہو سکتا۔ پس یہ لغہوم جزئی حقیقی ہے۔ اور  
 کلیت مفہومی جو وضع سے قطع نظر کرنے میں معلوم ہوتی ہے بسبب وضع  
 کے جاتی رہی۔ جیسا کہ عبد اللہ جب کسی شخص معین کے لئے وضع کیا جاتا ہے  
 جزئی حقیقی ہو جاتا ہے۔ اور مفہوم کلی اس لفظ کا اسکی خبریت میں کچھ فرق  
 نہیں لانا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ یہ مثال بھی پورے طور پر  
 یہاں تائید نہیں دیتی۔ اسلئے کہ عبد اللہ عین وقت وضع میں برابر دوسرے  
 پر رکھا جاتا ہے۔ بخلاف لفظ خاتم النبیین کے کہ جب سے وضع نے اسکو  
 وضع کیا ہے کبھی دوسرے پر اسکا اطلاق کیا ہی نہیں اور نہ اطلاق اسکا  
 سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صحیح ہو سکتا ہے۔ اسلئے کہ ختم انتہا کو  
 کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انتہا متجزی نہیں ہو سکتی تاکہ دو شخص اس صفت  
 کے ساتھ متصف ہوں۔ پھر جب عقل نے یہ تجریت نقل ایک ذات کے لئے  
 کو مان لیا اسلئے نزدیک محال ہو گیا کہ دوسری ذات اس صفت کے ساتھ  
 متصف ہو سکے۔ اور بحسب منطوق لازم الوثوق قولہ نقالہ ما یبطل  
 القول لکدی کے جب ابدال آباد یہ لقب مختص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہی کیلئے مقرر۔ تو خبریت اس مفہوم کی ابدال آباد کس لئے ہو گئی۔ کیونکہ لقب  
 قرآن شریف سے ثابت ہے جو بلا شک قدیم ہے الحاصل اس مفہوم کی

جزئیّت میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ بات عبداللہ میں نہیں۔ اب اس دعویٰ کا قضیہ بنائیے کہ (غیرہ علیہ السلام خاتم النبیین بالامکان) ہاؤنٹل ثابت ہو جائیگا کہ یہ قضیہ محمل صحیح منعقد ہی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ حل جزئی حقیقی کا کلی پر صحیح نہیں۔ اور اگر نظر اہمال موضوع کے جزئی سمجھا جائے بہر خواہ وہ معین ہو خواہ غیر معین غیر موضوع لہ محمول کا ہو گا۔ اور اب معلوم ہوا کہ محمول جزئی حقیقی ہو تو ادس کا حل دوسری جزئی پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جیسا (زید عمرو) درست نہیں۔ اور حل مذکور کے عدم جواز کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاصہ کا حل غیر ذی الخاصہ پر درست نہیں۔ جیسے (الحاکم کا تب) یا (غیر آدم علیہ السلام ابوالبشر) یا (زید ابوزید) وغیرہ زید اپنا آپ باپ ہے مثال آخری مثل لہ پر اسوجہ سے منطبق ہے کہ عمرو مثلاً زید کا باپ ہے تو یہ صفت ادس کا خاصہ ہوگی۔ بہر یہ صفت اگر غیر عمرو پر اطلاق کیجائے تو اس امر میں کہ موضوع غیر ذی الخاصہ ہے زید اور بکر دونوں برابر ہونگے پس اطلاق ابوزید خاصہ کا اگر بکر صحیح ہو تو چاہئے کہ اسی جہت سے زید پر بھی صحیح ہو کیونکہ غیر ذی الخاصہ ہونے میں دونوں برابر ہیں و الا لازم باطل فالملزوم مثلاً۔ اور قطع نظر اسکے یہ تو ظاہر ہے کہ زید کا یہ حقیقی جب عمرو ہو تو یہ صفت دوسرے پر کیونکر صادق آسکے۔ التحال خاصہ ایک شے کا دوسرے پر صادق نہیں آسکتا۔ ورنہ وہ خاصہ خاصہ نہ ہو گا و ہو خلعت۔ لہٰذا یہی ہے کہ محمول کو چاہئے کہ ذاتی موضوع کی ہو یا عرضی۔ اور حل وہی صادق آتا ہے جہاں مدام محمول کا ذاتی موضوع کی ہو

جیسے انسان ناطق) یا صفت منقسمہ ہو جیسے زید کا تب یا منترعہ ہو خواہ  
 بالاضافہ جیسے السماء فوقنا یا بلا اضافہ جیسے الاربعۃ زوج۔ پھر جب مبدأ  
 محمول کا خاصہ کسی دوسری چیز کا ہو تو غیر ذی الخاصہ کی ذاتی نہ ہو سکیگا۔  
 نہ وصف منقسمہ نہ منترعہ۔ اس سبب سے خاصہ کا محل غیر ذی الخاصہ پر  
 صحیح نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کا محل غیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر صحیح نہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ نسبت حکمیہ وقت محل پیدا ہوتی ہے۔  
 پھر محل ہی نہیں تو نسبت حکمیہ کہاں۔ اور جب نسبت ہی کا پتانہ ہو تو محبت  
 امکان کیونکر ثابت ہو سکے۔ اس لئے محبت تو نسبت کی کیفیت کا نام ہے تو  
 ضرور ہوا کہ ثبوت کیفیت کے پہلے ثبوت نسبت ہو کیونکہ ثبوت اللہ فی  
 فرع ثبوت مثبت ہے۔ یا یوں کہئے کہ ثبوت العرش ثم انقش الحال اس  
 معلوم ہوا کہ قضیہ مذکورہ غلط ہے۔ اور سنئے محمول قضیہ کا جو جزئی حقیقی  
 ہے اگر دوسری چیز پر محل کیا جاوے تو سلب اللہ عن نفسه لازم آئیگا۔  
 دیکھو اس محل کی نظیر بعدینہ (زید عمر) ہے سو جب تک زید سے زیدیت یا عمر  
 سے عمریت سلب نہ ہو عمریت زید میں قائم نہیں ہو سکتی۔ اور ظاہر ہے  
 کہ سلب اللہ عن نفسه محال ہے۔ پھر یہ محال جو لازم آرہا ہے وقت محل کو  
 یعنی ہنوز نسبت ہی کا وجود نہیں ہوا کہ محال لازم آگیا تا بہ امکان چہ سید  
 اور علی سبیل التمثیل اگر مساوق بھی ہو تب بھی امکان کو محل نہ ملا۔ اس  
 تقریب سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ قضیہ باطل ہے۔ کیونکہ مسئلہ محال  
 محال ہو کر تا ہے۔ اب اگر کہا جائے کہ یہ بھی منجملہ وجہ اتیان لغیر ہے

سوا دسکا جواب یہ ہے کہ تقریر بالاسے امکان ذاتی کا وجود باطل ہو گیا  
 اگر اس بطلان کو بھی منجملہ وجوہ امتناع لغیرہ کے تصویر کر لین تو امتناع کا پلہ  
 خوب ہی بھاری ہو جائیگا جس میں بطلان ذاتی یعنی امتناع ذاتی بھی شریک  
 ہوگا۔ سو وہ دعویٰ امکان ذاتی کا کہاں رہا۔ اور اس دعویٰ کا بطلان  
 اس تقریر سے بھی ہو سکتا ہے کہ مفہوم خاتم البین کا اگرچہ کلی ہے مگر  
 کلیت اسکی ایسی نہیں جیسے انسان وغیرہ کی ہے اس لئے کہ انسان کے  
 افراد کثیرہ ہونے میں کوئی قیاحت لازم نہیں آتی بلکہ موجود ہیں بخلاف  
 خاتم البین کے کہ اسکے معنی میں کثرت صادق آہی نہیں سکتی جیسے  
 مرکز یا اول یا آخر یا مبدا۔ حال مرکز کا سنئے کہ مرکز اس نقطہ کو کہتے ہیں  
 کہ جتنے خطوط اس سے نکل کر محیط تک پہنچیں سب آپس میں برابر ہوں۔  
 وہ خطوط نصف قطرہ دائرہ ہونگے جن کے ملتقی کا نام مرکز ہے۔ پہر اگر ان  
 خطوط کی ابتدا محیط دائرہ سے لیجائے تو مرکز منتہی ان خطوط کا ہوگا اور  
 اگر مرکز سے لیجائے تو وہ مبدا اونکا ہوگا۔ بہر حال خواہ وہ مبدا ہو یا منتہی  
 مرکز ایک نقطہ معین ہوگا جس کا فرض کرنا ہر جگہ مثل اور نقطوں کے  
 ممکن نہیں۔ اور اسی نقطہ میں یہ صفت قائم ہوگی کہ مبدا یا منتہی اور تمام  
 خطوط کا ہے جو نصف قطرہ دائرہ ہو سکیں۔ اب اگر سوائے اس نقطہ  
 معینہ کے دوسرا نقطہ فرض کریں اور کہیں کہ ممکن ہے کہ وہ بھی مرکز اور  
 دائرہ کا ہے تو یہ فرض محال ہوگا اس لئے کہ وہ صفت مختصہ یعنی منتہی اور  
 خطوط کا ہونا دوسرے میں قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ دوسرا نقطہ اس



دائرہ میں جس جگہ فرض کیا جاوے اصلی مرکز سے ہنگام ایک نصف قطر پر ہوگا  
 تو جملہ خطوط مذکورہ کا مبدا یا منتہی ہونا تو درکنار خود اس خط کا مبدا یا منتہی  
 نہیں ہو سکتا جس پر وہ واقع ہے اس لئے کہ آخر وہ خط بھی نصف قطر ہے  
 اور ہر نصف قطر کا مبدا مرکز حقیقی ہونا لازم ہے ورنہ خط نصف قطر ہوگا  
 المحال مصداق مرکز کا اگر دوسرا فرض کیا جاوے تو اسلحا لشیء عن لوازم  
 بل عن ذواتہ لازم آجائیگا اور یہ محال لذاتہ ہے۔ اب اس دائرہ کے  
 کسی نقطہ میں صلاحیت اور امکان نہیں کہ مرکز اور منتہی اوں خطوط کا  
 بن سکے۔ یہاں تک کہ اگر خود واضح اس دائرہ کا چاہے کہ کسی دوسرے  
 نقطہ کو اس دائرہ کا مرکز قرار دے تو نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی میں صلاحیت  
 ہی نہیں مان وقت دائرہ کہنے کے ممکن تھا کہ جس نقطہ کو چاہتا مرکز بنا دیتا  
 لیکن جب اس نقطہ کو معین کر چکا تو سب نقاط موجودہ و غیر موجودہ کو اس  
 دائرہ کے مابوسی کلی حاصل ہو گئے کہ اب کوئی مرکز نہیں ہو سکتا۔  
 حالانکہ مرکز کوئی شے موجود فی الخارج نہیں وجود اس کا صرف علم میں ہے  
 کیونکہ مرکز بھی ایک نقطہ ہے اور ماہیت نقطہ کی یہی ہے کہ صرف خط ہو  
 اور ظاہر ہے کہ خود خط بالفعل موجود نہیں ورنہ ترکب سطح کا خطوط سے  
 لازم آئیگا جو باطل ہے۔ پہر جب خط ہی کا وجود نہیں تو مرکز جو طرف اس کا  
 کہاں۔ مگر باوجود اسکے مرکز ایک معین شے ہے اس لئے اس دائرہ یا کرہ  
 اطلاق دائرہ کا جہی ہوگا کہ نسبت محیط کی مرکز کے ساتھ ہر جہت میں برابر ہو  
 اور اگر مرکز ہی نہ ہو جو احد المنتصبین ہو تو نسبت کیسی۔ پہر جب سے کہ مرکز

معین ہوا وہ صفت مختصہ اوسکی یعنی (متنبی جمیع خطوط مذکورہ کا ہونا) بھی اس پر  
صادق آرہی ہے۔ ہر چند یہ صفت بھی کلی ہے مگر کلیت اوسکی بھی مثل کلیت  
مرکز کے ہے کہ قبل تعین مصداق کے علی سبیل البدلیت مصداق اوسکے  
بہت سے ہو سکتے ہیں اور جب مصداق معین ہو گیا اب احتمال کثرت کا  
جاتا رہا۔ پس یہ صفت اگرچہ کہ علم مرکز کا نہیں مگر اختصاص میں اس درجہ  
کو پہنچی ہوئی ہے کہ عند الاطلاق سوائے اس مرکز کے جو جزئی حقیقی ہے  
دوسرے کے طرف ذہن منتقل ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح خاتم النبیین کا مضموم  
کہ عند الاطلاق سوائے اس ایک ذات خاص کے دوسرا کوئی متباد نہیں  
ہوتا۔ بس معلوم ہوا کہ بعد تعین مصداق کے مرکز اور مبداء اور متہا میں کثرت  
نہیں آسکتی۔ اسی طرح اول و آخر سلسلہ کا مبداء اور متہا ہو گا وہاں بھی اس  
قسم کی تقریر جاری ہوگی۔ چونکہ خاتم النبیین کے معنی بھی متہا ہے نیز میں ہے  
اس سبب سے یہ بھی اس قسم کی کلی ہوگی کہ بعد تعین مصداق کے جزئی  
حقیقی ہو جائے اور سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صادق نہ آسکے  
ہاں کلیت اوسکی قبل تعین مصداق متحقق ہے کہ علی سبیل البدلیت بہت افراد  
پر صادق آسکتی تھی جیسے مرکز مثال مذکورہ میں۔ اب یہ دیکھا جائے کہ  
مصداق اوسکا کب سے معین ہوا سو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ابتداء عالم  
امکان سے جس قسم کا وجود فرض کیا جائے ہر وقت آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم اس صفت مختصہ کے ساتھ متصف ہیں کیونکہ حق تعالیٰ اپنے  
کلام قدیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما چکا ہے۔

اب کو نسا ایسا زمانہ نکل سکے گا کہ صفت علم و کلام باری تعالیٰ پر مقدم ہو۔  
 پہر تعین ذات خاصہ اور اقصاف اس صفت مختصہ کے لئے وجود حاجی  
 شرط نہیں جیسے مرکز میں ابھی معلوم ہوا۔ اور قطع نظر اسکے خود آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا  
 ہے کہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطين یعنی ہنوز آدم علیہ السلام باقی اور  
 یکچہر میں تھے اور میں نبی تھا اب ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم ازل سے متصف اس صفت خاصہ کے ساتھ ہیں۔ اور جو قلباً  
 آنحضرت صلی اللہ وسلم کے ہر عالم میں ہوئے ہیں اور کو ہم ایسے سمجھتے ہیں  
 جیسے لڑکپن جو انی وغیرہ کہ ذات ہر وقت میں محفوظ ہے حق تعالیٰ فرماتا ہو  
وَتَقَلَّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ امام سیوطی نے مسالک الخفایا میں نقل  
 کیا ہے وقد قال ابن عباس فی تاویل قول اللہ وقلبک فی الساجدین  
 اسے قلبک من اصلاب طاهرة من اب بعد اب الی ان جلک نبیا  
 اسی مضمون کو حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے نظم میں لکھا ہے  
 تنقل احمد نور عظیم تلالانی جبین الساجدینا قلب فیہم قرنا فقرنا الی ان جابر المرسلنا  
 ذکرہ الامام سیوطی نے فی مسالک الخفایا۔ اور حافظ العصر ابن حجر عسقلانی نے  
 کہا ہے نبی الہدی المختار من آل ہاشم فہم فخر ہم فلیقصر المتداول ۛ تنقل فی  
 اصلاب قوم تشر فواۛہ ۛ مثل باللبد تکال المنازل ۛ ذکرہ السیوطی فی المقامات  
 السندیہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عالم شہادت کے پہلے بھی ذات آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محظوظ تھی کیونکہ قلب صفت ہے اور قیام صفت کا

بغیر ذات موصوف کے محال ہے اس عالم میں تشریف فرما ہونے کے پیشتر  
 آدم علیہ السلام سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جو کائنات  
 اور اول ماخلق اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوا اور بعد آدم علیہ السلام کے لکھ  
 جو تو قلبک فی الساجدین سے معلوم ہوا الحاصل وجود جزئی حضرت کا نام  
 ہے اگرچہ اطوار وجود مختلف ہوں اور حالت جزئیات میں انصاف اس  
 صفت کے ساتھ بھی موجود رہا پھر خاتم النبیین کے جزئی حقیقی ہونے میں کیا  
 کلام اگر کہا جاوے کہ اس تقریر سے خاتم النبیین مثل دوسرے اعلام کے  
 ایک علم ہو جائیگا تو اسمین فضیلت ہی کیا ہوئی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے  
 علم کی حقیقت معلوم کر لیجئے کہ ہر جماعت انسان اپنے مافی الضمیر طائر پرستین  
 محتاج اس امر کی ہے کہ ہر چیز کے مقابلہ میں ایک لفظ مقرر کرے تا جو شخص  
 اس وضع سے واقف ہو وہ لفظ سنتے ہی سمجھ جائے کہ مقصود متکلم کا  
 یہ ہے اب اس وضع کے وقت یہ ضرور ہمیں کہ اس لفظ میں کوئی معنی  
 وصفی ہوں بلکہ حروف تہجی سے چند حروف لیکر جو لفظ ترکیب دیدیا جا  
 و ہی علم ہو جائیگا اور اگر کوئی لفظ معنی دار علم ہو تو معنی سابق اسمین  
 نہیں ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ تقریر علم کا صرف اسلوا سٹے ہے کہ اسکے  
 کہنے سے ذات معینہ معلوم ہو جائے بخلاف صفت کے کہ سوائے ذات  
 کے ایک دوسرے معنی پر بھی اس سے دلالت ہوتی ہے مثلاً عالم کہ اس سے  
 ذات مع صفت علم سمجھی جاتی ہے اور صفت کا مباد اس ذات میں جوڑ  
 ہوگا۔ اور علم میں یہ بات نہیں اب دیکھئے کہ صفت ختم نبوت کی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ازل سے قائم ہے جیسے ابھی مذکور  
 ہوا مگر صفت مختصہ ہونیکی وجہ سے انحصار اس صفت کا ذات مبارک میں ہے  
 اس انحصار سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ خاتم النبیین علم ہو جائے کیونکہ  
 یہ لفظ ذات مع الصفت پر دلالت کرتا ہے نہ صرف ذات پر اس حال  
 صفت خاتمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ازل وابداً مسلم ہوگی  
 اب کسی دوسرے کا اتصاف اس صفت مختصہ کے ساتھ محال ہے جیسے کہ  
 سوائے نقطہ مخصوصہ کے متصف بصفیہ مرکزیت ہونا کسی دوسرے  
 نقطہ کا دائرہ خاص میں محال ہے۔ اب ہم ذرا ادنیٰ صاحبون سر پوچھتے  
 ہیں کہ اب وہ خیالات کہاں ہیں جو کل بدعتہ ضلالت پڑھ پڑھ کے ایک  
 عالم کو دوزخ میں لیجا رہے تھے۔ کیا اس قسم کی بحث فلسفی بھی کہیں  
 قرآن و حدیث میں وارد ہے۔ یا قرون ثلثہ میں کسی نے کی تھی پھر یہی  
 بدعت قبیحہ کے مرتکب ہو کر کجب واقع کیا استحقاق پیدا کیا۔ اداس  
 مسئلہ میں جب تک بحث ہوتی رہیگی اسکا گناہ کسکی گردن پر۔ دیکھئے  
 حدیث شریف میں وارد ہے فی مشکوٰۃ وعن جریر قال قال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنتہ سیدۃ کان علیہ وزرہا ووزر  
 من عمل بہا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارہم شئ الحدیث رواہ مسلم  
 یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اسلام میں بڑا طریقہ  
 نکالے تو علاوہ اس جرم ارتکاب کے جتنے لوگ اس کے بعد اسیر عمل  
 کرتے رہیں سب کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا اور ان کے گناہ میں کچھ کمی

نہوگی روایت کیا اسکو مسلم نے انتہی بھلا جس طرح حق تعالیٰ کے نزدیک  
 صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ویسا ہی اگر  
 آپ کے نزدیک بھی رہتے تو اس میں کیا نقصان تھا۔ کیا اس میں بھی کوئی  
 شرک و بدعت رکھی تھی جو شیخ شافعی نے نکالے گئے۔ یہ تو بلائیے کہ ہمارے  
 حضرت نے آپ کے حق میں ایسی کونسی بدسلوکی کی تھی جو اسکا بدلہ آپ  
 طور پر کیا جا رہا ہے کہ فضیلت خاصہ کا مسلم ہونا مطلقاً ناگوار ہے۔  
 یہ بات شک کہ جب دیکھا کہ خود حق تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آپ سب نبیوں کے  
 خاتم ہیں۔ کمال تشویش ہوئی کہ اسے فضیلت مختصہ ثابت ہوئی جاتی ہو  
 جب اس کے ابطال کا کوئی ذریعہ دین اسلام میں نہ ملا فلاسفہ معاندین  
 کی طرف رجوع کیا۔ اور امکان ذاتی کی خمیشہ و دوم ادسے لیکر میدان میں  
 آکر کھڑے ہو۔ افسوس ہے اس دہن میں یہ بھی نہ سوچا کہ معتقدین سادہ  
 کو انتظار اس خاتم فرضی کا کس قدر کنوین جکائیگا۔ مقلدین سادہ کے  
 دلوں پر اس تقریر معقولی کا اتنا قوض و زلزلہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خاتمیت میں کسی قدر شک پڑ گیا گو دقایق معقولی کو نہ سمجھے ہوں چنانچہ  
 بعض اتباع نے اسی بنا پر الف و لام خاتم النبیین سے یہ بات بنائی کہ  
 حضرت ان نبیوں کے خاتم ہیں جو گزر چکے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ  
 جو انبیا پیدا ہونگے انکا خاتم کوئی اور ہوگا۔ معاذ اللہ اس تقریر نے  
 کہا شک پہنچا دیا کہ قرآن کا انکار ہونے لگا۔ ذرا سوچئے تو کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے رب و خاتم النبیین ہونے میں یہ احتمالات نکالے

جاتے تو کس قدر حضرت پریشان ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صرف توراۃ کے  
 مطالعہ کا ارادہ کیا تھا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کیستی تغیر  
 ہو گئی کہ چہرہ مبارک سے آثار غضب پیدا تھے۔ اور باوجود اس خلقِ عظیم  
 کے ایسے صحابی جلیل القدر پر کیا عتاب فرمایا کہ جس کا بیان نہیں۔ جو  
 لوگ مذاقِ تقرب و اخلاص سے واقف ہیں اسکو سمجھ سکتے ہیں۔ پہر یہ  
 فرمایا کہ اگر خود موسیٰ میری نبوت کا زمانہ پاتے تو سوائے میری اتباع کے  
 انسے کچھ نہیں پڑتی۔ دیکھ لیجے وہ روایت مشکوٰۃ شریف میں ہے  
 عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من  
 التوراة فقال یا رسول اللہ ہذہ نسخۃ من التوراة فسکت فجعل یقرأ وجہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابو بکر ٹکلت التواکل ماترے  
 ما بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربنا والاکلام  
 دینا ویمجربنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم  
 موسیٰ فاتبعتموہ وترکتونی لضللتکم عن سوار البیل ولو کان موسیٰ جا واد رک  
 نبوتی لاتبعنی رواہ الدامی یعنی روایت ہے جابر سے کہ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے  
 تورات کا نسخہ لا کر عرض کی یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے حضرت  
 خاموش ہو گئے وہ لگے پڑھنے ادھر چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا ابو بکر نے  
 یہ دیکھ کر کہا اے عمر تم تباہ ہو گئے کیا چہرہ مبارک کو نہیں دیکھتے۔ عمر رضی  
 اللہ عنہ یہ دیکھتے ہی کہنے لگے میں پناہ مانگتا ہوں خدا و رسول کے غضب سے

ہم راضی ہیں اپنے پروردگار اور دین اسلام اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر اذکی پیروی کرتے تو ضرور گمراہ ہو جاتے اگر موسیٰ اس وقت زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو میری ہی اطاعت کرتے اور روایت احمد و بیہقی میں و ما وسعہ الا اتباعی ہے یعنی سوائے میری اتباع کے اون سے کچھ بڑی بڑی اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے سے صحابی باخلاص کی صرف اتنی حرکت اس قدر ناگوار طبع غیور ہوئی۔ تو کسی زید و عمرو کی اس تقریب سے جو خود خائیت میں شک ڈال دیتی ہے۔ کیسی اذیت پہنچتی ہوگی۔ کیا یہ ایذا رسانی خالی جاگی ہرگز نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ترجمہ جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو لعنت کرے گا اور اللہ دنیا اور آخرت میں اور مہیا کرے کہ اس کے واسطے دولت کا عذاب انتہی نسأل اللہ تعالیٰ توفیق الادب و ہو ولی التوفیق۔

۶)

ہر طرح سے جس کا خالق کو ہی منظور استہام	ہر درود پاک بھی ذکر شدہ عالی مقام
اور فرشتے و ایما مشغول ہیں جس میں تمام	بہت چاہت ہو خود درود اس فخر عالم پر نام

کیسی طاعت ہوگی وہ جہین ہو خود حق بھی شریک
ہی جو طاعت سیر ہی جس کا نہیں کوئی شریک

تو لہ ہے درود پاک بھی ذکر شدہ عالی مقام تیسری تسبیح میں معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ایسی کچھ رفعت دی ہے کہ کسی کو وہ بات نصیب نہیں۔ اور اسی وجہ سے نام مبارک ہر جگہ آسمانوں وغیرہ میں لکھا ہوا ہے جس کا بیان شدہیں رابع میں گذرا۔ مثلاً اسکا یہ ہے کہ بحسب حدیث شریف من احب شیئاً اکثر ذکرہ حبیب کا ذکر جس قدر ہوا چھا معلوم ہوتا ہے عام اس سے کہ خود کریں یا کوئی دوسرا۔ پھر جو سخن مشناس اس نکتہ سے واقف ہوں ظاہر ہے کہ اپنے خالق کی رضا جوئی کے واسطے خود اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کریں گے انکے لئے کوئی ترغیب کی ضرورت نہیں۔ باقی رہے وہ لوگ کہ جن تک کسی کام میں کوئی نفع خاص نہیں دیکھ لیتے اس کے طرف توجہ نہیں کرتے۔ اُن کے لئے اقسام کی ترغیبیں دی گئیں۔ پھر انہیں بھی دو قسم کے لوگ ہیں۔ بعضوں کا میلان نفع دنیوی کے طرف زیادہ ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع اخروی کے طرف ہر ایک کو اسکی خواہش کے مطابق وعدے دئے گئے۔ چنانچہ صنف اول کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ بدولت اس ذکر خاص کے فقر دفع ہوتا ہو۔ رزق کشادہ ہوتا ہے۔ بلکہ کل امور کے لئے اس میں کفایت ہے۔ اور کوئی فکر باقی نہیں رہتا۔ جو لوگ کثرت ثواب کے طالب۔ اور نفع اخروی پر راغب اور عملی رعایت سے ارشاد ہے کہ ثواب اس ذکر خاص کا پہاڑوں برابر حصہ دینے کے اور کئی غلام آزاد کر نیکی مساوی ہے۔ اور جہاد سے بڑھ کر۔ بلکہ تمام روئے زمین کے لوگ جتنا عمل کریں سب کے برابر۔ اور حق تعالیٰ کے پاس سب عملوں سے زیادہ اسکی فضیلت ہے اس کے سبب سے ہزار بار

نفعِ جاہل

نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ہزار ہا گناہ مٹاے جاتے ہیں۔ درجہ بلند کئے جاتے ہیں  
 ذاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ پیشتر اپنا مقام جنت میں دیکھ لیا  
 روز قیامت عرش کے سایہ میں رہ کر ہول و دہشت سے وہاں کے نجات  
 پا لیا۔ شفاعت اور قربت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوسکو نصیب  
 ہوگی۔ سب کام آخرت کے اوسپر آسان ہوں گے۔ حق تعالیٰ کے غضب سے  
 امن پا لیا اور برعایت اوں لوگوں کے جو طالبِ رضا سے حق ہیں ارشاد  
 ہے کہ اوس سے دل طاہر ہوتے ہیں حق تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہوتی ہو  
 فرشتے اوس شخص کے حق میں دعا سے مغفرت کیا کرتے ہیں اور خود حق تعالیٰ  
 آمین فرماتا ہے۔ پھر عموماً اہل ایمان کی ترغیب کے واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے  
 کہ میں بذاتِ خود مع تمامی ملائک کے ذکرِ خیر آنحضرت کا کیا کوتاہوں۔ علیٰ ہذا القیاس  
 اسکے سواے اور بہت سی ترغیبیں دیکھیں۔ پھر اگر اسپر بھی کوئی نہ مانے۔ تو  
 سزا اوسکی یہ ہوئی کہ نہ طہارت اسکی پوری ہو نہ نماز اور نہ دعا قبول ہوا اور نہ  
 شقی جنت کی راہ سے ہٹ کر داخلِ دوزخ ہو گا۔ الحاصل جس طرح حق تعالیٰ  
 نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرمایا رفع ذکر کے ذریعے بھی ویسے ہی قائم کئے  
 ناقط نظر ان طرقِ رفع ذکر کے جو مذکور ہوئے ہر مسلمان بھی طوعاً و کرہاً ذکرِ خیر  
 میں مصروف رہے۔ پھر وہ ذکر جس کے واسطے وعدے وعید ہیں ایسا ہی  
 ہے کہ صرف نام مبارک کی تکرار ہو اگر سے کیونکہ اس میں بے ادبی ہے بلکہ خود  
 حق تعالیٰ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلی نام سے یاد نہ فرمایا بلکہ  
 جب کبھی خطاب کیا یا یاد فرمایا کسی نہ کسی صفت کے ساتھ ذکر کیا جیسو یا ایہا المرسل

اور یا ایہا النبیؐ انا کم الرسول وغیرہ۔ مگر ایک دو جاے جہاں بالکل تعین مقصود  
 سختی صفت کے ساتھ نام کو ذکر فرمایا۔ بخلاف دوسرے انبیاء کے کہ ہر جگہ ان کے  
 نام کی تصریح فرمائی اور خطاب بھی اصلی نام کے ساتھ کیا جیسا قلنا یا آدم کن  
 و نادیناہ ان یا ابراہیم۔ اور یا موسیٰ اقبل وغیرہ۔ الغرض ذکر شریف مودبانہ  
 ہونیکے لئے ایک خاص وضع مقرر کی گئی جو مقتضائے ادب ہے۔ پھر شخص  
 اس وضع کی پابندی کے ساتھ ذکر موصوف کیا کرے وہی مستحق ان وعدہ کا  
 ہوگا۔ اور وہ وضع بعینہ دعا کی سی ہے جس میں توجہ اللہ تعالیٰ کے طرف ہو  
 اور معلوم ہے کہ دعا کو خضوع و خشوع ضرور چاہئے۔ پھر اس کے چند صیغہ مقرر  
 کئے گئے۔ اور ہر صیغہ میں تبدیلی تاثیر رکھی گئی۔ پھر ان صیغہ کو ایک خاص قسم  
 کی شرافت عطا ہوئی اور وہ نام سرفراز ہوا جو خاص معبود و حقیقی کی عبادت  
 کا نام ہے۔ یعنی صلوٰۃ۔ پس معلوم ہوا کہ صلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ایک قسم کے ذکر کا نام ہے۔ نہ کہ تہلیل سابقین یہ بات ثابت ہوئی کہ  
 جب حق تعالیٰ کا ذکر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوتا ہے  
 لہذا قال اللہ تعالیٰ اذا ذکرکرت ذکرکرت معی اور یہاں معلوم ہوا کہ جب آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو حق تعالیٰ کا ذکر بھی لازم ہے اس ملازم طریق  
 سے کلمہ سبحان رمز کائنات مَا وَدَّ عَلَیْكَ رَبُّکَ وَمَا قُلٰی کے معنی بخوبی  
 سمجھ سکتے ہیں اور وجدانی بیان کے قابل نہیں قولہ ہر طرح جس کا جو خالق  
 کو منظور اہتمام ۱۰ ابھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ذکر مبارک بکثرت ہوا کرے اس لئے تمام مسلمانوں کو درود شریف

پڑھنے کا امر فرمایا اور کس خوبی کے ساتھ کہ میں خود اس کام میں مشغول ہوں اور  
 تمام ملائک بھی اسے مسلماً فوتم کو بھی چاہتے ہیں کہ اس کام میں مصروف رہو  
 مطلب یہ کہ جب خود خدا سے تعالیٰ اور تمام ملائک تمہارے نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجا کریں تو تمکو چاہئے کہ بطریق اولیٰ اوس میں دلہی  
 اور جانفشانی کرو نہ یہ کہ ایک دو بار پر اکتفا کر لو۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے جو احسان امتیون پر ہیں اظہر من الشمس ہیں اگر فکر ہے تو  
 ہماری بخشائیں کا ہے۔ اگر دعا ہے تو ہماری بخشائیں کی ہے ہمیشہ ہماری  
 بھلائی کی ہی فکر میں گزاریں۔ اگر امتیون کو کچھ ارشاد ہوتا ہے تو یہی مقصود  
 کہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے دنیا و آخرت میں قہر الہی سے محفوظ  
 رہ کر فوائدِ داین حاصل کریں۔ اور اگر حق تعالیٰ کے ساتھ گفت و شنود  
 ہے تو اسی بارہ میں کہ کسی نہ کسی طرح سے راستہ انکی نجات کا نکلے اور  
 پروردگار نے راضی ہو جائے باوجودیکہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ  
 فَتَرْضَىٰ وغیرہ آیتوں سے تسکین دینگیں۔ مگر خدا جانے افراطِ محبت است  
 نے کیا کیا خیالات پیش کر دئے تھے کہ ہر وقت خلوت و جلوت میں حالت  
 نزاع تک امت ہی کا خیال اور اسی کی بخشائیں کا حق تعالیٰ سے سوال و جواب  
 رہا۔ اب ایسا کون کجبت ہو جو ایسے محسن کے احسانوں کو بھول جائے۔  
 مقتضائے انسانیت تو یہ ہے کہ مہدایق الانسان عبیدہ الاحسان کے  
 ساری عمر شکر گزار میں بسر کریں۔ اور یہ صرف مقتضائے انسانیت ہی  
 نہیں شریعت بھی یہی کہ رہی ہے کہ جس نے اپنے محسن کی شکر گزار میں نہ کی

خدا کا شکر بھی نہ کیا چنانچہ ارشاد ہے عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
قال من لا یفکر الناس لا یفکر اللہ رواہ الترمذی کذا فی تجربۃ الاصول یعنی فرمایا  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جس نے اپنے محسن کا شکر نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ  
کا بھی شکر نہ کیا انتہی۔ اُن احسانوں کا شکر تو کسی سے کیا ہو سکتا ہے آتا تو ہو  
کہ ذکر خیر میں حضرت کے رطب اللسان رہیں۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ خدای تعالیٰ  
اور فرشتے تو ذکر خیر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہیں اور باوجود  
احسانوں کے ہم سے یہ بھی نہ ہو سکے میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص  
استی جو نیکا دعویٰ کرے اور پھر حضرت کے ذکر خیر سے اسکو انکار ہو۔ الفرض  
جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن مدایج سے واقف ہو جسکا اہتمام  
ازل سے ہو رہا ہے۔ اور یہ جان لے کہ باوجود اس رفعت شان کے  
ہمہ تن ہماری خیر خواہی کے طرقت متوجہ ہیں تو پھر یہ نہ ہو سکیگا کہ ذکر خیر میں  
حضرت کے کوتاہی کرے یا منظر حکم جدید رہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے  
پہلے ہی سے اہتمام اس امر کا فرمادیا کہ جب عشاق حضرت پر در و پڑ ہیں  
(جو ایک قسم کا وہ بھی ذکر خیر ہے) تو چاہئے کہ شکریہ اسکا بھی عالم غیب سے  
ہوا کرے۔ چنانچہ جب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما سے  
خلق ہوئے ہیں ایک فرشتہ خاص اسی کام پر مقرر ہے کہ جب کوئی حضرت  
پر در و پڑتا ہے تو وہ فرشتہ گویا شکریہ میں اس کے کہتا ہے کہ تجھ پر بھی  
حق تعالیٰ رحمت کرے چنانچہ کنز العمال میں یہ روایت ہے عن ابی طلحۃ الانصاری  
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبریل نقال یا محمد من صلی علیک

من امتک صلوة کتب اللہ لہ بہا عشر حسنات و معانہ عشر سیئات و رفع بہا  
 عشر درجات و قال لہ الملک مثل ما قال لک قلت یا جبریل و ما ذاک الملک  
 قال ان اللہ تعالیٰ وکل لک ملکہ من لدن خلقک و فی روایت منذ خلقک  
 الی ان یشکک لا یصلیٰ علیک احد من امتک الا قال و انت صلی اللہ علیک  
 رواہ الطبرانی و ابوالفج ابن الجوزی فی کتاب الوفا مع زیادتیغی فرمایا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل نے میرے پاس آکر کہا کہ اے  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو امتی آپ کا آپ پر درود پڑھے تو حق تعالیٰ  
 اسکے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے دس گناہ مٹاتا ہے دس درجہ بڑھاتا ہے  
 اور فرشتہ اس کے حق میں وہی کہتا ہے جو وہ آپ کے لئے کہتا ہے  
 کہا میں نے اسے جبریل فرشتہ کیا کہا کہ حق تعالیٰ نے جب سے آپ کو  
 پیدا کیا ہے ایک فرشتہ قیامت تک متعین ہے اس غرض سے کہ جو  
 آپکا امتی آپ پر درود پڑھے تو وہ فرشتہ کہتا ہے (و انت صلی اللہ علیک)  
 یعنی تجھ پر بھی خدا رحمت کرے روایت کیا اسکو طبرانی نے اور ابن جوزی  
 نے کتاب الوفا میں مع زیادتی کے انتہی ذکر کیا اس حدیث کو کنز العمال اور  
 مسالک الحنفیہ اور وسیلہ العظمیٰ میں۔ فتوحات ربانیہ شرح اذکار نویدیہ میں  
 شیخ محمد بن علی نے حافظ ابو ذر ہر دی کا قول نقل کیا ہے کہ درود شریف  
 کا حکم سننے دو ہجری میں نازل ہوا بعض کہتے ہیں مہینہ شعبان کا ہوا سننے  
 شعبان کو شہر صلوة کہتے ہیں انتہی اب دیکھئے کہ درود شریف پڑھنے کا حکم  
 سننے سے ہوا اور فرشتہ موصوف پہلے ہی سے مقرر کیا گیا ہے کس قدر

اہتمام درود شریف کا اس سے ظاہر ہے اور یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ حکم سے پہلے درود شریف پڑھنے والے بھی موجود ہونگے سوائے اسکے اور  
 دو فرشتے خاص اس کام پر مقرر ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر  
 کسی کے رو برد ہوا و روہ درود پڑھے تو وہ فرشتے اسکے واسطے مغفرت  
 کی دعا کیا کریں جیسا کہ وسیلہ الغطنی میں ہے عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما  
 ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وکل لی ملکین لا اذکر عند عبد مسلم  
 فیصلی علی الا قال ذانک الملکان غفر اللہ لک وقال اللہ وکلک جوابا  
 لذینک الملکین آمین ولا اذکر عند عبد مسلم فلا یصلی علی الا قال ذانک  
 الملکان لا غفر اللہ لک وقال اللہ وکلک جوابا لذینک الملکین آمین۔  
 رواہ البطرائی وابن مردویہ ترجمہ روایت ہے حسن بن علی رضی اللہ عنہما  
 سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر کئے حق تعالیٰ نے میرے کُر  
 دو فرشتے کہ جب کسی بندہ مسلمان کے آگے میرا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ  
 مجھ پر رو پڑتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں غفر اللہ لک یعنی بخشد  
 اللہ تعالیٰ تجھ کو پہر خود حق تعالیٰ اور دوسرے فرشتے جواب میں اون کے  
 آمین کہتے ہیں اور جس نے میرا ذکر سکر و رو نہ پڑھا تو وہ دونوں فرشتے  
 کہتے ہیں نہ بخندے تجھ کو اللہ تعالیٰ اور آمین فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور دوسرے  
 فرشتے اون کے جواب میں انتہی۔ اور اسی مضمون کی یہ بھی روایت ہے  
 ویردی انہ فیل لہ یا رسول اللہ ایت قول اللہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَهُ  
 یُصَلُّونَ عَلَیْکَ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْکَ وَسَلِّمُوا سَلَامًا

فقال عليه السلام هذا من العلم المكتون ولولا انكم سالتوني عنه ما اخبركم به  
 ان الله سبحانه وتعالى وكل الى ملكين فلا اذكر عند مسلم فيصلي على الاقال انك  
 الملكان غفر الله لك وقال الله وملكته جوابا لذيالك الملكين آمين ولا اذكر  
 عند عبد مسلم فلم يصلي على الاقال ذالك الملكان لا غفر الله لك وقال الله  
 عز وجل وملكته جوابا لذيالك الملكين آمين كذا في تفسير القرطبي رح وقال  
 ابن حجر في الدر المنصور اخرج الطبراني وابن مردويه والتعلبي وغيرهم بسند فيه  
 متردك ترجمه روايت ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ عن تعالیٰ  
 جو فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ يَصَلُّوْنَ عَلٰی الْمَسِيْحِ الْاٰمِيْنِ یہ کیا  
 بات ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک علم پوشیدہ ہے۔  
 اگر تم نہ پوچھتے تو نہ خبر دیتا میں تمکو اس کے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے  
 میرے لئے مقرر فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے آگے میرا ذکر ہوتا ہو  
 اور وہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ کہتے ہیں غفر اللہ لک اور حق تعالیٰ  
 اور اس کے فرشتے اُن کے جواب میں آمین کہتے ہیں۔ اور جس نے  
 میرا نام سنا اور درود نہ پڑھا تو وہ دونوں کہتے ہیں نہ بخشے خدا ہی تعالیٰ  
 تجھکو اور ویسا ہی جواب میں آمین ارشاد ہوتا ہے انتہی زہے طالع اُن  
 لوگوں کے کہ حکمی خاص دعا کے واسطے فرشتے مقرر ہیں اور خود حق تعالیٰ  
 اور تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ صرف طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خیر خواہی کا ہے ورنہ شان کبریائی کہاں اور یہ لفظ کہاں۔ اگرچہ یقین ہے  
 کہ معنی اس لفظ کے کچھ اور ہیں۔ مگر اس لفظ کو استعمال تو فرمایا۔ سبحان اللہ



بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتیون کو کیا کیا رتبہ مل رہے ہیں  
 کہ جس کا بیان ہو نہیں سکتا مگر یہ بھی معلوم رہے کہ فقط امتی ہونا کافی  
 نہیں مدار اوکا صرف اسی بات پر ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ معاملہ ٹھیک رہے ورنہ رتبے کیسے۔ ایمان کا پتہ لگنا دشوار ہے  
 حدیث لایون من احد کم حتی اکون احب الیہ من نفسک کو دیکھ لیجئے کہ کیا  
 کھ رہی ہے۔ کلام اسین تھا کہ حق تعالیٰ نے خاص اس کام کے لئے  
 دوزخ تھے معین کئے ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعا سے خیر  
 کیا کریں اب ان فرشتوں کی عظمت کو سوئیچے کہ کل روئے زمین کے مسلمان  
 جب کبھی درود پڑھیں وہ سن لیتے ہیں۔ اور ہر ایک جواب فوراً ادا کرتے  
 ہیں۔ اگر دور کی خبر اونکو پہنچا دشوار سمجھا جائے تو چاہئے کہ جسم اونکا  
 اتنا بڑا ہو کہ کل آبادیوں کو گھیر لے اور جسم بڑا بھی ہو تو کیا صرف دوکان  
 کفایت نہ کریں گے ہر شخص کے پاس ایک کان لگا رہنا ضرور ہو گا۔  
 اول تو صرف دور کی آواز سننا ہی دشوار تھا علاوہ اس کے ہر ایک کو  
 فوراً جواب دینا دوسری مشکل ہے۔ اب اگر حدیث کا بالکل انکار کر لیا جائے  
 اس خیال سے کہ سمجھ میں نہیں آتی تو اکابر محدثین پر الزام آجایگا جنہوں نے  
 اسکو روایت کیا ہے۔ اور اگر کسی محدث نے اسکو حدیث متروک کہا  
 جب بھی خلاصی نہیں۔ کیونکہ متروک کے معنی موضوع اور بنائی ہوئی نہیں۔  
 پہر جب موضوع نہ ہوئی تو بالکل اسکے مطلب کا انکار کر لینا جائز نہوا بالفرض  
 اگر اس ایک حدیث سے انکار کر کے جان چھڑاے بھی تو کیا۔ عزرائیل

علیہ السلام کے ہاتھ سے کہاں جاسکین گے وہ تو مشرقی کو چھوڑیں نہ مغربی کو  
 سب کی خبر آن واحد میں برابر لیتے ہیں۔ کیا ان کے وجود کا بھی انکار کیا جاسکا  
 پہر جب عزرائیل علیہ السلام کا وجود اس صفت کے ساتھ مان لیا جاوے  
 تو اودن و دفرشتوں کے انکار سے کیا فائدہ ہوا اس قسم کے امور کا استبعاد  
 و انکار اکثر اسی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو صفت آدمی اپنی جنس یا محسوسات  
 میں نہیں پاتا اوسکا سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور جب سمجھ میں نہ آئے تو  
 اوسکا انکار کر بیٹھتا ہے پہر بسا وقت اسی انکار کی وجہ سے نوبت کفر تک  
 پہنچ جاتی ہے نعوذ باللہ من ذلک نجات کا یہی طریقہ ہے کہ خداے تعالیٰ  
 کی قدرت پر ایمان لائیں اور یہ سمجھ لیں کہ حق تعالیٰ جب کسی کو قدرت دیتا ہے  
 تو اوس سے سب کچھ ہو سکتا ہے ہر اسکے خلات میں عقل لگانا گمراہی ہے  
 مولانا سے روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

داند آئکو نیک بخت و محرم است	زیر کی زرا بلیس و عشق از آدم است
زیر کی بغر و شش و حیرانی بخر	زیر کی ظنست و حیرانی نظر
عقل قربان کن پیش مصطفیٰ	حبی اللہ گو و اللہ ہم کفہ
ہچو کفغان سر ز کشتی در مکش	کہ غر و شش و اد نفس زیر کش
خویش ابلہ کن تیج میر و پس	سرنگی زین ابلہ یابی و بس
با چین نور سے چویش آری کتاب	جان و حی کر سامی اور عتاب
اکثر اہل الجنت بلکہ اسے پدر	ہر این گفتت سلطان البشر
اندرین رہ ترک کن طاق و طرب	تا قلا و وزت نہ جبید تو محب

ہر کہ ادبے سر کج بند و دم بود جنبش چوین جنبش گزدم بود

الحاصل دو فرشتے ایسے جلیل القدر حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں کہ ہر ایک کا درود برابر سنتے ہیں اور اس کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور بے انتہا فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ جس قدر درود شریف پڑھا جاوے لکھ لیا کریں چنانچہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں نقل کیا ہے وعن

عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للمسا جادا تا اذا جلسا دہم الملائکۃ ان غابوا فقد ہم دہم ان مرضوا عا دہم وان را دہم رجوا بہم

وان طلبوا حاجۃ اعا نوہم فاذا جلسوا حفت لہم الملائکۃ من لدن اقدامہم الی عنان السماء بایدہم قرطیس الفضۃ والکلام الذہب یمکتون الصلوۃ علی النبی صلی

علیہ وسلم الحدیث رواہ ابو القاسم ابن بشکوال و ذکرہ صاحب الدر المنظوم ترجمہ روایت ہے عقبہ بن عامر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اوتا دہوا کرتے ہیں کہ جن کے ہنشین فرشتے ہیں جب

وہ غائب ہوتے ہیں تو وہ ہونڈتے ہیں اور انکو فرشتے اور جب بیمار ہوتے

ہیں تو انکی عیادت کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں انکو تو مرجھا کہتے ہیں

اور اگر کوئی حاجت طلب کرتے ہیں تو وہ مدد دیتے ہیں ہر جب بیٹھے ہیں

وہ لوگ تو گہیر لیتے ہیں اور انکو فرشتے ان کے پاؤں سے آسان تک

ہاتھوں میں اون کے کانغذ چاندی کہتے ہوتے ہیں اور قلم سونے کے

کہتے ہیں وہ درود جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا جاتا ہے روایت کیا انکو ابو القاسم ابن بشکوال نے اور ذکر کیا انکو صاحب درمنظوم نے انتہی

نقہ درود شکرانہ کربا بن  
عقبہ بن عامر

امام بخاری رح نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ آنکھیں بند کئے ہوئے  
 درود شریف پڑھ رہے تھے اوس حالت میں اذکو محسوس ہو رہا تھا کہ جو  
 درود شریف وہ پڑھ رہے ہیں کوئی کہنے والا اوسکو کاغذ پر لکھ رہا ہے  
 جب آنکھیں کھولیں تو وہ غائب ہو گیا اور سوا انکے کئے فرشتے اس کام  
 کے لئے خاص کئے گئے ہیں کہ جمعہ کے دن اور رات آسمانوں سے اتریں  
 اور جو لوگ درود پڑھیں لکھ لیا کریں جیسا حدیث شریف میں وارد ہے

ان الله ملئكم خلقوا من النور لا يهبطون الا ليلة الجمعة بايديهم اعلام من فيهم

وودی من فضته و تراطيس من نور لا يكتبون الا الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم

رواہ الدیلمی عن علی ذکرہ فی الوسيلة العظمی و کنز العمال ترجمہ روایت ہے  
 علی کرم اللہ وجہہ سے کہ کئے فرشتے نورانی حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جو صبر  
 جمعہ کی رات اور دن میں آسمان سے اترتے ہیں اوسکے ہاتھوں میں سونے  
 کے قلم اور دو تین چاندی کی اور کاغذ نور کے ہوتے ہیں کام ادخا صرف  
 یہی ہے کہ جو درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جاتے ہیں لکھ لیتے ہیں  
 اور درود شریف پڑھتے ہو بسا وقت فرشتے بہ کثرت آسمان سے اتر آتے

ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن زید بن ثابت قال غدونا یوما

مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى كنا نجمع طرق المدينة فاذا اعرابی أخذ خطاً

معه حتى وصل الى النبي صلى الله عليه وسلم ونحن حولہ فقال السلام عليك

ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرد البنی صلی اللہ علیہ وسلم سلامہ و جابر جل عقبہ

فقال یا رسول الله هذا اعرابی سرق البعیر لی فصنع البعیر صلی اللہ علیہ وسلم

جنین البعیر فاقبل علیہ فقال انصرف عنه فان البعیر شہد علیک انک کاذب  
 فانصرف ثم اقبل البنی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاعرابی فقال ای شیء قلت صین  
 جئتنی قال قلت یابی وای اللہم صل علی محمد حتی لا تبقی صلوة اللہم بارک علی محمد  
 حتی لا تبقی بركة اللہم صل وسلم علی محمد حتی لا تبقی سلام اللہم صل وارحم علی  
 محمد حتی لا تبقی رحمۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ابدالی والبعیر نطق  
 بغذره وان الملائکۃ قد سدوا افق السار واد الطیرانی کذا فی الوسیلۃ العظمی  
 ترجمہ روایت ہے زید بن ثابت سے کہ ایک روز صبح کے وقت ہم آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب ہم مدینہ منورہ کے چوراہہ میں پہنچے  
 دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی مہا پکڑے ہوئے چلا آ رہا ہے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر اس طرح سلام کیا السلام علیک ایہا البنی  
 درحمتہ اللہ وبرکاتہ حضرت نے اسکا جواب دیا ساتھ ہی ایک دوسرا شخص  
 پہنچ کر کہا یا رسول اللہ یہ اعرابی میرا اونٹ چرا لایا ہے اونٹ نے اوسوت  
 کچھ آواز کی جس کے سنتے ہی حضرت اوس کے طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دور ہو  
 خود اونٹ گواہی دیرہا ہے کہ توجھو ٹا ہے چنانچہ وہ چلا گیا نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اوس اعرابی کے طرف متوجہ ہو کر فرمایا جسوقت تو یہاں پہنچا  
 کیا کہا تھا عرض کیا میرے مان باپ آپ پر سے خدا ہون یہ درود پڑھا تھا  
 جس کا ترجمہ یہ ہے یا اللہ درود بھیج محمد پر اتنا کہ نہ باقی رہے نہ کوئی درود۔  
 یا اللہ برکت نازل کر محمد پر اتنی کہ نہ باقی رہے کوئی برکت یا اللہ درود اور  
 سلام بھیج محمد پر اسقدر کہ نہ باقی رہے کوئی سلام یا اللہ درود اور رحمت نازل فرما

محمد پر اس قدر کہ نہ باقی رہے کوئی رحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر وہ ظاہر فرمادیا تھا جب کہ اونٹ اپنا عذر بیان کر رہا تھا اور فرشتوں نے اس وقت افق کو بہر دیا تھا یعنی اس مرد کی برکت سے اونٹ نے اصل واقعہ بیان کر دیا اور فرشتے اس قدر نازل ہوئے کہ تمام افق اون سے بہر گیا (الحاصل بعض درود و نجا اس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ بے انتہا فرشتے تعظیماً آسمان سے اتر آتے ہیں اور جب تک کوئی شخص درود پڑھتا ہے تمام فرشتے اس کے واسطے استغفار کرتے ہیں چنانچہ کنز العمال اور وسیلہ عظمیٰ اور مسالک استغفارین منقول ہے

عن عامر بن ربیع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یصلی علیہ الاصلت علیہ الملائکۃ ادا م یصلی علی قلبی قل العبد من ذلک او لیکثر رواہ احمد وابن ماجہ والنسائی ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے فرشتے اس کے حق میں اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود پڑھتا رہتا ہے اب چاہیں زیادہ درود پڑھیں ایک انتہی لفظ ملائکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب فرشتے مراد ہیں کیونکہ اس حدیث میں کوئی قرنیہ ایسا نہیں جس سے الف دلام عہد کا سمجھا جاوے بلکہ بقرنیہ ترغیب معلوم ہوتا ہے کہ الف دلام استغراق کا ہے اور اس میں کچھ استبعاد بھی نہیں اس لئے کہ حدیث شریف سے یہ بات آئندہ ثابت ہو جائیگی کہ ایک ایک درود کے بدلے خود حق تعالیٰ ستر ستر صلوات اور بہر بہر ہوتا ہے تو تمام فرشتے کیا اگر تمام عالم اس پر درود بھیجے جب بھی کم ہوگا

استغفارین

اس قرینہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الف و لام استغراق کا ہے۔ جو با  
 یہاں تک ثابت ہوئی ہو یہ اسکی اور بہت سی حدیثیں ہیں بخوف تطویل یہ  
 یہ چند نقل لیکھیں بعد اس اہتمام کے نوبت ادن فرشتوں کی پہنچتی ہے  
 جبرائیلؑ رب العزت میں ادسکو پیش کرتے ہیں اور اس شان و شوکت سے  
 ادسکو عرش کے طرف لیجاتے ہیں کہ جہان جہان ادن کا گذر ہوتا ہے وہاں کے  
 فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اسکے بھیجنے والے پروردگار ہو اور  
 ادسکی مغفرت چاہو چنانچہ مسالک الخفا اور وسیلۃ العظمیٰ میں مروی ہے

عن ابی طلحۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یكون لصلوۃ  
 منہی دون العرش لا تمر ملک الا قال صلوا علی قائمہا کما صلی علی النبی محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کذا ذکر السخاوی فی القول البدیع ترجمہ ذکر کیا  
 سخاوی رحمہ فی قول بدیع میں کہ روایت کیا حدیث ابی طلحہ انصاری کو ابن  
 جوزی نے کتاب الوفایں اور انکی روایت میں یہ بات زاید ہے کہ وہ  
 درود سوائے عرش کے کہیں تہمتا نہیں پہر جس فرشتہ پر ادسکا گذر ہوتا ہے  
 وہ کہتا ہے کہ درود پڑھو اس کے کہنے والے پر اور استغفار کرو اسکے لئے  
 جیسا کہ پڑھا اس نے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اٹھتے۔

وفی یتیمہ ہے ابو طلحہ انصاریؒ کی ادس حدیث کا جو کنز العمال سے بھی  
 نقل لیکھی جسکا شروع یہ ہے امانی جبریلؑ فقال یا محمد من صلی علیک الحدیث  
 الحاصل لیجاتے ہیں ملائکہ ادس درود کو راست عرش کبریائی تک اور حاضر  
 کرتے ہیں بارگاہ عزت میں ادسوقت ملائکہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ لیجاؤ ادسکو

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تاکہ خوش ہوں اور اس بڑے ہنود  
 کو دعائے خیر سے یاد فرماؤں چنانچہ روایت ہے کہ کنز العمال میں ماسن عبد  
 یصلی علی صلوۃ الاعرج بہا ملک حتی یحیی بہا وجاہ الرحمن فیقول اللہ عزوجل  
 اذہبوا بہا الی قبر عبدی یتغفر لقاہا ویقر بہا عینہ الدلیلی عن عائشہ  
 ثمرہ حبہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ مجھ پر درود  
 پڑھتا ہے تو لیجاتا ہے اور سکو فرشتہ یہاں تک کہ حاضر کرتا ہے اور سکو  
 روبرو حق تعالیٰ کے (یعنی اس مقام میں کہ شہاے آمد و شد خلق ہے)  
 پس فرماتا ہے حق تعالیٰ کہ لیجاو اور سکو میرے بندہ یعنی آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی قبر کے طرف تا استغفار کریں اور سکے کہنے والے کے حقین  
 اور ہنڈی کریں اس سے اپنی آنکھیں روایت کیا اور سکو دلیلی نے  
 قسطلانی رح نے لکھا ہے کہ روایت کیا اسکو ابراہیم رشتہ ابن مسلم  
 نے اور حسن ناب نے۔ اب اس اہتمام اور فضل کو دیکھیے کہ قبل اس کے کہ  
 ہدیہ درود بارگاہ مرجع عالم علیہ الصلوۃ والسلام میں پیش ہو حق تعالیٰ  
 صرف بنظر عزت افزائی اپنی جیگاہ میں طلب فرماتا ہے۔ اور اس ارشاد  
 کے ساتھ اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور میں روانہ فرماتا ہے  
 کہ اس کے پیچھے والے کو بدعائے خیر یاد فرماؤں سبحان اللہ کیسا درجہ عظیم  
 کا یہ کم کیا گیا ہے کہ کسی کو نصیب نہوا۔ اگر ہم لوگ درود شریف پڑھا کریں تو ہمارا  
 ذکر خیر عالم ملکوت میں ہونے لگے فرشتے ہمارے حق میں دعائے خیر  
 کیا کریں خود رب العالمین لفظ آمین ارشاد فرماوے۔ اور نور عطا ہو



فخر المرسلین ہو جائیں۔ یہ سب حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے  
ورنہ ہم کہاں اور یہ ملاج کہاں۔ اور کیسی سرفرازی ہے کہ جب کوئی امتی  
سلام عرض کرتا ہے جبریل علیہ السلام بنفس نفیس حضرت کی خدمت میں پہنچتا  
ہیں۔ چنانچہ قرطبی رح نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے عن عبدالرحمن

عن عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یسلم علی

اذامت الا جبار فی سلام مع جبریل ویقول یا محمد ہذا فلان بن فلان یغیرک

السلام فاقول وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے کہ جو کوئی تم سے مجھ پر سلام عرض کرے میرے انتقال کے

بعد تو اسکا سلام مجھ تک پہنچے گا جبریل علیہ السلام کے ساتھ کہیں گے وہ مجھے

صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص فلان کا بیٹا آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں

کہوں گا اور سبھی سلام ہو جو اور رحمت اور برکتیں اللہ تعالیٰ کی انتہے

الحاصل درود شریف پہنچنے کا ایک ذریعہ وہ ہے کہ عرش سے ہو کر مع

پیام حضرت رب العزت گذرانا جاتا ہے۔ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ ادبیوت

بالا بالا اس فرشتہ کے ذریعہ سے پہنچ جاتا ہے جو خاص اسی کام پر

مقرر ہے چنانچہ فرماتے ہیں یا عمار ان اللہ مکا اعطاء سماع الخلائق و هو

فایم علی قبری اذ امت الی یوم القیمة فلیس احد من امتی یصلی علی صلوۃ

الامی یا سمیع وسمیع قال یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کذا کذا فیصلی الرب

علی ذلک الرجل یکل وحادۃ مشرط عن عمار نقلہ فی کثر العمال ترجمہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسے عمار حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ

پیدا کیا ہے اور اسکو تمام خلایق کی ساحت دی ہے وہ میرے انتقال  
 کے بعد میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر جو کوئی میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ  
 فرشتہ مجھ سے کہیگا کہ فلان شخص فلان کے بیٹے نے یہ درود آپ پر  
 پڑھا پھر درود کے بدلے حق تعالیٰ اس پر دس درود بھیجے گا یہ روایت  
 کنز العمال میں ہے اور وسیلۃ العظمیٰ میں طبرانی سے اسی روایت کو  
 نقل کیا ہے مگر بجائے فیصلی الرب الحمد پڑھ سکے یہ ہے وضمن الرب الخ  
 انه من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ علیہ عشر اذان زادوا اللہ یعنی حق تعالیٰ  
 صامن ہوا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے خدا سے تعالیٰ اس پر دس درود  
 بھیجے گا اور اگر زیادہ پڑھے تو زیادہ بھیجے گا۔ اور کنز العمال میں اسی  
 روایت کو ابن بخاری سے بھی نقل کیا ہے مگر اس میں بجائے فیصلی الرب الخ  
 کے وقد ضمن لی الرب تبارک و تعالیٰ انه ارثو علیہ کل صلوٰۃ عشر آیینے  
 صامن ہوا ہے حق تعالیٰ کہ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود  
 بھیجے گا۔ کہما قطلانی رح نے مسالک الخفافین کے روایت کیا اس حدیث  
 کو زاراہ ابوالشیخ ابن جان اور حافظ عبد العظیم منذری نے لیکن منذری  
 نے کتاب الترغیب میں لکھا ہے کہ روایت کیا اسکو سبہون نے نعیم  
 بن مضعم بن حمیری سے اور وہ معروف نہیں اور امام بخاری رح نے  
 انکولین کہا ہے یعنی اونکی روایت میں چندان قوت نہیں۔ مگر ابن  
 جان نے انکو ثقات تابعین میں داخل کیا ہے انتہی۔ اور مویہ اسکے  
 یہ بھی روایت ہے جو کنز العمال اور وسیلۃ العظمیٰ میں مروی ہے

اکثر الصلوة علی فان اللہ وکل لی ملکاً عند قبری فاذا صلی علی رجل من  
 امتی قال لی ذلک الملك یا محمد ان فلان ابن فلان صلی علیک السلام  
 رواہ الدہلی عن ابی بکر الصدیق <sup>رضی اللہ عنہ</sup> ترجمہ روایت ہے ابی بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ  
 مجھ پر زیادہ درود پڑھو حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ میری  
 قبر کے پاس رہیگا جو میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مجھ سے  
 کہہ گیگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فلان ابن فلان نے اسی وقت  
 آپ پر درود پڑھا ہے انتہی۔ اور اس روایت سے بھی یہی بات ثابت  
 ہے عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی صلی  
 علیہ ملک موکل بہا حتی یبلغنیہا رواہ الطبرانی وسمندہ جید ذکرہ ابن حجر  
 فی سالک الخفافہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص  
 مجھ پر درود پڑھے تو حق تعالیٰ اس پر درود بھیجتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر  
 کہ پہنچا دیتا ہے وہ درود مجھ کو۔ اور اسی قسم کی یہ بھی روایت ہے جسکو  
 امام بخاری رح نے قول یبعث من نفل کیا ہے عن زید الرقاشی قال ان  
 ملکاً موکل یوم الجمعۃ من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغ النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم لقل ان فلاناً من امتک یصلی علیک رواہ ابی عن تلمذ من  
 تلمذ ابن ابی شمر ال و آخرہ سعید بن منصور فی سفنہ وسمعی القاضی فی  
 اصل الصلوة ترجمہ روایت ہے زید رقاشی سے کہ ایک فرشتہ مقرر  
 ہے کہ جمعہ کے روز صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی درود پڑھتا ہے تو پہنچاتا ہے

اوسکو وہ فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کرتا ہے  
 کہ فلاں شخص آپ کا امتی آپ پر درود پڑھتا ہے اس روایت سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز جو درود پڑھے جاتے ہیں اوسکے پہنچانیکے واسطے  
 ایک جدا فرشتہ مقرر ہے سوائے اوس فرشتہ کے جس کا ذکر اوپر کی  
 روایتوں میں ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلت میں  
 بکثرت وارد ہیں اسلئے اس روز نہایت اہتمام ہوتا ہے اور بہت سے  
 فرشتے تجلعت تمام صرف درود لکھنے کو اترتے ہیں چنانچہ اسکا حال بھی  
 انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا فائدہ ۱۵ ان روایات سے یہ بات  
 ثابت ہے کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سناتا ہے اور نعمت  
 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے۔ اور اوسکو ویسی ہی  
 ساعت دیگئی ہے جیسے اون دو فرشتوں کو دیگئی جو اس کام پر مقرر ہیں  
 کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں چنانچہ حال ابھی معلوم  
 ہوا جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے  
 پاس قرب و بعد یکساں ہے اور آن واحد میں ہر شخص کی آواز برابر  
 سنتے ہیں تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعاطط علی  
 میں شک کا کیا موقع ہوگا اسلئے کہ بنی شک و انکار کا یہی تھا کہ اس میں  
 شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 خدام میں یہ صفت کمالیہ موجود ہے تو چاہئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 میں بطریق اولیٰ اور بوجہ اتم ہو چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسکی تصریح فرمادی کہ کافی الطبرانی لیس من عبد یصلی علی الالبغنی صوتہ قلنا

یارسول اللہ وبعد وفاتک قال وبعد وفائی ان اللہ حرم علی الارض ان  
 تاكل اجساد الانبیاء ذکرہ ابن حجر المکی فی الجواہر المنظم ترجمہ فرمایا جو کوئی  
 مجھ پر رو و بھیجتا ہے اسکی آواز میں بنتا ہوں صحابہ نے عرض کیا کیا اگر  
 وفات کے بعد بھی یا رسول اللہ فرمایا ان خدا سے تعالیٰ نے زمین پر حرام  
 کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجساد کو کھاسے رہی یہ بات کہ جب حضرت خود خشتے ہین  
 تو پھر رو و سلام ہو بچانے پر جو اتنے عظیم الشان و کثیر القدر افرشتے مقرر  
 ہین جن کا حال کچھ معلوم ہوا اور کچھ معلوم ہو گا اس سے کیا فائدہ سوا اسکا  
 جواب یہ ہے کہ آخر حق تعالیٰ کے حضور میں بھی اعمال بذریعہ ملائک پیش  
 ہوا کرتے ہین اور باوجود اسکے صفت علمیہ کا انکار ممکن نہیں حاصل یہ کہ  
 شے واحد کے حصول علم کے طریقے اگر متعدد و مختلف ہوں تو کچھ قیامت  
 لازم نہیں آتی بلکہ اس سے کمال قدرت و عظمت الہی معلوم ہوتی ہر اس طرح  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بھی دو طریقے تھیرائے گئے ہین۔  
 ایک یہ کہ صفت علمیہ جو کمال کثرت انسانی ہے عطا کبگئی تا اس کے حاصل  
 کرنے میں افضل مخلوقات کی احتیاج ادن ملائک کے طرف نہ ہو جو فی حقیقت  
 خدام آپ کے ہین۔ دوسرا طریقہ یہ کہ عظیم الشان ملائک اس خدمت پر  
 مامور کئے گئے جس سے شان مصطفائی اور بزرگ فرمان روائی اپنے حبیب  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام انبیاء و ملائک پر آشکار ہو جائے۔ اور وہ خصوصیت  
 و عظمت جو ازل سے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت موعی ہو گئی

جسکی وجہ سے انبیاء علیہم السلام نام مبارک کو اپنے انجام مرام کا وسیلہ اور ذریعہ ٹھہرایا گئے بعد نشا عصری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سب پر مشہود و مشکوف ہو جائے امر اول یعنی علم بلاد اسطہ کی نسبت یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ عموماً اموات کا سماع قریب سے بدلائل ثابت ہے چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جو کفار پڑے کے کنوین میں ڈال دئے گئے تھے اور ان کے طرف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا کہ **هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا** یعنی کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ صحابہ نے عرض کیا کیا آپ مردوں کو پچھا

ہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا **إِنْ مَا أَنْتُمْ بِمَعْمُومِينَ وَلَكِنْ لَا تَجْمَعُونَ** یعنی تم لوگ اور ان سے زیادہ نہیں سنتے انتہی اور سوائے اسکے سماع موتی کے باب میں کئی روایات و آیات وارد ہیں اجمال جب عموماً اہل قبور قریب سے سنتے ہوں تو چاہئے تھا کہ قبر شریف کے پاس اگر کوئی شخص سلام عرض کرے تو اسکی اطلاع کے واسطے فرشتہ کا توسط نہوتا حالانکہ یہ سلام بھی فرشتہ ہی کے ذریعہ سے پہونچتا ہے چنانچہ تصریح فرماتے

ہیں **مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْلِمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى الْاَوَّلِ اَشَدَّ بِمَا لَمْكَابِلُغْنِي رَوَاهُ فِي الشَّعْبِ** کذا فی مسالک الخفا ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر سلام کرے گا میری قبر کے پاس تو ایک فرشتہ مقرر ہوگا کہ وہ سلام مجھ کو پہونچا دیا کرے گا۔ اور کنز العمال میں اسی حدیث کو اس طور سے روایت کیا ہے **مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْلِمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى الْاَوَّلِ اَشَدَّ بِمَا لَمْكَابِلُغْنِي**

امر آخرتہ و دنیاہ و کنت بر شہیدہ یوم الیقمہ ہب عن ابی ہریرۃ ترجمہ فرمایا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو زندہ عرض کر گیا مجھ پر سلام میری قبر کے  
 پاس توحق بتالی ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا جو وہ سلام مجھ کو پھونچا دے گا  
 اور کافی ہوگا اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کے لئے اور میں  
 اس کا گواہ بنوں گا قیامت کے دن اتھے۔ اور قول بیچ میں امام بخاری  
 نے لکھا ہے فی السمعیات بسند ضعیف عن ابی ہریرۃ ایضاً مرفوعاً  
 من صلی علی عند قبری دکل بہا ملک یبلغنی و کفی امر دنیاہ و آخرتہ و کنت لہ  
 یوم الیقمہ شہیداً و شفیعاً ترجمہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری  
 قبر کے پاس مجھ پر ورد پڑھے گا تو ایک فرشتہ مجھے وہ پھونچائے گا جو  
 اس کام کے لئے مقرر ہوگا اور کفایت کرے گا وہ اس کے دنیا و  
 آخرت کے کاموں کو۔ اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور  
 شفاعت کروں گا انتہی اور روایت ہے کہ ایک شخص قبر شریف کے پاس  
 اگر سلام عرض کیا کرتا تھا حسن بن حسین نے اس کو فرمایا کہ تو اور وہ شخص  
 جو اندلس میں ہو برابر ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم و نور کا  
 برابر ہے چنانچہ اس کو قول بیچ میں نقل کیا ہے قد رومی ان رجلاً یتاب  
 قبر البنی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الحسن بن حسین یا ہذا امانتہ ورجل لا ینک  
 سواہ انتہی فائدہ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مقامات و دروازوں  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا کرتے ہیں وہ بھی حضور سے  
 محروم نہیں ہیں اب رہی وہ حدیث شریف جو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی

میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے تو میں منتا ہوں اور دوسرے ظالمک پہنچا  
ہیں تو بعد ان دلائل کے جواب اسکا آسان ہے اسلئے کہ اس میں نفی سماع  
کی تصریح نہیں ہے۔ ایک طریقہ علم کا فرمایا حسین سامعین کو استبعاد بھی  
نہو اور مقصود بھی حاصل ہو جائے۔ چونکہ عادت شریف تھی کہ حتی الامکان  
بحسب عقول و فہم سامعین کے کلام فرمایا کرتے تھے۔ اور پہلے سے فرشتوں کی  
غفلت سامعین کے اذنان میں جمی ہوئی تھی اور ان کی وسعت علم کا کسی کو  
استبعاد نہ تھا اسلئے برعایت بعض سامعین ارشاد فرمایا کہ جو درود دور  
پڑھا جاوے فرشتہ پہنچا دیا کرتا ہے۔ فہم سامعین کی رعایت و دوسری  
حدیثوں سے ثابت ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے

حدَّثَنَا النَّاسُ بِأَعْرَفُونَ أَرْثِدُونَ أَنَّ كَذِبَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاهٍ الْهَلْمِي عَنِ  
عَلِيٍّ وَرَفَعَهُ وَهُوَ فِي الْبَخَارِيِّ مَوْقُوفٌ عَلَيْهِ تَرْجِمَهُ فَرَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نَعَى كَيْفَ بَيَانٍ كَرْتَمَ لَوْ كُونَ سَعَى وَهَ بَاتِينَ جَوْدَهُ پِچَا تَنَتِ هُونِ كِيَا تَمَّ جَاتِنِ  
كَلَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِيَا كَذِيبَ هُوَ جَاوَسَ اَنْتَهَى يَنْعَى  
اَيْسَى بَاتِينَ كَبْنَا جَاتِنِ كِيَا كَذِيبَ هُوَ جَاوَسَ اَنْتَهَى يَنْعَى  
يَهْ بِي حَدِيثُ هُوَ جَوَزَرَقَانِي مِينَ مَرْدِي هُوَ وَرَوَى الْحَسَنُ بْنُ سَعْيَانَ عَنْ  
ابْنِ عَبَّاسٍ يَرْفَعُهُ أَمْرَتِ أَنَّ أَخَاطِبَ النَّاسِ عَلِيٌّ قَدَرَهُ عَقُولُهُمْ قَالَ الْحَافِظُ وَ  
سَدَّ ضَعِيفُ جَدِّ الْأَمْوَضُوعِ تَرْجِمَهُ فَرَمَا بَنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى كَيْفَ بَيَانٍ  
كِيَا كِيَا مِينَ كِيَا كَذِيبَ كَرُونِ لَوْ كُونَ سَعَى وَهَ بَاتِينَ جَوْدَهُ پِچَا تَنَتِ هُونِ كِيَا تَمَّ جَاتِنِ  
اَيْسَى وَجَدَهُ جَوْدَ قَاتِ شَبَّ مَعْرَاجِ مِينَ أَخْخَفَرْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى



ملاحظہ فرمائیے ہر شخص سے بیان نہ فرمایا بلکہ ہر ایک کو اس کے حوصلہ کے  
 موافق خبر دی چنانچہ توفیق احادیث معراج میں صاحب موابہب نے اسکی  
 تصریح کی ہے الحاصل کسی مصلحت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس موقع میں اپنے علم ذاتی کی تصریح نہ فرمائی جو دوسری احادیث میں صحیح  
 ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حق تعالیٰ ایک فرشتہ کو تو اس قدر علم سے سرفراز  
 کرے اور خاص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے ممتاز فرماوے  
 بسبب غرابت مقام کے اسی پر اختصار کیا گیا۔ یہاں کلام اس میں تھا کہ  
 تمام روئے زمین پر جس قدر درود پڑھے جلتے ہیں سب کو ایک فرشتہ  
 سنتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی وقت عرض  
 کر دیتا ہے۔ اور یہ طریقہ سوائے اس کے ہے جو عرش سے ہو کر حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود گورانا جاتا ہے اور سوائے اس کے  
 علحدہ فرشتے بھی مقرر ہیں جو درود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
 گزارتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے من صلی علی الصلوٰۃ  
 جاد فی ہمالک فاقول بلغنی عشر اوقل لہ لوکان من ہذہ العشرة واحدہ لد  
 معی الجنة وحلت لک شفاعتی رواہ ابو موسی المدنی عن ابی ہریرۃ ذکرہ  
 فی الوسیلۃ العظمیٰ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر  
 ایک بار درود پڑھے ایک فرشتہ وہ درود میرے پاس لاتا ہے پس میں  
 کہتا ہوں کہ میرے طرف سے دس درود اس کو پہنچاؤ اور کہدے اگر ان  
 دس میں سے ایک بھی ہو تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے اور

میں تیری شفاعت کروں انتہی۔ اور اسی طرح سلام پہنچانیکے لئے بھی کئی فرشتہ مقرر ہیں کہ ہمیشہ اوسے کے تلاش میں پہرا کرتے ہیں۔ پہر جان کسی کسی نے سلام عرض کیا فوراً گوران دیتے ہیں چنانچہ مسالک الحنفیہ میں روایت ہے۔ عن ابن مسعود قال ان اللہ ملئکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی

السلام رواہ احمد والنسائی والدارمی والبیہقی وابن حبان والحاکم فی صحیحہما وقال صحیح الاسناد ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے کئی فرشتہ مقرر کئے ہیں کہ سیاحت کیا کرتے ہیں اور پہنچاتے ہیں مجھ کو سلام میری امت کا انتہی پس معلوم ہوا کہ جیسے درود شریف گزرا نے جانے کی دوزخیہ ہیں اسی طرح سلام عرض ہونے کے بھی دوزخیہ ہیں ایک جبریل علیہ السلام دوسرے یہ ملائک۔ مناسب اس مقام کے اور بہت سی حدیثیں صحیح و ضعیف وغیرہ ہیں۔ منجملہ ان کے دو تین حدیثیں یہاں بیان کی جاتی ہیں ہر چند بعض محدثین نے انہیں کلام کیا ہے مگر ہم یہاں اتباع ادن محدثین کا کرتے ہیں جنہوں نے اوں کو روایت کیا ہے قسطلانی رح مسالک الحنفیہ میں اس حدیث کو نقل کیا عن انس بن مالک

عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی صلوۃ تعظیماً لحقی جعل اللہ من ملک الکلمۃ ملکاً جاح لہ فی المشرق وخال لہ فی المغرب ورجاء فی تخوم

الارض و عنق ملتویہ تحت العرش یقول اللہ تعالیٰ لہ صل علی عبدی کما

صلی علی نبیؐ فهو یرسل علیہ الی یوم القیمہ رواہ ابن شہاب فی الترمذی

والدیلی فی مسند الفردوس وابن بشکوال و ہذا حدیث منکر ترجمہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھے میرے حق کی تعظیم کے واسطے توحق تعالیٰ اس کلمہ سے ایک فرشتہ ایسا پیدا کرتا ہے کہ ایک بازو اسکی مشرق میں ہوتی ہے اور ایک مغرب میں اور پانوں زمین کے نیچے اور عرش کے نیچے اسکی گردن جھکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو فرماتا ہے تو درود پڑھ اس میرے بندہ پر جیسا کہ کہ اس نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ قیامت تک اس پر درود پڑھتا رہے گا روایت کیا اسکو ابن شاپین نے اپنی کتاب ترغیب میں اور دیلمی نے فردوس میں۔ اور ابن بشکوال نے۔ اور یہ ترقا

بھی مسالک اخفاء میں ہے وعن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ان اللہ اعطانی ما لم یط احد امن الانبیاء وفضل علی علیہم وجعل لاسم

فی الصلوۃ علی افضل الدرجات وکل یقبر فی ملکا یقال له منطوش راسہ

تحت العرش ورجلاه فی تخوم الارض السفلی وله ثمانون الف جناح فی کل

جناح ثمانون الف ریشہ تحت کل ریشہ ثمانون الف زرغبہ تحت کل زرغبہ

لسان یسبح اللہ تعالیٰ ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علی من امتی ومن لدن راسہ

الی بطون قدمیہ اقواء ولسن وریش و زرغب لیس فیہ موضع شبر الا و فیہ

لسان یسبح اللہ تعالیٰ ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علی من امتی حتی یموت روا

ابن بشکوال و هو غریب منکر بل لولای الخ الوضع لا تحت علیہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھے وہ رتبہ دیے ہیں جو کسی نبی

کو نہ ملے اور مجھ کو سب نبیوں پر فضیلت دی۔ اور اعلیٰ وجہ مقرر کئے

میری امت کے لئے مجھ پر دو پڑھنے میں اور متعین فرمایا میری قبر کے پاس  
ایک فرشتہ جس کا نام منظوش ہے۔ اس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں  
متہائے زمین اسفل میں۔ اور اس کو اسی ہزار بار و ہین اور ہزار و ہین  
السی ہزار بار اور نیچے ہر پر کے اسی ہزار روگٹے اور ہر روگٹے کے چکر  
ایک زبان ہے جس سے تسبیح و تحمید اللہ تعالیٰ کی کیا کرتا ہے اور اس  
اوس شخص کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتا ہے جو میرا امتی مجھ پر دو پڑ  
اوس کے سر سے قدم کے نیچے تک تمام منداور زبانین اور پر  
اور روگٹے ہیں۔ کہیں بالشت بہر جگہ اوسین ایسی نہیں کہ حسین زبان  
نہ ہو اوس کا کام یہ ہے کہ تسبیح اور تحمید اللہ تعالیٰ کی اور مغفرت  
اون لوگوں کے حق میں کیا کرے جو مجھ پر دو پڑا کرتے ہیں مرنے تک وایت کیا  
اسکو بشکوال نے انتہی اور وسیلۃ الغنی میں مروی ہے من عظمیٰ فقال  
الحمد للہ علی کل حال ما کان من حال و صلی اللہ علی محمد و علی اہل بیتہ اخرج اللہ  
من منخرہ الایسر طیر اکبر من الذباب و اصغر من الجراد یرفرف تحت العرش  
یقول اللہم اغفر لقاہلہا رواہ ابن بکوال عن ابن عباسؓ ترجمہ روایت  
ہے ابن عباسؓ سے کہ جو شخص چہنیک کر کہے الحمد للہ آج نکالتا ہے حق تعالیٰ  
اوسکی ناک کے بائیں تہنی سے ایک پرندہ کھی سے بڑا اور ٹیڑھے سے چوڑا  
جو موش کے نیچے پر ہلاتا ہو ایہ کہتا ہے (اللہم اغفر لقاہلہا) یعنی یا اللہ  
بخش سے اس حمد و صلوتہ کے کہنے والے کو روایت کیا اسکو ابن بکوال  
نے انتہی امام سخاوی نے قول بدیع میں کہا ہے کہ سند اس حدیث علیٰ ہیکل

ہے مگر اس میں نرید بن ابی زیاد ہیں کہ اکثر و ن نے اونکو ضعیف کہا ہو لیکن مسلم نے اونکی حدیث کو بطور متابعت ذکر کیا ہے انتہی۔

فت اب بیان بمناسبت مقام کے چند بحثیں کیجاتی ہیں۔ اگر ناظرین اوسکو پیش نظر رکھیں تو توقع ہے کہ اکثر مقامات میں بجا آمد ہوں گی۔ بحث اول یہ ہے کہ شاید بعض لوگوں کو اس بات کے سمجھنے میں تاہل ہوگا کہ الفاظ سے پرندہ کیونکر پیدا ہو سکے۔ تو اس شبہ کو یوں دفع کرنا چاہئے کہ اس قسم کے امور میں کبھی فکر کرنے کا اتفاق نہواہ ورنہ قطع نظر اس کے کہ قدرت خدا سے تعالیٰ کی مافی جہے۔ خود ہمارے رویرو ایک ایسا کارخانہ جاری ہے کہ جس سے اس قسم کے شبہات کا جواب ہو رہا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ ہر روز جو غذائیں از قسم نباتات کہائی جاتی ہیں اون سے خون وغیرہ اخلاط پیدا ہوتے ہیں پھر اودن سے گوشت اور بعض وہ فضلات کہ جن سے اولاد ہوتی ہے۔ اب ان صورتوں کے انقلاب کو دیکھیے کہ نبات کو حیوان سے کیا تعلق ہے جو اس سے یہ تولید ہو رہی ہے۔ اسی طرح اور دوسری جسمانی قوتوں کا مدار غذا ہی پر ہے حالانکہ باہم کوئی مناسبت نہیں۔ اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ کلمے سے رجو ایک قسم کا کیرا ہے پرندہ پیدا ہوتا ہے اور ہر قسم کے کیر و ن کو کڑی اپنے جنس سے بنالیتی ہے اجماعی ثقیق نظر سے بہت نظیریں مل سکتی ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ توالد کے لئے جنسیت شرط نہیں یعنی ضرور نہیں کہ ہر چیز اپنی جنس ہی سے پیدا ہو کرے۔ پھر اگر انہیں محسوسات میں شاہد

سے قطع نظر کر کے دیکھئے تو اکثر لوگوں کی عقل اس کے سمجھنے میں حیران ہو جاوے دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی خبر دے کہ غلے اور پتوں سے آج ایک لڑکا پیدا ہوا تو یکا یک یہ سمجھ میں نہ آئے گا حالانکہ یہی بات ایک اعتبار سے صحیح بھی ہے پہر یہ قول یہ جو سمجھ میں آتی ہے یہ بھی بطفیل مشاہدہ کے ہے ورنہ عقل اس کو بھی باور نہ کرتی اس سے معلوم ہوا کہ مدار ایسی عقل کا صرف مشاہدہ پر ہے۔ اس عقل کے روبرو جب تک چراغ مشاہدہ کا نہ ہو ایک قدم نہ چل سکے گی اور منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچائے گی اگر منظور ہو امتحان کسی سے پوچھ دیکھئے کہ تم نے کسی جسم کو مثلاً دیوار کو کبھی آنکھ سے دیکھا بھی ہے یا یوں ہی صرف عقل سے جانتے ہو کہ جسم ہے تو غالباً یہی کہے گا کہ جسم شے محسوس ہے ہمیشہ دیکھا کرتے ہیں۔ پہر پوچھئے کہ جسم کس کو کہتے ہیں۔ یہی کہے گا کہ جس کو طول عرض عمق ہو۔ پہر پوچھئے کہ بجلا طول و عرض تو دکھائی دیتا ہے۔ کیا عمق یعنی دل بھی نظر آتا ہے اب اگر کہئے کہ مان نظر آتا ہے تو جھوٹ ہے کہ سطح کے اندر جسم میں نظر نہیں ہوتا اور اگر کہے نہیں تو معلوم ہوا کہ جسم کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کیونکہ جسم کا بچھنا تو جیسی صادق آئے کہ اس کے قیون جز دیکھا ہوا اور جو اس سے ایک بھی نہ دیکھا تو وہ جسم نہوا بلکہ جس چیز کو دیکھا وہ سطح ہے جو جسم کا ایک عرض ہے اب دیکھئے کہ سمجھ رہے تھے کہ جسم نظر آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جسم کا ایک عرض نظر آتا ہے حالانکہ جسم جو ہر ہے۔ اس سے بھی عقل کا حال معلوم ہو گیا کہ اکثر حکم میں غلطی کیا کرتی ہے پہر ہر شخص کو اسی عقل پر

مانہ ہے کہ جس سے بڑے بڑے عقلا پر اعتراض کر دیا کرتا ہے۔ یہاں تک  
 کہ خود مخیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں عقل لگانے پر  
 بعض لوگ مستعد ہو جاتے ہیں سو یہ بڑی خطر کی بات ہے ہر مسلمان کو  
 اس سے بچنا لازم ہے ورنہ کہیں حال اداں لوگوں کا ساتھ ہو جائے  
 جولاہ الا اللہ شکر کہنے لگے اَجْعَلْ لِّاٰلِهٰتِہٖ الْهٰا وَاجْعَلْ اِنَّ هٰذَا  
 لَکِیْنِیْ حِجَابٌ یعنی کیا بنا دیا لا محضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام معبودوں کو  
 ایک معبود یہ تو بڑی عجب کی بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی دیکھ لیجئے کہ  
 اسی عقل نارسا نے ان کو کیسے بے راہ چلایا اور آخر کہاں پہنچا دیا۔  
 دوسری بحث یہ ہے کہ شاید اتنے بڑے فرشتہ کا وجود مستبعد سمجھا  
 جائیگا تو دیکھنا چاہئے کہ یہ استبعاد کس چیز سے ناشی ہے آیا تخلیق اسکی  
 مستبعد ہے یا وجود فی نفسہ تخلیق میں استبعاد کی گنجائش نہیں اسلئے کہ  
 چھوٹی سی چھوٹی مخلوق اور بڑی سی بڑی تخلیق کے حق میں برابر ہے۔  
 کیونکہ وہاں تو سوائے قول کائن کے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں چنانچہ  
 فرماتے ہیں تو لہ تعالیٰ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَا اَنْ نَّفْعُولَ لَہٗ  
 کُنْ فَکَیْنٌ یعنی جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کا تو صرف  
 کُن کہہ دیتے ہیں اور وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ پہر جب حق تعالیٰ اسکو  
 پیدا کر دے تو وجود اسکا ضروری ٹھہرا۔ اب اسکو عقل سے دور سمجھنا عقل  
 کی کوتاہی پر دلیل ہوگا۔ تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانی رح نے ان بعض  
 حدیثوں کی نسبت جو کہا ہے کہ مُنْکَرِہِیْنِ اور اُتْرَارِہِیْنِ کے اداں سے

نمایان ہیں سو اس میں تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں یہ بحث  
 فن اصول حدیث سے متعلق ہے ہم نے اس باب میں ایک رسالہ الکلام فی  
 فی الحدیث الموضوع لکھا ہے اوس میں محدثین کی تصریحات سے یہ بات  
 ثابت کی گئی ہے کہ اس قسم کے اطلاقات سے یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ الفاظ  
 حدیث قطعاً موضوع اور کسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ قولہ بھیجتا ہے خود  
 درود اوس فخر عالم پر ادا مخرج قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَهُ  
 یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ یَا اَبَتِیْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْکُمْ وَ  
 سَلُّوْا سَلَامًا ترجمہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اوسکے درود بھیجتے  
 ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم پر) اے وہ لوگو جو ایمان لائے درود بھیجو تم  
 اُن پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر اُس مقام میں چند فوائد لکھے جاتے ہیں جن پر  
 اہل ایمان کو مطلع ہونا مناسب بلکہ ضرور ہے فائدہ معنی صلوٰۃ میں صلوٰۃ  
 لغت میں دعا کو کہتے ہیں چنانچہ خطیب شریفی رح نے تفسیر میں لکھا ہے  
 الصلوٰۃ فی اللغة الدعاء قال تعالیٰ وصل علیہم اے اے اللہ اور

بخاری شریف میں ہے عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم قال الملائکۃ تصلی علی احدکم ما دام فی مصلوٰۃ ما لم یحدث تقول  
 اللہم اغفر لہ اللہم رحمہ ترجمہ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائک صلوٰۃ بھیجتے ہیں جب تک کوئی تم میں کا  
 اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے جب تک کہ حدیث نہ کرے کہتے ہیں وہ یا اللہ  
 بخش دے اوسکو یا اللہ رحم کر اوس پر انتہی صلوٰۃ کی تفسیر اس دعا کے ساتھ



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ لیکن چونکہ معنی دعا کے اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ پر صادق نہیں آسکتے اسلئے اس کے معنی میں اختلاف ہو لغویوں نے کہا کہ اس سے رحمت مراد ہے تا مراد می اور لغوی معنی میں مناسبت ہو اور وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ رحمت لازم اور غایت دعا کی ہے چنانچہ مواہب لدنیہ اور اسکی شرح میں لکھا ہے (وقال المبر والصلوة

من اللہ الرحمة) اسے الانعام اور اودہ لان المعنی تحقیقی للدعا لا یتصور فی حق اللہ تعالیٰ فاریدہ لازمہ و غایتہ اور یہی معنی بعض احادیث میں صریح بھی ہیں چنانچہ درمثور میں امام سیوطی رح نے روایت کیا ہے۔ و آخر

عبدالرزاق وابن المنذر وابن ابی حاتم عن الحسن فی قوله هو الذی یصلی علیکم قال ان نبی اسرائیل سألوا موسیٰ هل یصلی ربک فکان ذلک کبر فی صدر موسیٰ فاوحی اللہ الیہ ان خبرہم انی اصلی وان صلواتی ان رحمۃ سبقت غضبی واخرج عبد بن حمید عن شہر بن حوشب فی الایۃ قال قال بنو اسرائیل یا موسیٰ سل لنا ربک هل یصلی فتعاطف ذلک علیہ فقال یا موسیٰ یا ایسا لک

تو کما فاجبرہ قال نعم خبرہم انی اصلی وان صلواتی ان رحمۃ سبقت غضبی ولولا ذلک ہلکوا اثر رحمہ هو الذی یصلی علیک کو کی تفسیر میں روایت ہے کہ سوال کیا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے (هل یصلی ربک)

اور شہر بن حوشب کی روایت میں ہے کہ اوں لوگوں نے درخواست کی موسیٰ علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ سے اس امر کا سوال کریں الغرض شاق ہوئی یہ بات موسیٰ علیہ السلام پر پس استفسار فرمایا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام

سے کہ کیا پوچھتی ہے قوم تمہاری پس عرض کیا انہوں نے سوال انکار شأ  
ہو اماں میری صلوٰۃ رحمت ہے جو سابق ہوئی میرے غضب پر اگر نہ ہوتی  
یہ صلوٰۃ تو ہلاک ہو جاتے وہ لوگ انتہی موسیٰ علیہ السلام پر انکا سوال  
جو شاق گذرا سوا دسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ کے معنی  
و عاصیجہ جو حق تعالیٰ کی نسبت محال ہے پھر حق تعالیٰ نے خود تصریح فرمادی  
کہ میری صلوٰۃ میری رحمت ہے پس معلوم ہو گا اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ  
سے مراد رحمت ہو ا کرتی ہے اور یہی ہے مذہب ابن عباس اور عکرمہ  
اور ضحاک اور سفیان ثوری وغیرہ اہل علم کا اور ایک قول ابو العالیہ  
کا یہی یہی ہے چنانچہ الدر المنفود فی الصلوٰۃ علی صاحب المقام المحمود  
مین ابن حجر ہمشی رح نے لکھا ہے وقیل ہی (ای الصلوٰۃ) منہ تعالیٰ رحمۃ  
وتقلہ الترمذی عن الثوری وغیرہ واحد من اہل العلم ونقل عن ابی العالیہ  
وعن الضحاک اور در مشورین ہے واخرج عبد بن حمید و ابو المنذر عن  
عکرمہ قال صلوٰۃ الرب الرحمة و صلوٰۃ المملکۃ الاستغفار اور مسالک الخفایہ  
مین قسطلانی رح نے لکھا ہے قال ابن عباس اراد اللہ ان یرحم النبی صلی  
علیہ وسلم و مملکۃ یدعون و ہو معنی قول الضحاک صلوٰۃ اللہ رحمتہ اور امام  
قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے الصلوٰۃ من اللہ عزوجل ہی رحمتہ ومن  
الاستغفار ومن الامۃ الدعاء والتعظیم اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد  
اس سے تناسل ہے کما فی البخاری قال ابو العالیہ صلوٰۃ اللہ تنادہ علیہ اللکۃ  
اور اسی قول کو ابن قیم نے پسند کیا ہے چنانچہ مسالک الخفایہ قسطلانی رح

نے کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جلاء الافہام میں ابن قیم نے چہ وجہ قایم  
 کئے ہیں کہ صلوٰۃ کے معنی رحمت نہیں ہو سکتے ایک یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے  
 اُولَٰئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ مِّن رَّحْمَتِہٖ اَنْط  
 صلوٰات پر ہے اور عطف مقتضی مغایرت کو ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ رحمت  
 غیر صلوٰۃ ہے۔ دوسری یہ کہ صلوٰۃ خاص انبیاء اور مومنین کے واسطے ہر  
 اور رحمت عام اور ہر شے کو شامل ہے۔ تیسری یہ کہ اگر صلوٰۃ بمعنی رحمت  
 کے ہو تو جن لوگوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود  
 پڑھنا واجب ہے چاہئے کہ اللہم رحم سیدنا محمدؐ وال سیدنا محمدؐ کہنے سے  
 بچوب ساقط ہو جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر کسی نے کسی  
 رحم کر کے مثلاً کہا نا کہلایا تو رحمہ کہتے ہیں کہ صلی علیہ یعنی بیان رحمت صادق  
 آتی ہے اور صلوٰۃ صادق نہیں آتی۔ پانچویں یہ کہ اگر صلوٰۃ کے معنی رحمت  
 ہوں تو آیہ شریفہ کے معنی ہونگے (اللہ تعالیٰ اور فرشتے رحمت اور استغفار  
 کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو عم دعا کروا دن کے لئے) حالانکہ وجد  
 سلیم گو اہی دیتا ہے کما اول و آخر کلام اس معنی پر باہم مترتب نہیں ہوتا لہذا  
 اسکے کہ معنی صلوٰۃ کے ثنا ہوں تو تینوں جاے مضمون ایک ہو جائیگا  
 ثنا اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی تو ظاہر ہے۔ رہا یہ کہ صلوٰۃ مومنین کی  
 بصورت دعا ہے تو وہ بھی متضمن ثنا ہوگی کیونکہ ثنا کا حق تعالیٰ سے  
 طلب کرنا بھی ایک قسم کی ثنا ہے۔ اور قطع نظر اسکے طالب رحمت کو مستم  
 کہتے ہیں لکن صلی جیسے طالب مغفرت کو مستغفر کہتے ہیں چھٹی یہ کہ حق تعالیٰ

فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا  
یعنی مت پکارو تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپس میں  
ایک دوسرے کو پکارتے ہو یعنی رسول وغیرہ القاب سے پکارنا چاہئے  
صرف نام لیکر پکارنا درست نہیں اور یہ بھی صرف کفار کو تھی ورنہ اہل اسلام  
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرتے تھے اور  
یہ بات جب خطاب میں تھی تو جو اس کے معنی میں ہے یعنی دعا اور سبکی  
یہی لحاظ چاہئے اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا  
بھی ایسی کرنا چاہئے جو کسی کے واسطے نہ کیجاوے۔ اور ظاہر ہے کہ دعا  
رحمت کی ہر مسلمان بلکہ کفار و حیوانات کے واسطے بھی کیجاتی ہے  
چنانچہ استسقا میں کہا جاتا ہے اللہم ارحم عبادک وبلادک و بہائمک یعنی  
یا اللہ رحم کر اپنے بندوں پر اور شہروں پر اور جانوروں پر الحال ان  
وجوہات کے صلوة کے معنی رحمت لینا درست نہیں انتہی مختصاً۔ اور  
بعضوں نے کہا مراد اس سے مغفرت ہے کافی مسائلک الخفا و ثانیہا ان  
صلوة اللہ مغفرتہ درج القراء فی ہذا و قرۃ البیضاوی اور مواہب لدنیہ  
میں ہے وروی ابن ابی حاتم عن مقاتل بن حیان قال صلوة اللہ مغفرتہ  
وقال الضحاك بن مزاحم صلوة اللہ رحمۃ و فی روایۃ عنہ مغفرتہ حامل یہ  
کہ بیضاوی نے صلوة اللہ کی تفسیر مغفرت کے ساتھ کی ہے اور میلان  
قرآن کا بھی اسی طرف ہے اور یہی قول مقاتل کا ہے اور ضحاك بن مزاحم  
بھی ایک روایت ایسی ہی وارد ہے۔ ان حضرت کی دلیل شاید یہ حد

ہوگی جسکو ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے حدیثی اقیوب  
 الدورقی حدیثنا ابن علیہ حدیثنا ایوب عن محمد بن سیرین عن عبد الرحمن بن  
 بشیر بن مسعود الانصاری قال لما نزلت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ  
 يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یَاٰیھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا  
 سَلَامًا قَالَ وَاِیَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَلَامٌ قَدْ غَرَفْنَا فَلَیْسَ بِهِنَّ الصَّلٰوةُ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ  
 لَكَ مَا تَقْدُمُ مِنْ ذَنْبِكَ وَاَمَّا خَرَقٌ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی  
 اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ مَرَّ حَمْدِہٖ رَوٰی  
 ہے عبد الرحمن بن بشیر سے کہ جسوقت نازل ہوئی آیہ شریفہ ان اللہ و ملائکۃ  
 تو عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہ اس سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہے  
 لیکن صلوٰۃ آپ پر کیونکر ہو سکے کہ اگلے پچھلے گناہ آپ کے حق تعالیٰ  
 نے بخش دیئے ہیں فرمایا کہو اللہم صل علی محمد الخ انتہی لخصاً سوال صحابہ  
 سے صاف معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کے معنی مغفرت سمجھ گئے اور ظاہر ہے  
 کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے اور پہلے ہی مغفرت ہو چکی تھی جیسا کہ حق تعالیٰ  
 فرماتا ہے لِنُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقْدُمُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرُ  
 اسلئے صلوٰۃ کے اقبال میں ضرورت سوال کی ہوئی پر حسب ارشاد ہوا  
 کہ کہو اللہم صل تو گویا صحابہ نے اتنا لا لام تسلیم کر لیا اور سوا اسکے  
 یہ بھی دلیل ہو سکتی ہے کہ اس آیہ شریفہ میں کمال درجہ کی خصوصیت  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب اجماع ثابت ہے کافی الثواب  
 اللہ نیر الاجماع منعقد علی ان فی ذہ الآیۃ من تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والتنويه باليس في غيره اورد جيسے رحمت میں اختصاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں رہتا ویسا ہی ثنا میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں کیونکہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کی ثنا کیا کرتا

کما فی الدر المنثور للسیوطی رح و اخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ فی قوله هو الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلَائِکَتُهُ قَالَ صَلَوةُ اللّٰهِ ثَنَاءٌ وَ صَلَوةُ

الملئکۃ الثناء البتہ مغفرت قطعہ خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لہذا قال تعالیٰ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّغُفْرِ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنْبٍکَ وَ مَا تَاَخَّرُ اور کسی دوسرے کو یہ بات نصیب نہیں۔

کما روی القاضی عیاض رح فی الشفا عن ابن عمر رضی اللہ عنہ لعنت بن یدى الساعة ومنه رواية ابن وهب انه صلى الله عليه وسلم قال قال الله تعالى

سل يا محمد قتلت ما اسال يا رب اتخذت ابراہیم خلیلاً و کلمت موسیٰ کلیماً و اصطفیت نوحاً و اعطیت سلیمان ملکاً لا ینفخ لاحد من بعده فقال الله تعالى

ما اعطیتک خیر من ذلک اعطیتک الکواثر و جعلت اسمک مع اسمی ینادی برفی جوت السماء و جعلت الارض طهوراً لک و لامتاک و غفرت لک ما تقدم

من ذنبک و ما خرفانت تمشی فی الناس مغفوراً لک و لم اصنع ذلک لاحد قبلك و جعلت تملوب امتک مصاحفها و خباآت لک شفاعتک و لم

اخبأ البنی غیرک ترجمہ روایت کیا قاضی عیاض نے شفا میں اور کہا طبری قاری نے شرح میں کہ روایت کیا اوسکو احمد نے بسند حسن ابن عمر سے

کہ قرنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا

کہ کچھ مانگوین نے عرض کیا اسے پروردگار کیا مانگوں تو نے ابراہیم کو خلیل  
 بنالیا اور موسیٰ سے کلام کئے نوح کو برگزیدہ کیا اور سلیمان کو وہ ملک دیا  
 جو ان کے بعد دوسرے کو مزاوار نہیں ارشاد ہوا جو تمکوین نے دیا وہ ان  
 سب سے بہتر ہے تمکو کوثر دیا تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا جو  
 پکارا جاتا ہے آسمان میں اور تمہارے اور تمہاری امت کے لکڑیوں  
 کو طہور اور پاک بنایا اور اگلے پچھلے گناہ تمہارے بخش دئے اب لوگوں میں  
 تم منفور ہو یہ عطائیں پہلے کسی کے لئے نہوین تمہاری امت کے دلونکو  
 مصحف بنایا اور مقرر کر رکھی ہے تمہارے لئے شفاعت کسی نبی کے  
 واسطے یہ بات نہ ہوئی انتہی چونکہ دوسرے انبیاء کو یہ طبیعت مغفرت حاصل  
 نہیں اسوجہ سے انبیاء علیہم السلام روز حشر مقام خون میں ہونگے چنانچہ  
 حدیث شریف سے جو بخاری شریف میں بکرات و مرآت وارد ہے یہ بات  
 ظاہر ہے۔ اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے سلام ہے کما فی المواہب  
 وجوز الخلیمی ان یكون الصلوة بمعنى السلام شاید دلیل اس قول کی یہ ہوگی  
 کہ مغفرت اتقدم واما آخر وقت واحدین بالکلیہ ہو چکی اس میں تجدود و استمرار  
 صادق نہیں آتا حالانکہ آیہ شریفہ سے تجدود و استمرار ثابت ہے جیسا کہ  
 قریب معلوم ہوگا البتہ سلام میں استمرار ہو سکتا ہے اور سوائے اس کے  
 ابن قیم کے ان بعض دلیلوں سے اس قول کا بھی ابطال ہوتا ہے اور بعضوں کا  
 قول ہے کہ مراد اس سے ثنا و تعظیم یا فقط تعظیم ہے کما فی المواہب وقیل  
 صلوة علی خلقہ تکون خاصۃ وکون عامۃ فیکون صلوة علی انبیاء ہی ما تقدم

جہت  
 تعظیم

من الثناء والتعظیم و صلوة علی غیرہم الرحمة التي وسعت كل شيء وقال المحلی فی  
 الشعب معنی الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم اور اسی کے قریب  
 یہ قول بھی ہے کہ مراد اس سے تشریف و زیادتِ تکریم ہے کما فی المواہب  
 وحکی القاضی عیاض عن بکر الشری انہ قال الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 من اللہ تشریف و زیادة تکرمة شاید دلیل ان اقوال کی یہ ہوگی کہ آیہ تشریف  
 میں صلوا علیہ وسلم اسے ظاہر ہے کہ صلوة کچھ اور ہے اور سلام اور پانچ  
 صحابہ نے یہی سمجھا اور سوائے اسکے سلام میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں سلام علیہ السلام وغیرہ اکثر وارد ہوا ہے  
 المحال ان سب اقوال سے مقصود یہ ہے کہ کمال تعظیم و خصوصیت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک سمجھی جاوے اور علو شان و رفعت  
 منزلت و درود تشریف کی ثابت ہو یہاں تک کہ جنہوں نے صلوة سے رحمت  
 مراد لی ہے اور کما بھی مطلب یہ نہیں کہ وہ رحمت عامہ ہے بلکہ وہ رحمت مراد  
 ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص کی گئی ہے چنانچہ زرقانی  
 نے اسی قسم کا جواب اس اعتراض کا دیا جو صاحب مواہب نے اس قول  
 وار د کیا ہے کہ اس آیت اُولَئِكَ عَلِمْتُمْ صَلَوَاتٍ مِّنْ رَبِّكُمْ وَمِنْكُمْ  
 سے صلوة رحمت میں مغایرت ثابت ہے حیث قال واجب بان الصلوة اکثر

المقرنة بالتعظیم فی اخص من مطلق الرحمة وعطف العام علی الخاص کثر  
 مستعمل اور اس تقریر سے صاحب مواہب کا یہ اعتراض بھی دفع ہو جاتا ہے  
 کہ جب یہ آیہ تشریف نازل ہوئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کا طریقہ



تو ہم نے جان لیا یعنی السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صلوۃ آپ پر  
 کس طور پر پڑھیں فرمایا کہوا اللہم صل علی محمد و آلہ حدیث سوا اگر صلوۃ کے معنی رحمت  
 ہی ہوتے تو فرمادیتے سلام میں ہی تم نے اسکو بھی جان لیا کیونکہ آمین  
 (وہ رحمت اللہ وبرکاتہ) موجود ہے۔ یہ اعتراض اسوجہ سے دفع ہو سکتا ہے  
 کہ رحمت اللہ سے مراد رحمت عامہ ہے اور صلوۃ سے مراد رحمت خاصہ  
 اور ضرور نہیں کہ عام کے معلوم ہونے سے خاص یہی معلوم ہو جاوے  
 کما قال الزرقانی والجواب ما قد علم من قول علی ان الصلوۃ اخص  
 من مطلق الرحمة پر جب صلوۃ رحمت خاصہ کا نام نہیں لیا تو رحمت کے ذکر کو صلوۃ کا  
 لازم نہیں آتا کیونکہ جہاں خاص کا ذکر مقصود ہو وہاں عام کا ذکر کافی نہیں  
 جیسا کہ انسان کا ذکر جہاں مقصود ہو وہاں حیوان کہنا درست نہ ہوگا اسی طرح  
 سے ابن عبد البریج نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے  
 وقت رحمہ اللہ تعالیٰ کہنا درست نہیں کما قال السخاوی فی القول البیض  
 جزم ابن عبد البر بالمتنع فقال لا یجوز لاحد اذا ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 ان یقول رحمہ اللہ لانه قال بن صلی علی ولم یقل من رحم علی ولا من دعی  
 لی وان کان معنی الصلوۃ الرحمة ولکنہ خص لہذا اللفظ تعظیما لہ فلا یعدل  
 الی غیرہ ویؤیدہ قولہ تعالیٰ لا تجعلوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَکُمْ وَکَیْلاً  
 بَعْضُکُمْ بَعْضًا اس تقریر سے پہنچ اعتراض ابن قیم کے بھی دفع ہو گئے  
 باقی رہا چٹا اعتراض ادبکا اور اسکا جواب یہ ہے کہ اللہم صل الخ کی نہایت  
 ہر چند دعا کی ہے مگر جب تکلیف الصلوۃ کے جواب میں وہ ارشاد ہوا تو

بحسب تعیین شارع صلوٰۃ اسی کا نام ہوگا۔ اسی وجہ سے ان الفاظ شریعہ کو کوئی پڑھ لے تو صلی علی البنی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا صادق آجائے گا نہ وعاذ حالانکہ وضع صیغہ دعا کے واسطے ہے مگر یہ امر ظاہر ہے کہ جب کام کا حکم حق تعالیٰ نے فرمایا اس کے امثال میں کوئی کام کیا جاتا ہے مثلاً نماز کے حکم پر قیام و رکوع وغیرہ ادا کئے جاتے ہیں اور روزہ کے پر بھوکے پیاسے رہتے ہیں بخلاف اسکے درود شریف پڑھنے کیلئے جب صلوٰۃ ارشاد ہو تو کوئی کام نہیں کیا جاتا بلکہ یہی کہا جاتا ہے اللہ صلی علیہ وسلم یہ تو بلاشبہ ایسا ہوا جیسے بنی اسرائیل نے قال کے حکم کے جواب میں فقاً تلاً کہا یعنی تمہیں لڑو وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عہدہ برائی اور سکی کسی سے نہ ہو سکے گی فرما دیا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ ہی کے تفویض کر دیا کر دینے تفویض کر دینا ہی صلوٰۃ ہو جائے گا اسی مسئلہ میں امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر مسمیٰ بتاویلات القرآن میں اسی قسم کی تقریر کی ہے مکافا لالکمال

ان فی الآیۃ الامر للمؤمنین ان یصلوا علی البنی ثم قال لما سئل عن کیفیۃ الصلوٰۃ علیہ وما یمتہا فقال ان یقولوا اللہم صلی علی محمد و ہذا سوال من اللہ تعالیٰ ان یتولی بنفسہ الصلوٰۃ علی محمد علیہ السلام و فی ظاہر الایۃ ہم المامورون یتولون الصلوٰۃ بانفسہم علیہ فکیف یخرجون عن الامر بالصلوٰۃ علیہ بالمدعا و السؤال من اللہ تعالیٰ بالصلوٰۃ علیہ فنقول ہم امرنا بالصلوٰۃ و ہی الغایۃ من الثناء علیہ و لکنہ لم یر البنی صلی اللہ علیہ وسلم

فی سُبُطِ طَائِفَتِهِمُ الْقِيَامِ بِنِجَاتِهِ مَا مَرَدَابِهِ مِنَ التَّنَازُعِ عَلَيْهِ فَا مَرِ هَمَّ أَنْ يَكْلُوَ أَذْكَاءَ لِكُلِّ شَيْءٍ تَقَا  
 وَيَفُوضُوا إِلَيْهِ وَأَنْ يَسْأَلُوهُ لِيَتَوَلَّى ذَلِكَ هُوَ وَوَهْمُهُمْ لَمْ يَرَوْا فِي دُسْعِهِمُ الْقِيَامَ بِنِجَاتِهِ  
 التَّنَازُعِ عَلَيْهِ وَالْأَفْلَاحُ فِي ظَاهِرِ الْآيَةِ سُؤَالُ لِلَّهِ تَعَالَى أَنْ يَصِلِيَ بِهِ نَفْسَهُ  
 عَلَيْهِ وَلَكِنْ فِيهَا الْأَمْرُ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِأَنْ يَصِلُوا عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ تَفْصِيلُ  
 اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر شے کے لئے ایک حقیقت اور ہر ایک مخصوصہ  
 حق تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَأَعْظَمُ  
 كُلِّ شَيْءٍ خَلْقُهُ وَإِنَّمَا قَالَ وَكُلُّ شَيْءٍ خَلْقُنَا بِقَلْبٍ  
 اور نظائر اس کے بہت ہیں جیسا کہ موت کی صورت دینے کی ہے اور  
 قیامت میں فوج کی بجائے گی۔ اور نیل و فرات کی حقیقت کو سدۃ النہی  
 کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کما فی کنز العمال من البحار  
 رُفِعَتْ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى فَنَبَتْهَا فِي السَّمَاءِ السَّابِقَةِ نَبْتًا شَبَّاهًا لَلْأَلْبَانِ بِحُورٍ وَرَقَابًا  
 أَذْوَاقِ الْغِيَاةِ فَإِذَا رُبْعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ فَأَمَّا  
 الظَّاهِرَانِ النَّيْلُ وَالْفَرَاتُ وَأَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ الْحَدِيثُ  
 یعنی سدۃ النہی کے پاس میں نے دو نہریں دیکھیں دو ظاہر کی دو باطن  
 کی ظاہر کی دو نہریں نیل و فرات ہیں اور باطن کی جنت میں دو نہریں ہیں  
 اسی طرح ایک خزانہ ہے جس میں اچھے اچھے اخلاق رکھے ہیں کما فی الجامع الصغیر  
 للسيوطی ان محاسن الاخلاق مخزونه عند الله تعالى فاذا احب الله عبداً  
 منحه خلقاً حسناً الحکیم عن العلاء بن کثیر مرسلات ترجمہ روایت ہے علاء بن  
 کثیر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے اچھے اخلاق

اللہ تعالیٰ کے پاس مخزون ہیں جب کسی کو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے  
 تو اسکو کوئی اچھا خلق عنایت فرماتا ہے اور جامع الصغیر میں ہے الحمد للہ  
 تملأ المیزان والتبسیح والتکبیر یملأ السموات والارض والصلوة نور الحدیث  
 حم نحمدہ عن ابی مالک الاشعری ترجمہ فرمایا حضرت نے الحمد للہ  
 میزان کو بھر دیا اور تبسح و تکبیر آسمانوں کو اور زمین کو بھر دیتی ہیں  
 اور نماز نور ہے اور زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے و اخراج  
 احمد وابن حبان والنصایہ و رجال الصصح عن جابر مرفوعاً اتیت بمقالید النبی  
 علی فرس ابلق جازلی بہ جبریل علیہ قطیقة من سندس یعنی میرے پاس دنیا  
 کی کجیاں لائی گئیں جن کو جبریل علیہ السلام ابلق گھوڑے پر میرے پاس  
 لائے اور اس قسم کی روایتیں کثرت موجود ہیں حامل یہ کہ حق تعالیٰ  
 کے نزدیک ہر چیز کی ایک حقیقت ثابت و موجود ہے لیکن بعضوں کا  
 وجود اس عالم میں محسوس ہے اور بعضوں کا محسوس نہیں چنانچہ احادیث  
 مذکورہ بالا سے ظاہر ہے یہ ہر حقیقت دوسری سے ممتاز ہے جو تفسیر  
 خاص چنانچہ انہیں احادیث سے یہ بات بھی ظاہر ہے اور یہ حدیث  
 بھی اس پر دلیل ہے جو کنز العمال میں ہے اذا کان یوم القیمة جارا لایان  
 والشکر یحبثون بین یدی الرب فیقول لایان انطلق انت والہک  
 الی النبیؐ فی تاریخہ عن صفوان بن عسال ترجمہ روایت ہے کہ فرمایا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز ایمان اور شرک  
 حاضر ہونگے اور حق تعالیٰ کے روبرو دونوں زانو بیٹھے جائیں گے ایمان کو اٹھا

ہوگا کہ تو اپنے اہل کے ساتھ جنت میں چلا جانا تھی۔ اسی طرح درود شریف کا بھی حال سمجھنا چاہئے کہ ایک شے ممتاز ہے اور وجود اس کا اس عالم کے جنس سے نہیں اور نہ ادراک اس کا حواسِ جسمانیہ سے ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے متعلق ہے اور تعجب نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ بھی لیتے ہوں کیونکہ ملکوت وغیرہ عوالم کی اشیا جن تک خیال کی رسائی دشوار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس تھیں۔ اس سے بڑھ کر کیا چاہئے کہ قیامت کی اشیا کو یہاں سے ملاحظہ فرماتے تھے کما فی الفردوس اللہیمی عن جابر بن

رفع لی بیت المقدس وانا عند الکعبۃ فجعلت انظر الیہ والی ما فیہ ولقد رأت جہنم والہا فیہا واہل الجنتہ فی الجنتہ قبل ان یدخلوا کما انظر الیکم فیہ فرایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس رو برو میرے کیا گیا جسکو میں دیکھ رہا تھا اور قبل اسکے کہ جنتی جنت میں اور دو زخمی و زنج میں جاؤں میں انکو اپنے اپنے مقامات میں دیکھ لیا ہوں جس طرح تھو دیکھتا ہوں وہی المواہب ردی الشیخان من حدیث عقبۃ بن عامر قال صلی رسول اللہ صلی علیہ وسلم علی قتل احد بعد ثمان سنین کالمودع للاحیاء والاموات ثم طلع النہر

فقال انی بن امیرکم فرط وانا علیکم شہید وان موعدکم الموض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ہذا وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض الحمد بیث۔ ترجمہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء و احد پڑا تھ سال کے بعد جیسا کہ کوئی رخصت کرتا ہے زندون اور مردون کو پھر جڑ ہے حضرت

منبر پر اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے میرے منزل ہوں اور تمہارا شاہد ہوں اور ہمارے اور تمہارے ملنے کی جگہ ہے جسکو میں اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھکو دیکھیں انتہی اور سوا اسکے اس دعویٰ پر اور بہت سی دلیلیں ہیں۔ الغرض صلوٰۃ کا ادراک و احساس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے دوسرا دوسرا واقعہ ہو گیا جیسا کہ کوراد و رزاد سیاہ و سفید پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور مثال اسکی ایسی سمجھنا چاہئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال یعنی پے پے روزے بلا افطار رکھنا شروع کئے صحابہؓ نے بھی اتباع کا قصد کیا ارشاد ہوا کہ مجھکو اپنے پر قیاس مت کرو کہلاتا ہے مجھکو میرا رب اور پلاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے عن ابی سعید الخدریؓ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یقول لا توأصلوا فایکم اراد ان یوأصل فلیوأصل حتی السحر قالوا فایکم توأصل یا رسول اللہ قال لست کہینکم انی ابیت لی مطعم یعنی مساقی لیسقین۔ و فی روایت منہ یعنی ربی و لیسقین اس کہانے پینے کی حقیقت دوسروں کو کیا معلوم ہو سکے۔ اگر وہ ہمارے کہانے پانی کی جنس سے ہوتا تو صوم وصال ہی کیونکہ جاتا اور لست کہینکم وغیرہ کیونکہ فرماتے۔ ایسا ہی صلوٰۃ کا ادراک و احساس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے اور تعجب نہیں کہ وقرۃ یعنی فی الصلوٰۃ سے اسی کے طرف اشارہ ہوا اگرچہ اکثر محدثین نے معنی اسکے نماز کے لئے ہیں مگر اسپر کوئی قرینہ نہیں بخلاف معنی درود کے کہ اسپر یہ حدیث قرینہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی مامن عبد

یصلی علی الاعرج بہا ملک حتی یجہی بہا و جاہ الرحمن فیقول اللہ عزوجل اذہبوا  
 بہا الی قبر عبدی یستغفر لقاہما و تقر بہا عینہ الدیلمی عن عائشہ کذا فی کنز العمال  
 یعنی درود جب حق تعالیٰ کے پاس گزرانا جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اوسکو لیجاؤ تا اس سے اونکی آنکھیں ٹہنڈی  
 ہوں انتہی۔ اسی وجہ سے بعضو نکا مذہب یہی ہے کہ مراد قرۃ عینی فی الصلوۃ  
 سے درود ہے لہذا قال القسطلانی فی مسالک الخفا معنی قرۃ عینی فی الصلوۃ  
 فی حدیث جب لی من دنیا کم ثلاث النساء الطیب و جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ  
 الصلوۃ التي ذکرہا فی قولہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ وَہٗوَ کَلِّمَکَ تَدُلُّکَ عندہ بعض انتہی  
 یہ تو اللہ تعالیٰ کی صلوۃ کا حال تھا اب رہی صلوۃ ملائکہ اور مومنین و مؤمنین  
 نے لکھا ہے کہ مراد اس سے استغفار و دعا ہے وجہ اوسکی یہ معلوم ہوتی  
 ہے کہ صلوۃ یعنی رحمت خاصہ کا خزانہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو  
 اوس میں داخل نہیں ہو سکتا خواہو نکا کام صرف دعا گوئی ہے۔ اور وہ بھی صرف  
 اس شخص سے کہ ہم بھی دعا گو ہیں ورنہ پیارے رحمت خاصہ کا اتنا بغیر دعا کے  
 ہمیشہ جاری ہے جیسا کہ خود حق تعالیٰ اس آیت شریفہ میں بصیغہ استمرار اوسکی  
 خبر دیتا ہے۔ مگر چونکہ اس دعا و استغفار پر بھی صلوۃ ہی کا اطلاق فرمایا  
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس صلوۃ کی ہر  
 دعا کی کو بدل کر اسی صلوۃ کی صورت میں جلوہ فرماتا ہے جو مختص آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور یہ کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ جب ایمان  
 لایوں لون کی سنیات کی صورت کو بدل کر حسنات کی صورت میں جلوہ گر کرتا

تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعا کی صورت کو ان کی خوشنودی کے واسطے بدل دینا مالک کن فیکون کے نزدیک کونسی بڑی بات ہے دیکھ لیجئے سیدنا کو حسان بنا دینا اس آیہ شریفہ سے ثابت ہو قال تعالیٰ اَللّٰهُمَّ مَنْ قَابَ وَ اَمِنْ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَ اَوْ لَئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيْمًا ترجمہ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک پس بدل دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ اور اللہ غفور و رحیم اس صورت میں تینوں صلوات کی صورت بالمال ایک ہی ہوگی۔ اوپر یہ بھی قرینہ ہو سکتا ہے کہ جب آیہ صلوٰۃ نازل ہوئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہوئی صلوٰۃ کا کیا طور ہوگا چنانچہ درمشور و غیرہ اکثر کتب میں اس مضمون کی روایتیں وارد ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے واخرج ابن ابی سعد واحمد وعبد بن حمید والبخاری والنسائی وابن ماجہ وابن مردويه عن ابی سعید الخدری قال قلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف الصلوٰۃ قال قولوا اللہم صل علی محمد عبدک ورسولک كما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کیا بרכת علی ابراہیم کذا فی اللہ المنقولہ للسیوطی فی تفسیر آیتہ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِکَتُہٗ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ سے مراد صحابہ نے دعا نہ سمجھی ورنہ ہر شخص دعا گوئی میں مصروف ہو جاتا ہوتا کی وجہ یہی ہوگی کہ رحمت نازل کرنا تو خاص اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس امر کا اتنا ہلکا ہوا کہ تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ ان الفاظ



کو کہد یا کرو اس تقریر سے ابو منصور ما تریدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا  
 مطلب بھی معلوم ہو گیا جو ابھی مذکور ہوا اور وہ اشکال بھی دفع ہو گیا جو قطار  
 نے شرح بخاری میں وارد کیا ہے کہ **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ** میں لفظ  
 اللہ کی خبر محذوف ہے یا اللہ و ملئکتہ دونوں کی خبر یصلون ہے یہ نہیں  
 ہو سکتا کہ یصلون دونوں کی خبر ہو کیونکہ اللہ کی صلوٰۃ کچھ اور ہے اور  
 ملئکتہ کی کچھ اور ایک لفظ کا استعمال دو معنی مختلف میں وقت واحد میں  
 درست نہیں۔ اور اگر کہا جاوے کہ لفظ اللہ کی خبر محذوف ہے یعنی  
 یصلی اور یصلون ملئکتہ کی خبر ہے تو وہ بھی درست نہیں اسلئے کہ بخمین  
 تصریح ہو چکی ہے کہ جب معنی دو خبروں کے جدا جدا ہوں تو اسوجہ سے  
 کہ دوسری خبر محذوف پر دلالت نہیں کرتی ایک کو حذف کرنا درست نہیں  
 اگرچہ لفظ دونوں کا ایک ہو جیسے زید ضارب و عمرو بن اگر محذوف ضارب  
 سے چلنے والا مراد ہو یعنی مسافر اور مذکور سے مازنیوالا کہا قال القسطلانی  
 فی شرح البخاری **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ** اختلاف  
 ہل یصلون خبر عن اللہ و ملائکتہ وعن الملئکتہ فقط و خبر الجمالۃ محذوف لغائر  
 البصلا تین لان صلوٰۃ اللہ غیر صلوٰۃ ہم اسی ان اللہ و ملئکتہ یصلون الا ان  
 فیہ یحتمل وذلک انہم نصوا علی انہ اذا اختلف مدلول الخبرین فلا یجوز حذف  
 احدہما لدلالة الآخر وان کا نا بلقط واحد فلا نقول زید ضارب و عمرو یعنی  
 و عمرو ضارب فی الارض اسی مسافر و وجہ دفع اشکال یہ ہے کہ تمیون صلوٰۃ  
 حقیقت میں ایک ہیں اور مصداق سب کا ایک ہی قسم کا ہونہ مختلف

انکلمتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین فرمایا ہے تو  
 گویا ذات مبارک منبع رحمت ہے کہ تمام عالموں سے متعلق رحمۃ کا ذخیرہ  
 یہیں سے ہوتا ہے۔ اسلئے صلوٰۃ ورحمت الہی پیاپے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے تا اودھر سے استفادہ اور ادھر سے اقامت  
 برابر جاری رہے۔ فائدہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے  
 وَمَلٰئِكَتُكَ يَبْصُرُوْنَ اَعْيُنُكَ فرشتہ درود پڑھتے ہیں اور  
 آدم علیہ السلام کے سجدہ کے باب میں فرمایا فَجَدَّ الْمَلٰئِكَۃَ  
 كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ یعنی تمام فرشتوں نے اذکو سجدہ کیا۔ اہل مذاق  
 وجدان سلیم سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس اضافت و ترک اضافت میں کس قدر  
 لطف رکھا ہے امر وجدانی تو بیان میں آنہیں سکتا مگر بحسب ظاہر ہر شخص  
 اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ اس اضافت میں کوئی معنی زائد ایسے ہوں گے  
 جو صرف ملائک کہنے میں نہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ اضافت تعریف  
 یا تخصیص کے واسطے ہو جیسے غلام زید میں۔ کیونکہ زید کے سوا دوسرے  
 بھی غلام ہوتے ہیں تو غلام زید سے فائدہ تعریف یا تخصیص کا ہوگا  
 بخلاف ملائکہ کے اسلئے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں کسی دوسرے  
 نہیں۔ پس ملائکہ کہنے سے نہ تعریف ہوئی نہ تخصیص۔ بلکہ اس اضافت  
 یہ معلوم ہوا کہ جس فرشتہ کو نسبت حق تعالیٰ کے طرف ہے یعنی تمام  
 فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے ہیں اور اس حکم  
 سے کوئی فرشتہ مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو مستثنیٰ ہوگا اس سے یہ

نسبت باقی رہے گی اور یہ محال ہے۔ پہر یہ بات ظاہر ہے کہ سب فرشتے  
 اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں باوجود اسکے جب نسبت اپنی طرف فرمائی تو معلوم  
 ہوا کہ صرف عزت افزائی اور انکی اس نسبت سے مقصود ہر جیسے فرماتا ہے  
 اِنْ عِبَادِي لِكَيْتَلَكُفَ عَنْكَ كُلُّ شَيْءٍ لِّعْنَةُ الشَّيْطَانِ یعنی جب شیطان نے  
 آدمیوں کو گمراہ کرنے پر اپنی آمادگیان ظاہر کیں ارشاد ہوا کہ میرے  
 بندوں پر تیرا کچھ غلبہ نہیں حالانکہ سب بندے اللہ تعالیٰ کے ہیں تو جیسے  
 عبادی کی اصناف سے شرافت اور عباد کی ظاہر ہوتی ہے جو دام  
 میں شیطان سکے نہیں آتے ویسا ہی ملائکتہ کی اصناف سے شرافت  
 اور ملائک کی ظاہر ہوتی ہے جو درود پڑھتے ہیں۔ اور شرافت کی وجہ یہی ہوئی  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی نسبت اور ان کے طرف  
 کی گئی ورنہ یہی ملائک ہیں جن کا ذکر فِجْدَالِ الْمَلٰٓئِكَةِ میں یہی کیا گیا  
 کچھ ایسے طور پر کہ جس سے کوئی شرافت ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ عیب کا  
 خیر خواہ بھی اپنا ہی سمجھا جاتا ہے۔ الحاصل ملائکتہ یصلون کا یہ مطلب ہوا  
 کہ جتنے فرشتے عالم علوی اور سفلی میں ہیں سب کے سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر ہمیشہ درود پڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے انکو وہ فضیلت و خصوصیت  
 عطا ہوئی کہ جس کا عرض مذہب عشاق میں شاید جان بھی فدا کریں تو  
 نہ ہو سکے۔ کیونکہ عشاق اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ محبوب جب کسی  
 کو اپنا کہدے تو اسکی کیا حالت ہوگی غرض ملائکتہ میں جو باتیں رکھی ہوئی  
 ہیں فجد الملائکۃ میں نہیں ہیں فائدہ نقد اور تمام ملائک کی جو ہمیشہ درود پڑھتے

کے پڑنے میں مشغول ہیں حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس قدر ہے چنانچہ مصرح  
 ارشاد ہے وَمَا يَكُنْ لَكُمْ جُنُودٌ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ترجمہ نہیں جانتا ہے  
 آپ کے پروردگار کے لشکر و ن کو کوئی سوائے اس کے انتہی۔ مزید توضیح  
 کے واسطے یہاں چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات ثابت  
 ہو جائیگی کہ شمار فرشتوں کا حد سے باہر ہے منجملہ انکے ایک یہ ہے جو امام  
 سیوطی رحم نے حبابک مین ذکر کیا ہے واخرج ابو الاشخ عن الحكم قال بلغني  
 انه ينزل مع المطر من المملكت اكثر من ولد آدم والبيس يحبون كل قطرة  
 واين يقع ومن يرزق ذلك النبات ترجمہ یعنی پانی کے ساتھ اس قدر  
 فرشتے اترتے ہیں کہ ان کی تعداد آدمیوں اور جنات سے بڑھی ہوئی ہے  
 وہ ہر قطرہ کو شمار کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیتے کہ وہ کہاں گرے گا اور  
 اُس سے جو سبزی پیدا ہوگی کس کا رزق ہے انتہی اور ایک یہ ہے جو حبابک  
 ہی میں مذکور ہے واخرج ابو الاشخ عن طريق مجاهد عن ابن عباس عن النبي  
 صلى الله عليه وسلم قال ليس من خلق الله اكثر من المملكت ما من شيء ثبت  
 الا ملك موكل بها ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی مخلوق خدا  
 کی فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے کوئی نبات روئیدگی ایسی نہیں کہ جس پر  
 ایک فرشتہ موکل اور متعین نہیں انتہی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو  
 کہ تمام عالم میں جس قدر موجودات ہیں سب سے زیادہ فرشتے ہیں اور  
 حضائض کبریٰ میں امام سیوطی رحم نے روایت کیا ہے واخرج الترمذی  
 وابن ماجه وابو نعیم عن ابی ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني

اری ما لاترون واسمع ما لاسمعون اطت الساء وحق لها ان تطالیر فیہا  
 موضع اربع اصابع الا و ملک واضع جبہ ساجداً ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتیں  
 ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان بوجہ کے سبب سے چرچراتا ہے اور یہاں  
 او سکونزاوار ہے کیونکہ اوسین کوئی چار انگل کی ایسی جگہ نہیں ہے  
 جس میں کوئی فرشتہ پیشانی رکھے ہوئے سجدہ میں نہوا انتہی اور حاکم نے  
 مستدرک میں روایت کیا ہے عن عبد اللہ بن عمر ان اللہ تعالیٰ خبر الخلق  
 عشرۃ اجزاء فجعل الملئکۃ تسعۃ اجزاء و سائر الخلق خبر ترجمہ روایت ہے  
 عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے دل  
 حصے کئے نو حصے فرشتے نائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات انتہی اور  
 سوائے اسکے کئے حدیثیں ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائک  
 اس کثرت سے موجود ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ جس کا شمار  
 نہیں اگر اسکی تفصیل پر مطلع ہونا ہو تو اسجاہک فی اخبار الملائک جو  
 خاص ملائک ہی کے احوال میں امام سیوطی رح نے لکھی ہے او سکودیکھ لیں  
 حاصل یہ کہ اسقدر مقربان بارگاہ الہی جنکی تعداد تمام عالم کے موجودات  
 کئی حصہ بڑا کر ہے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں  
 مصروف ہیں اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کام میں اپنی مشغولی  
 بلا کیف ظاہر فرماتا ہے تو تھوڑے سے آدمیوں کا درود دہان کس قدر  
 دشوار میں ہو سکتا ہے مگر یہ شان رحمۃ للعالمین کہ باوجود اس کے

اقیمون سے اس تحفہ محقرہ کی درخواست فرماتے ہیں اور وہ بھی کس خوبی کے ساتھ کہ اگر تم ایک بار درود پڑھو گے تو خدا سے تعالیٰ تم پر ستر بار درود بھیجے گا اور عظم فرشتے تمہارے حق میں دعا کریں گے اور کل حاشین دینی و دنیاوی تمہاری ردا ہوں گی۔ اگر انصاف ہو تو معلوم ہو کہ یہ صرف بندہ نوازی ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک و مان یہ تحفہ محقرہ کس قطار و شمار میں۔ بڑی افسوس کی بات ہے کہ خود شاہ کونین جن سے ہر طرح کی امیدیں ہیں ایک اس قسم کا ہدیہ ہم سے طلب فرما دین اور اس کی کچھ پروا نہ کی جائے پھر یہ بھی نہیں کہ اعتراف تصور ہو بلکہ مخالفانہ ایسی دلیلین قائم کجاؤ جس سے یہ بات ثابت ہو کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت کے موافق عمل کیا جاوے تو اوسین قباحتیں لازم آئیں گی نعوذ باللہ من ذلک واقع میں اودھر سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں مگر ادھر جب تنگی حوصلہ ہو اور قابلیت و استعداد نہ ہو تو اس کا کیا علاج۔ سچ ہے ہر لمحہ ہر منٹ کے انجیر نیست آگہ العالمین جیسا تو نے اپنے حبیب کو ہماری خیر خواہی کے طرف متوجہ فرمایا ایسا ہی اودھین کے طفیل سے ہمیں فہم سلیم بھی عطا کیجو کہ اؤ کی نوازشوں اور خیر خواہیوں کو سمجھیں اور تیری اور ادنیٰ قدر کریں۔

اب ہم ذرا ان حضرات سے پوچھتے ہیں (جسکے مشرب بن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر چندان ضرور نہیں) کہ کیا آپ نے کبھی اللہ تعالیٰ کی بھی قدر کی ہو یا وہ بھی صرف دعویٰ زبانی ہے۔ کیونکہ اس آئیہ شریفہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کس قدر ہوگی جو

ہمیشہ کیلئے اوپر اپنا صلوة بھیجنا ظاہر فرماتا ہے۔ پہر اگر عظمت حق تعالیٰ کی مسلم ہے تو چاہئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی دل میں متکون ہوتی۔ برخلاف اوسکے جب تنظیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرق آگیا تو معلوم ہوا کہ یہ اور مثال اس کی جو قدر دانیان اور عزت افزائی ان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ نے فرمائی ہیں اوسکی کچھ وقعت نہیں۔ اور یہ بالکل منافی دعویٰ عظمت کبریائی ہے۔ میری دانشت میں کسی مسلمان کا عقیدہ ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ جلد اہل اسلام جانتے ہیں کہ شیطان نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اوسکی وجہ یہی تھی کہ اوس نے اپنے زعم میں حق تعالیٰ کی عظمت خوب جارکھی تھی کہ کسی کی عظمت کو اوس کے دل میں مطلقاً جاے نہ تھی۔ مگر جب حق تعالیٰ نے اوسکا مرتبہ ظاہر فرمایا اور اوس نے اوسکی بقدری کی اور مغظم نہ سمجھا صرف اسی وجہ سے مردود ٹھہرا۔ اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ گو حق تعالیٰ کی تنظیم کا اوسکو دعویٰ تھا مگر دل میں اوسکا اثر نہ تھا اور اسکی مثال بعینہ ایسی ہوئی جیسے کفار حق تعالیٰ کو خالق ارض و سما کہتے تھے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے **وَلَا تَرْسَخُ لَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَیْقُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ**۔ مگر بت پرستی اور لوازم اوسکے اس قول کو انکے باطل کہتے دیتے تھے چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

گروہ پرسی گبر را کاین آسان	آفریدہ کیست دین خلق جہان
گوید آئنا آفریدہ آن خداست	کافریش ہر خدائیش گواست

کہا تھا کہ نیکو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد زجر کے فرمایا کہ ومن یعص الله  
 ورسوله کفر اور اگر وقف و سکوت کی وجہ سے زجر مقصود ہوتا تو فرماتے ومن  
 یعصہما فقد غوی متصل کہ انتہی لخصاً اگرچہ امام قرطبی رحمہ نے اس مقام  
 میں طویل و عریض بحث کی ہے جیسا کہ معلوم ہوا مگر مہنوز اسمین نظر کو گنجائش  
 ہے اس لئے کہ مسلم شریف کی روایت باوجود معارض ہونے روایت ابی داؤد  
 کے اگر مسلم بھی ہو تو اس سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ ایک ضمیمہ میں خدا  
 و رسول کو جمع کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اس خطیب کو (الوجہ سے کہ قریب العهد بشرک ہے) جمع کر لینے سے منع  
 فرمایا ہو تو یہ منع کرنا ایک مصلحت خاص کی وجہ سے ہو گا نہ عموماً جیسا کہ ابتدائے  
 زمانہ حرمت خمر میں ظروف خمر یعنی دبا ختم نقیر اور زفت کا استعمال ممنوع تھا  
 اس وجہ سے کہ اسے شراب یاد آتی تھی پھر بعد ایک زمانہ کے جب خمر سے نفرت  
 پیدا ہو گئی استعمال اُن ظروف کا جائز کر دیا گیا چنانچہ حرمت اور اجازت  
 کی روایتیں صحاح میں موجود ہیں اور دلیل اس بات پر کہ کسی دوسری وجہ سے  
 خاص اس خطیب کو ومن یعصہما کہنے سے منع فرمایا تھا یہ ہے کہ خود آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ایسے صیغوں کو استعمال فرمایا ہے چنانچہ کنز العمال  
 میں روایت ہے عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 یا الایمان قال ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وچہ لا شریک لہ وان محمد عبدہ ورسولہ  
 وان یموت اللہ ورسولہ احب الیک ما سواہما الحدیث رواہ احمد فی مسندہ  
 ترجمہ یعنی ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



ایمان کیا ہے فرمایا یہ کہ گواہی دو توحید و رسالت کی اور یہ کہ اللہ اور رسول کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو دیکھتے سوا ہمارے صغیر خدا کے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف پرتی ہے۔ بلکہ خود لفظ من بعصہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ابو داؤد میں ہے عن ابن مسعود  
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا تشہد قال الحمد للہ تسعینہ وتسعفر  
 ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من پیدہ اللہ فلا ضل لہ ومن یضل فلا ہادی لہ  
 واشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبده ورسوله ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً  
 بین یدی الساعة من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد وبعصہا فانه لا یضی الا نفسه لا  
 یضی اللہ شیئاً۔ وعن یونس انه سال ابن شہاب عن تشہد رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم یوم الجمعة فذكر نحوه وقال ومن بعصہا فقد غوی الحدیث رواہ ابو داؤد  
 ترجمہ روایت ہے ابن مسعود نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ  
 پڑھتے تو اوسین فرماتے ومن بعصہا فانه لا یضی الا نفسه اور ایک روایت  
 ومن بعصہا فقد غوی ہے انتہی لخصاً ان حدیثوں سے یہ بھی بات ثابت ہے  
 کہ یہ خطبہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور ابن ابی الدنیانے  
 کتاب التخریر میں اور ابن عساکر نے تاریخ ابن عقیبہ نے خطبہ طولانی  
 نقل کیا ہے حسین یہ الفاظ بھی موجود ہیں ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن  
 بعصہا فقد ضل صلاً لا میناً ذکرہ فی کنز العمال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور صدیق اکبر کا ومن بعصہا ہمیشہ خطبہ میں پڑھنا ثابت ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح  
 ہوگا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ضمیر میں جمع کرنا درست نہیں

فائدہ اہل عربیت کے نزدیک مسلم ہے کہ جملہ میں ثبوت محکوم کا محکوم علیہ کیلئے  
 ہوا کرتا ہے خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو خواہ اسمیہ لیکن جملہ اسمیہ میں بہ نسبت فعلیہ کے  
 دو باتیں زاید ہوتی ہیں ایک اس ثبوت کی تاکید دوسرا دسکا و ام چنانچہ  
 سعد الدین تفتازانی رح نے مختصر معانی میں لکھا ہے الجملہ الاسمیۃ تالیف الثبوت  
 و دوامہ اس سے ثابت ہوا کہ ان الله و مملکتہ کتہ یصلون سے تاکید  
 اس امر کی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ  
 درود بھیجتے ہیں۔ یہ مفاد صریح جملہ اسمیہ کا ہوا۔ پھر مسندین یعنی یصلون کے فعل  
 مضارع ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فعل مسند الیہم سے آنا فائدا صادر ہوتا  
 جاتا ہے کما قال ابن حجر فی الدر المنضود و کما افادہ الجملۃ الدوام لکونہ اسمیۃ کذلک  
 تفید التجدد و نظر الخیر کما قالو فی اللہ یتنہی بہم و کما قال القسطلانی فی شرح البخاری  
 تحت الآیۃ الموصوفۃ و عبر بصیغۃ المضارع لیدل علی الدوام و الاستمرار۔ غرض  
 استمرار صلوٰۃ کا دو طور سے ثابت ہوا ایک بدلیل جملہ اسمیہ۔ دوسرا اسوجہ سے  
 کہ فعل مضارع خبر ہے اور اسکی تاکید بھی جملہ اسمیہ ہونے کے سبب سے ہو گئی  
 جب اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم میں اپنے اور ملائکہ کے ہمیشہ درود بھیجنے پر ایسے  
 قرائن قایم کر دیے تو اب کو ان مسلمان ہو گا کہ باوجود اسکے اس میں تردد یا انکار  
 کرے۔ مگر حق تعالیٰ نے اس پر بھی کفایت نہ کر کے اس جملہ کو لفظ ان کے ساتھ  
 موکہ فرمایا جو تردد اور انکار سے دفع کرنے کو لایا جاتا ہے کما فی التلخیص و ان کا  
 مخاطب متردو انی الحکم طائبا لہ حسن تقویۃ ہو کہ و ان کان منکرا و جب  
 توکیدہ بحسب الانکار۔ اب یہاں دیکھنا چاہئے کہ وہ کون لوگ ہونگے جن کا تردد

اور انکار اس کلام قدیم میں ملحوظ ہوا۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ زمانہ نزولِ نبی شریفیہ  
 میں یا اہل ایمان تھے یا منافق یا کفار۔ کفار و منافقین تو اس خطاب میں  
 شریک ہی نہیں اس لئے کہ مخاطب اہل ایمان ہیں جو یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
 کے ساتھ ندا کئے گئے ہیں۔ اب رہے اہل ایمان یعنی صحابہ بفضلہ تعالیٰ یا  
 اذن حضرت کا اس درجہ قوی تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کو  
 کوئی خبر دیتے تو بلا تردد مان لیتے تھے چہ جائیکہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں  
 خبر دی اور اون کو تردد ہو نشانِ صحابیت ہرگز اسکو قبول نہیں کر سکتی غرض  
 اونکا حال بھی مقتضی تاکید نہ تھا جب تینوں اصناف موجودہ کے لحاظ سے  
 تاکید نہ ہوئی تو ضرور ہوا کہ سوائے اون کے کوئی اور لوگ ہونگے جن کا لحاظ  
 اس تاکید میں کیا گیا اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر لحاظ کسی کے تردد اور انکار کے  
 اس کلام مبلغِ معجز میں تاکید لائی گئی ہو۔ اگرچہ مصداق اونکا معین کرنا ہمارا  
 کام نہیں۔ مگر ہر شخص کا ذہن بادئے تامل انہیں آخری زمانے کے مسلمانوں  
 کے تبادر ہو گا جن کا ایمان قرآن شریف پر ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو متحق ایسے مراح عالیہ کے نہیں سمجھتے فی الحقیقت یہ کمال عنایت حق تعالیٰ  
 کی ہے کہ تنبیہ فرمادیا۔ تا سمجھ جائیں کہ جب اس درجہ کی اعتناء بالشان اور  
 مشغولی دایمی اپنی اور ملائک کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوة میں  
 اس اہتمام سے بیان فرماتا ہے تو کس قدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 ہم لوگوں کے دلون میں متکون ہونا چاہئے۔ اگر اس پر بھی عقیدہ کو کچھ حرکت ہو  
 تو بارگاہِ لاابالی میں کیا پروا وہاں تو نُوْلُہِ مَا تُوْلٰی کا عمل جاری ہے

قائدہ جب حق تعالیٰ نے کمال عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تمام  
 صلوٰۃ عالم ملکوت میں اور استمرار اپنی صلوٰۃ کا صراحتہ اور کنایہ ہر طرح سے  
 فرمادیا۔ عنایات ازلی نے جوش کیا اور توجہ اس طرف ہوئی کہ حضرت کے امتی  
 بھی اس دولت عظمیٰ اور ذریعہ قصویٰ سے بے نصیب نہ رہیں اول اون کو  
 یا ایہا الکہکروا بغفلت سے جگایا تا ہوشیار ہو جاوین اور نگوش جان نین  
 کہ کیا ارشاد ہوتا ہے کیونکہ اہل عربیت نے قیصر کی ہے کہ لفظ ایہا تنبیہ کیو  
 ہے اہل ایمان تو پہلے ہی سے مستعد اور مشغول تھے چنانچہ پیشتر اسکا حال معلوم  
 ہو چکا اسپر تنبیہ گویا تازیانہ شوق ہو گئی اب تو یہ حضرات بخود ہن اور مارے  
 خوشی کے اپنے میں ساتے نہیں۔ اول تو یہ خوشی کہ اپنے ہر یہ محقرہ کو بھی ایسی  
 صلاحیت عطا ہوئی کہ بارگاہ باعث ایجاد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں گورنا  
 جاسکے۔ اور اوپر یہ سرفرازی کہ ایسے امر میں اشتغال مطلوب ہے جس کے  
 طرف حق تعالیٰ اپنی توجہ دائمی ظاہر فرماتا ہے اس حق خطاب کا لطف ہوا  
 حضرات جانتے ہیں جن کے دل ایمان اور محبت خدا و رسول سے مالا مال ہیں  
 قائدہ جب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ یہ با وقعت کام یعنی تحفہ صلوٰۃ بارگاہ  
 خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں گذرانا جن دانش سے بھی لیا جائے  
 اون میں سے اعلیٰ درجہ کے افراد منتخب کر کے خطاب فرمایا یا ایہا الذین  
 امنوا صلوا علیہ۔ کیونکہ مومنین وہ با وقعت اور معزز لوگ ہیں خدا تعالیٰ  
 کے نزدیک اون سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ  
 روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شیئ اکر م علی اللہ من

شخص عن ابن عمر ذکر فی کثر العمال وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم المؤمن اکرم علی اللہ من المملکۃ المقربین ابن النجار ذکرہ فی کثر العمال  
 ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک  
 ملائکہ مقربین سے اور ہر چیز سے زیادہ تر بزرگ ہے اور ابن ماجہ میں روایت ہے  
 عن عبد اللہ بن عمرو قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ  
 ۱۰ یقول یا اظہبک یا اظہبک یا اظہبک یا اظہبک واغظم حرمتک والذی نفسی  
 ۱۱۰ وسمی اللہ علیہ وسلم) بیدہ لحرمتہ المؤمن اعظم عند اللہ حرمتہ منك مالہ ودمہ  
 ۱۲۰ ان لئن بہ الا خیر آخر ترجمہ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو میں نے دیکھا کہ عین طواف خانہ کعبہ میں فرماتے تھے کہ کیا اچھا ہے تو  
 اور تیری خیر شہداء اور کیا عظمت ہے تیری اور تیرے حرمت کی خدا کی قسم  
 مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے انتہیٰ لخصوصاً  
 اور اہل ایمان کے شان میں صدیقین و شہداء کا لقب وارد ہے چنانچہ تفسیر  
 در تفسیر میں امام سیوطی رح نے کئی حدیثیں اس مضمون کے نقل کی ہیں  
 منجملہ ان کے ایک یہ ہے واخرج ابن جریر عن البراء بن عازب سمعت رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم یقول مؤمنوا متی شہدا یرثکم تملأ البنی صلی اللہ علیہ وسلم  
 ۱۳۰ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ  
 ۱۴۰ عِنْدَ رَبِّهِمْ تَرْجَمُهُ بَرَارٍ بِنِ عَازِبٍ كَقَتِهِ هُنَّ مِّنَ رَّسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ۱۵۰ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے میری امت کے مومنین شہداء ہیں پھر پڑھا  
 ۱۶۰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ يَتَّبِعُوا رُسُلَهُمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُولِهِ

ایمان لائے وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین و شہداء ہیں انتہی  
 اور ایک روایت یہ ہے اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ہریرۃ انہ قال یومئذ  
 عندہ کلکم صدیق و شہید قیل لہ ما تقول یا ابا ہریرۃ قال اقرؤوا الذین  
 آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون و الشہداء عند ربہم ترجمہ ایک  
 ابو ہریرۃ نے اپنے رفقا سے کہا کہ تم لوگ سب صدیقین و شہداء ہو کسی نے  
 کہا اے ابی ہریرۃ یہ کیا کہتے ہو کہا اگر تامل ہو تو اس آیت کو پڑھ لو والذین  
 آمنوا بالآیۃ اور اس میں یہ روایت بھی ہے و اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید  
 مجاہد قال کل مومن صدیق و شہید ثم تلاوا الذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک  
 ہم الصدیقون و الشہداء عند ربہم ترجمہ مجاہد نے کہا کہ ہر مومن صدیق و شہید  
 ہے اور استدلال میں یہ آیت پڑھی الذین آمنوا باللہ ورسولہ الآیۃ  
 تفسیر و مفسرین اسی مضمون کی کئی روایتیں ابن جریر اور ابن منذر اور ابن  
 ابی حاتم اور عبد الرزاق اور عبد بن حمید اور ابن جان سے ذکر کی ہیں بخلاف  
 مطلب یہ ہے کہ مومنین کو مراتب صدیقین و شہداء کے حامل ہیں اور مومنین  
 وہ لوگ ہیں جنکو گناہ کچھ ضرر نہیں دیتا چنانچہ ارشاد ہو قال البقی صلی اللہ  
 علیہ وسلم محال لا ینفع مع الشکر شئ کذلک لا یضر مع الایمان شئ خط عن عمر  
 حل عن ابن عمر ذکرہ فی کثر العمال ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے جیسا کہ شکر کے ساتھ کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ  
 کوئی چیز ضرر نہیں دیتی انتہی یعنی اہل ایمان کو گناہ سے کچھ ضرر نہیں اہل ایمان  
 وہ لوگ ہیں جنکی دل شکنی حق تعالیٰ کو بالکل منظور نہیں چنانچہ بخاری شریف

میں روایت ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ  
 تعالیٰ وما تزدود عن شئی انا فاعلمہ تزدومی عن قبض المؤمن کیرہ الموت وانما کیرہ  
 مسارتہ الحدیث ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ  
 فرماتا ہے کہ جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں او سمین مجھے کبھی تزدود نہیں ہوتا  
 جس قدر کسی ایماندار کی روح کے قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو مکروہ  
 جانتا ہے اور میں اس کے رنجیدہ کرنے کو مکروہ جانتا ہوں انتہی اللہ اکبر مومن  
 کی کیا شان ہے باوجودیکہ موت خود اس کے حق میں ایک نعمت عظمیٰ ہے  
 مگر صرف اس کی خاطر شکنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ کو او سمین تزدود ہوتا ہے  
 اور اود لوگوں کی بینائی کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں  
 چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اتقوا فراستہ المؤمن فانه یبصر بنور اللہ عز وجل شیخ عن ابی سعید حکیم الترمذی  
 یسمو یہ طب عد عن ابی امامۃ وابن جریر عن ابن عمر کذا فی الجامع الصغیر  
 ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی فراست سے  
 ڈرتے رہو وہ اللہ عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے احوال اہل ایمان کے  
 فضائل و خصوصیات بکثرت ہیں جن میں سے چند بطور مشقی نمونہ از خود ار  
 ذکر کیگئیں۔ اب غور کیجئے کیا ہر مسلمان متقی ان مراتب عالیہ کا ہو سکتا  
 یا ہر کس و نا کس اپنے آپ کو مصداق ان کرامات کا سمجھ سکتا ہے واقع  
 میں ایمان حقیقی نہایت ہی عزیز الوجود ہے فقط چند اعمال ظاہری سے  
 یہ رتبہ نہیں مل سکتا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ

لَمْ تَقُومُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ  
 ترجمہ کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو  
 کہ فرمانبردار می ہوتے قبول کی اور ہنوز تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا  
 اسی وجہ سے جب حارثہ بن سراقہ نے کہا: صبحت مومنا حقا فرمایا حضرت علیؓ  
 علیہ وسلم نے انظر ماذا تقول یعنی دیکھو کیا کہتے ہو مجھ کو کہو جب صحابی کی نسبت  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استبعاد ظاہر فرمایا ہو تو ہر کس و نا کس کا  
 ایمان کس شمار میں پورا واقعہ اور سکایہ ہے جسکو ابن اثیر نے فی اسد الغابۃ  
 فی معرفۃ الصحابہ میں ذکر کیا ہے عن انس قال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 یشی اذا استقبلہ شاب من الانصار فقال انبئی صلی اللہ علیہ وسلم کیف آیت  
 یا حارثہ قال صبحت مومنا حقا قال انظر ماذا تقول فان کل قول حقیقۃ فایقۃ  
 ایامک قال یا رسول اللہ عرفت نفسی عن الدنیا فاسیرت لیلی واطمات نہای  
 وکانی بعرض ربی عز وجل باررا وکانی انظر الی اہل الجنة تینا ورون وکانی انظر  
 الی اہل النار تیغا وون فیہا قال الزم عبدہ نور اللہ الایمان فی قلبہ فقال یا رسول اللہ  
 ادع اللہ لی بالشہادۃ فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنودی یومانی اخل  
 فکان اول فارس ركب واول فارس استشهد فبلغ ذلک امہ فجارت سؤل اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان یکین فی الجنة لم اکب ولم احزن  
 وان یکین فی النار کیت ماعشت فی دار الدنیا قال یا ام حارثہ انہا لیسبت بحبۃ  
 واحدة ولكنها جنات وان حارثہ فی الفردوس الاعلی فرجبت امہ وہی تضحک  
 وتقول یخ یخ لک یا حارثہ ترجمہ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ کہ ایکبار آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک جوان انصاری سامنے آیا  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اودن سے پوچھا کس حالت میں تم نے صبح کیا  
عرض کی اس حالت میں کہ سچا کہوں ہوں فرمایا دیجو کیا کہتے ہو ہر بات کی ایک  
حقیقت ہوتی ہے تہلاؤ تو تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے عرض کی میں نے  
اپنے نفس کو دنیا سے علحدہ کیا راتیں بیداری میں بسر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میں  
اب حالت یہ ہے کہ عرش رب العالمین کو گویا طاہر دیکھ رہا ہوں اور گویا دیکھ رہا  
ہوں کہ اہل جنت آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل نار و دوزخ میں چلا رہے ہیں  
حضرت نے فرمایا اسی بات پر ہمیشہ رہو۔ تمہارے دل میں ایمان منور ہے  
انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے حضرت نے  
دعا کی تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ معرکہ جادو پیش آیا وہ سب سے پہلے  
ہوے اور سب سے پہلے شہید ہوئے جب اونکی والدہ کو اونکی شہادت کی خبر  
پہونچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ  
اگر میرا لڑکا جنت میں ہے تو نہ میں روؤں گی اور نہ غمگین ہوں گی۔ اور اگر دوزخ میں  
ہے تو عمر بھر روتی رہوں گی۔ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ام حارثہ  
جنت ایک نہیں ہے بلکہ بہت سی ہیں اور تمہارا فرزند فردوس اعلیٰ میں ہے  
یہ سنتے ہی وہ ضعیفہ منہ ہتی ہوئی لوٹیں اور کہتی تھیں واہ واہ اے حارثہ تمہاری  
مقصود یہ ہے کہ ایمان حقیقی کے دعوے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
استبعا و ظاہر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان کچھ اور ہی ہے صرف  
مومن کہہ دینا یا سمجھ لینا کافی نہیں۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ تیس صحابیوں سے

مجھے ملاقات ہے جسکو دیکھا اسی خوف میں پایا کہ مرتبہ صحابیت تو درکنار کہیں  
 منافقون میں شریک نہوں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے قال ابن ابی  
 ملیکہ اور کثرت ثلاثین من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم نجات کلہم النفاق  
 علی نقسہ۔ اصل یہ ہے کہ ایمان کے تمام شرائط و لوازم جب تک پورے طور پر  
 نپائے جائیں گویا ایمان ہی نہیں چنانچہ امام احمد ابن حنبل اور بیہقی اور نسائی  
 اور ابن ماجہ نے ائمہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے لایو من احدکم حتی اکون احب الیہ من ولده ووالده والناس اجمعین۔  
 کذا فی کنز العمال ترجمہ کوئی ایسا نذر نہیں ہوتا جب تک میری محبت اپنی اولاد  
 اور والد اور سب لوگوں سے بلکہ اپنی ذات کی محبت سے زیادہ نہ ہو کما فی مسند  
 احمد ابن حنبل لایو من احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسه کذا فی کنز العمال اور  
 سواہب لدنیہ میں بخاری شریف سے منقول ہے ان عمر بن الخطاب  
 قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانت یا رسول اللہ احب الی من کل شئی الا من  
 نفسی الی من غیبی فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یؤمن احدکم حتی اکون  
 احب الیہ من نفسه فقال عمر والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی  
 من نفسی الی من غیبی فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان یا عمر ترجمہ ایکجا  
 عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ سوائے اپنی ذات کے آپ کو  
 سب سے زیادہ درست رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا جب تک میری محبت آپ  
 نفس سے زیادہ نہ ہو ایمان ہی نہیں تب عمر نے عرض کی قسم ہے خدا کی جس نے  
 آپ پر کتاب اتاری آپ کی محبت میرے نفس سے بھی زیادہ ہے فرمایا اب

ایمان کامل ہوا اسے عمر انتہی۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایمان والے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں پھر  
 جسکو یہ رتبہ حاصل ہو تو ظاہر ہے کہ کس قدر درود شریف میں وہ شخص اہتمام  
 کرتا ہوگا۔ کیونکہ بظاہر درود شریف بھی ایک دعا ہے خاص کیا نام ہے جو آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی جاتی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ آدمی جسکو زیادہ  
 دوست رکھتا ہے اس کے حق میں زیادہ دعا کیا کرتا ہے اسلئے وجہ سے ہر شخص پہلے  
 اپنے واسطے دعا کرتا ہے اور پھر والدین وغیرہ کے واسطے۔ اور رب آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی ذات سے بھی زیادہ ہو تو کسب اقتضائے  
 طبع درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر بھی مقدم کرنا لازم ہوگا۔ اس سے تو یہ بات  
 ثابت ہے کہ درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر مقدم کرنا صرف مقتضائے ایمان  
 اسین امر الہی کو لچر دخل نہیں۔ پھر جب ویسے لوگوں کو حکم الہی بھی ہو گیا تو غور  
 کرنا چاہئے کہ درود شریف کی کس درجہ وقعت اور ان کے نزدیک ہوگی۔

**الحاصل** خطاب یا ایہا الدین آمنوا صلوا علیہ کے مخاطب اولاد بالذات  
 مومنین ہیں جن کے احوال کسی قدر ابھی مذکور ہوئے اور وہی لوگ اس خطاب  
 اور درود شریف کی عظمت کو جانتے بھی ہیں اور ان کے سوا عمائد اہل اسلام  
 کیا انکے طفیلی ہیں۔ ابن ترقیہ سے فی الجملہ ایک شناخت بھی حاصل ہو گئی کہ  
 جسکے نزدیک درود شریف کی عظمت نہ تو سمجھ سکتے ہیں کہ اسین اس خطاب  
 کی قابلیت ہی نہیں شیخ ابو منصور راتریدی رحمہ اللہ نے تفسیر میں لکھا ہے کہ  
 آیات میں زیادت بیان کا ذکر ہے مثل **وَإِذْ أَنشَأَ عَلَیْہِمْ آيَاتِنَا زَادَتْهُمْ**

ایسا نا مراد اس سے تفصیل ہے یعنی قبل نزول آیات کے ایمان اجمالی تھا  
 کہ جابر بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سچ ہے پہر جب آیات بدعات نازل ہوئیں  
 اور اسکی تفصیل ہوئی اور اصل کیفیت ایمان میں کوئی زیادتی نہ ہوئی۔ ہر خدشہ علاج  
 عقاید نفسیہ وغیرہ نے اس تقریر پر بھی اعتراض کیا ہے کہ تفصیل میں بظاہر اجمال  
 کے زیادتی ہوتی ہے۔ مگر ماثر یہی سچ کے قول پر یہ اعتراض نہیں آسکتا اسلئے  
 کہ اگر تفصیل میں زیادتی ہوئی تو مصدق بہ کی توضیح میں ہے نہ نفس اذعان تقدیر  
 میں کیونکہ کیفیت اذعان فی دونوں وقت میں یکساں ہے جو متاخر ہے ملن وغیرہ  
 بان مصدق بہ اجمال کے وقت اور تھا اور تفصیل کے وقت اور ہوا تو توضیح  
 اسکی اس مثال میں ہو جائیگی کہ جب کوئی دلیل بیان کیجاتی ہے اور اوپر کوئی  
 شخص اعتراض کرتا ہے تو اکثر اعتراض ختم ہونیکے پیشتر مجتہد کے ذہن میں  
 جواب اسکا ظہور کر جاتا ہے اس ظہور کرنیکے وقت جو چیز اسکے ذہن میں ہے  
 وہ اجمال ہے پہر اسکو جو واضح کر کے بیان کرتا ہے وہ تفصیل ہے فرق دونوں  
 میں ظاہر ہے کہ اجمال گویا ایک امر آتی ہے اور تفصیل دیر طلب لیکن باعتبار  
 انکشاف جواب کے دونوں برابر ہیں اسی وجہ سے مجبور اس ظہور کے مجیب اپنی  
 میں ایک کیفیت انشراح اور فرحت کی پاتا ہے جو جواب دینے پر مرتب ہوتی جو  
 پس اصل جواب جسکی تفصیل دیر تک کیجاتی ہے وہی ہے جو اجمال میں موجود تھا  
 یعنی تفصیل کے وقت جواب کوئی دوسرا نہ ہوا جو اجمال میں تھا اسی طرح جابر بن عبد  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق جب اجمالا ہو گئی تو ہر ایک آیت سننے کے وقت  
 اسی تصدیق اجمالی کا ظہور ہو گا کوئی نئی تصدیق ایسی پیدا نہ ہوگی جس میں اجمال

سے خارج ہو کیونکہ ہر آیت ماجا بہ کے افراد سے ہے جسکی تصدیق پہلے ہو چکی  
 بات فی حقیقت کے وقت ایک نئی بات یہ ہوتی ہے کہ علم اس آیت کے مضمون کا  
 حاصل ہوتا ہے جو اجمال کے وقت نہ تھا مثلاً بعد تصدیق ماجا بہ کے موسیٰ  
 علیہ السلام کا قصہ سنا تو اس واقعہ کا علم نہ حاصل ہوا اور یہ بات دوسری ہے  
 سوائے اسکے اور دلائل و توجیہات امام صاحب کے مذہب کے کتب مطولہ  
 میں مذکور ہیں۔ مگر یہاں یہ دیکھنا چاہئے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ میں جو  
 اس قدر تشدد کیا ہے اسکا منشا کیا ہے اور کتاب و سنت بھی اسکی مساعد ہیں  
 یا نہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مدار مناط اقرار و عمل کا صرف تصدیق قلبی ہے  
 یعنی جب تک تصدیق نہ ہو عند اللہ نہ اقرار مفید ہے نہ عمل کما قال تعالیٰ  
 وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاٰلِآخِرُ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ  
 وَقَالَ تَاللّٰهِ فِى الْكُفَّارِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ اَگرچہ یہ بھی مسلم  
 ہے کہ صرف تصدیق باوجود مخالفت و انکار کے مفید نہیں جیسے بعض کفار  
 خدا سے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدیق تو کرتے ہیں مگر امتثال سے انکا  
 کئے ہیں لیکن کلام اس میں ہے کہ تصدیق کے ساتھ انقیاد ہو ضرور مدار اقرار و عمل کا  
 تصدیق پر ہوگا اور مدار تصدیق کا واقع میں نہ اقرار پر ہوگا نہ عمل پر گویا اعتبار  
 استدلال کے معاملہ بالعکس ہو میں معلوم ہوا کہ عمدہ اور اصل شے دین میں تصدیق  
 قلبی ہے اور سوائے اسکے اشیاء یا شروط ہونے کے یا لازم و فریض پس ضرور ہوا  
 کہ جانتیک ہو سکے کمال درجہ کا اہتمام اصل ایمان یعنی تصدیق میں کیا جا  
 تا کہ کوئی شخص اوس میں مسابقت اور سہل انگاری نہ کرے اسلئے امام صاحب نے

فرمایا کہ ایمان کل کا یکسان ہے کچھ کمی زیادتی نہیں اور اس قسم کا تشدد و فتویٰ  
 میں لمحاظ مصلحت خاص ماثور بھی ہے کما درود فی الخبر قال شقیق بن سلمہ کنت  
 جالساً بن عبد اللہ و ابی موسیٰ فقال ابو موسیٰ یا ابا عبد الرحمن ارایت لو ان  
 رجلاً جنب فلم یجد المار شہراً ما کان یمیم فقال لا وان لم یجد المار شہراً فقال لا یؤ  
 فکیف یصنعون بیئہ الایہ فی سورۃ المائدہ فاکرمجد و اماء فقیتموا  
 صعیداً طیباً فقال ہذا لا شک اذا بر و علیہم الماد ان یموا ابا صعیداً  
 رواہ البخاری و ابوداؤد و اللفظ لہ ترجمہ شقیق کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا عبد اللہ  
 بن مسعود اور ابو موسیٰ کے بیچ میں پس کہا ابو موسیٰ نے عبد اللہ سے اے ابا  
 عبد الرحمن جب کوئی جنب ہو اور پانی نہ پائے تو کیا تیمم نہ کرے کہا عبد اللہ  
 ہاں نہ کرے اگرچہ مہینا بھر پانی نہ پائے کہا ابو موسیٰ نے کیا کروئے تم اس بات  
 میں جو سورہ مائدہ میں ہے فاکرمجد و اماء فقیتموا صعیداً طیباً  
 پس کہا عبد اللہ بن مسعود نے اگر نخصت تیمم کی وجہ سے تو یہ نوبت پہنچ جائیگی  
 کہ پانی سرد ہوتے ہی لوگ مٹی سے تیمم کرنے لگ جائینگے انتہی اور عبد اللہ  
 بن مسعود وہ شخص ہیں کہ جبکی فقاہت کو جلا صوابہ تسلیم کرتے تھے اور فضائل  
 میں انکے کئی احادیث وارد ہیں جس میں ایک یہ ہے عن علی قال قال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخلفاً اعدا من غیر مشورۃ لا ستخلفت ابن ام عبد  
 ابن ماجہ نے باب عبد اللہ بن مسعود ترجمہ روایت ہے علی سے کہ فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورت کے خلیفہ بناتا تو ابن ام عبد  
 کو یعنی عبد اللہ بن مسعود کو خلیفہ بناتا انتہی جب تک تصدیق قلبی پورے طور پر

نہوایمان کا وجود ہی نہیں ہوتا تاہر مومن تردوات اور شکوک کو دل سے دور  
 کرے برخلاف اوسکے جو کمی وزیادتی ایمان کی صورت میں یہ گنجائش مل سکتی  
 کہ مؤمن بہ میں اگرچہ شک ہو ایمان تصور کر لے اور کہے کہ وجود ایمان کا  
 تو ہو گیا کامل نہیں ناقص ہی سہی حالانکہ یہ ایمان ہی نہیں کیونکہ شک تو  
 کیا ظن بھی ایمان نہیں ہو سکتا کما فی البخاری قال ابن مسعود یقین الایمان  
 کلمہ اور کل محدثین کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ایمان میں تصدیق قلبی ضرور  
 چاہئے الحاصل مقصود امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ بغیر تصدیق قلبی کے ایمان  
 مستحق نہیں ہوتا اور یہی تصدیق و یقین ایمان ملائکہ وغیرہم کا ہے۔ رہی  
 یہ بات کہ مراتب یقین کے متفاوت ہیں سو یہ امر آخر ہے کلام نفس یقین  
 میں ہے۔ اسی وجہ سے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ نزاع فطری  
 ہے جن کے نزدیک ایمان نفس تصدیق کا نام ہے قابل زیادت و نقصان  
 کے نہیں اور جن کے نزدیک اعمال داخل ایمان ہیں زاید و ناقص ہو گا کما  
 اتھا اس تقریر پر وہ اعتراض صاحب قف کا کہ نفس کیفیت تصدیق کم و زیادہ ہوتی ہو  
 دفع ہو گیا کیونکہ امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ منشا اس اختلاف  
 کا اختلاف تعریف ایمان ہے۔ اور یہ بات ظاہر بھی ہے اس لئے کہ خود محدثین  
 تعریف ایمان میں اقرار و عمل کو ظاہر داخل کیا کرتے ہیں ہاں اگر محدثین  
 تعریف ایمان میں مثل امام صاحب کے صرف تصدیق کو ایمان کہتے تو  
 یہ اعتراض امام رازی رحمہ اللہ پر وارد ہوتا الحاصل مقصود امام صاحب رحمہ اللہ  
 کا یہ وہی وہ تصدیق واقعی حاصل کرے جسکے ساتھ کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو

پہر اگر اس سے زیادہ کوئی درجہ پایا جاوے تو اسکو اطمینان کینگے کہ اے اللہ تعالیٰ  
 کاذِبُ قَالَ اَبْرَاهِيْمُ رَبِّ اِزْنِيْ كَيْفَ تُنْحِي الْمُلُوكَ قَالَ اَوْ لَوْ تُؤْمِنُ  
 قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيُظْلَمَ لَنَفْسِيْ تَرْجِمَہ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام  
 نے اے رب میرے دکھا مجھکو کہ کیسا زندہ کرتا ہے تو مردہ کو فرمایا حق تعالیٰ  
 کیا ایمان نہیں لایا تم نے کہا کیوں نہیں یسے ایمان تو لایا لاکن غرض یہ ہے کہ  
 دل میرا مطمئن ہو جائے انتہی پس معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد ایک درجہ اس  
 بڑا کر ہے جسکو اطمینان کہتے ہیں البتہ اسپن عايم مؤمنين کو حصہ نہیں ہے۔  
 اسی طرح خواص کو پاک اور خصوصیت حاصل ہے جو عمل سے متعلق ہے وہ یہ ہے  
 کہ ہمیشہ مشاغل کا وہاں نفس ایمان ہوا کرتا ہے جس میں کسی غرض نفسانی کو دخل  
 نہیں اور یہ بات عامیوں میں کیا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے  
 کہ ایمان تو وہی تصدیق خاص ہے جسکا متعلق توحید و رسالت و ما جا للنبي  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر اس کے مقارن کیفیت عملی ہوگی خواہ وہ عمل دل  
 سے متعلق ہو جیسے رضا و تسلیم و توکل وغیرہ خواہ جوارج سے مثل نماز و روزہ  
 وغیرہ اسلئے کہ مشاغل کا دل میں ہوتا ہے پہر اگر وہ مشاغل درست ہے تو عمل  
 اور پھر فرج ہے درست ہوگا ورنہ قابل قبولیت کے نہوگا کما فی الحدیث عن عمر  
 بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنيات و  
 انما الامر علی من کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ و الی رسولہ و من  
 کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا و امرأۃ تین و جہا ہجرتہ الی ما جا لہ متفق علیہ  
 کذا فی مشکوٰۃ تَرْجِمَہ روایت ہے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں معتبر ہوتے عمل مگر ساتھ نیتوں کے اور نہیں  
 واسطے کسی کے مگر وہ چیز کہ نیت کی ہیں جو شخص کہ ہو دے ہجرت اور اسکی طرف اللہ  
 اور رسول اور اسکے پس ہجرت اور اسکی طرف اللہ اور رسول کے ہے اور جو شخص کہ  
 ہو ہجرت اور اسکی طرف دنیا کے کہ پہنچے اور اسکو یا طرف عورت کے کہ نکاح کرے  
 اس سے پس ہجرت اور اسکی طرف اس چیز کی ہے کہ ہجرت کی طرف اس کے  
 روایت کی یہ بخاری و مسلم نے انتہی اسی وجہ سے جن اعمال کا منشاء یا دوسرے غیر  
 اعراض نفسانی ہوں مردود ہیں کما ورنہ فی الاما دیث الکثیرہ پہر اگر منشاء عمل  
 صرف ایمان ہو تو ایک نورانیت دل میں پیدا ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ اس  
 نورانیت کی وجہ سے اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں الحاصل منشاء اعمال صالحہ  
 کے ساتھ ایک نورانیت دل میں ہوتی ہے جسکی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے  
 اَمَّنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَكَ لِاِسْلَامٍ فَهُوَ عَلٰی نَفْسٍ رَّحِمَةٍ رَّحِمَةٍ جِسْمِ  
 سینۃ اللہ تعالیٰ اسلام کیلئے کھول دیتا ہو سو وہ نور میں ہر اپنے رنگ طرف سے اگر ایمان اسلام  
 بمعنی انقیاد ظاہری ہو جو مقابل ایمان ہو تو ظاہر ہے کہ رتبہ نورانیت کا بعد ایمان کے  
 ہوگا اور اگر مطلق انقیاد مراد ہو حسین ایمان بھی شریک ہو جب بھی نورانیت رتبہ  
 ایمان ہوگی نہیں ایمان اسلئے کہ ایمان ظاہر اگر کسی ہو جسکے سبب امور میں اور نورانیت امر  
 وہی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم من یرى نوراً من نور اللہ الا ایمان فی قلبہ فلینظر الی ابی  
 ہند الحدیث رواہ الدارقطنی فی سنیۃ المسی بالمجتبی فی سنن المصطفیٰ ترجمہ  
 فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو غوش آوے کہ دیکھے طرف اس شخص

کے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نورانی کیا تو چاہئے کہ دیکھے ابی ہند کو  
 انتہی اب یہاں نظر تفصیلی میں کئی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک نفس ایمان  
 دوسری نورانیت۔ تیسری نیت جو منشاء عمل اور مدار صلاحیت و عدم صلاحیت  
 عمل ہے بحسب حدیث شریف انما الاعمال بالنیات کے۔ چوتھا عمل مگر جب  
 عمل نفس ایمان ہو تو اذن مراتب میں تقدیم و تاخیر ہو جائیگی اسلئے کہ ایمان  
 لائیکے وقت نیت ایمان پر بھی مقدم ہوگی سوائے اس ایک صورت کے  
 سب صورتوں میں رتبہ ایمان کا نیت پر مقدم ہوگا پھر اگر عمل فعل جو ارجح سے  
 ہو تو خود بنفسہ ممتاز ہے اور اگر فعل قلب سے ہو تو ان سب امور و مدارج کا  
 وجود دل میں ہوگا اگرچہ اجتماع و انکسار و احد میں ہے مگر اب ہم فی نفسہ ممتاز  
 ہیں اور باوجود امتیاز کے ارتباط و تعلق ہر ایک کا دوسرے سے کچھ ایسے  
 طور پر ہے کہ گویا باہم شیر و شکر ہیں۔ پس اس تقارنت کی وجہ سے اطلاق  
 ایک کا دوسرے پر ہو سکتا ہے جیسا کہ بجائے سال الماد کے سال المیزاب  
 کہتے ہیں کما ہو مخرج فی المعانی پس زنا و سرقة کے وقت ایمان کا جدا ہونا جو  
 اس حدیث شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا  
 اذنی العبد خرج منہ الایمان نکان فوق راسہ کانظلمۃ فاذا خرج من ذلک اھل  
 عاد الیہ الایمان رواہ الترمذی اوسکا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نورانیت  
 جو مقارن ایمان ہے جدا ہو جاتی ہے کیونکہ بظاہر اس فعل کے وقت اصل  
 ایمان یعنی تصدیق سے اس شخص کو کچھ تعرض نہیں بلکہ منشاء اسکا ایک غرض  
 نفسانی ہوتی ہے پھر جب تصدیق سے اسکو کچھ تعرض نہ ہو تو ایمان کا زایل ہونا

اس حدیث شریف سے ثابت ہے جسکو طبرانی نے روایت کیا جو کما فی کثر لہما  
 عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یخرج احدکم من الایمان  
 الا بحجورہ داخل فیہ۔ طس۔ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہرگز  
 نہ نکلے گا کوئی تم میں کا ایمان سے مگر بسبب انکار کرنے اور جس چیز سے جو اس میں  
 داخل ہوئی انتہی یعنی حجورہ جو منافق ایمان ہے جب تک نہ پایا جاوے ایمان  
 نہیں جاتا اور محدثین کے نزدیک بھی یہی بات ہے کہ اس قسم کا کفر جو اتحاد  
 میں وارد ہے بنا بر تغلیط ہے یعنی حقیقی نہیں جو ضد ایمان ہے جیسا کہ امام  
 ترمذی رحمہ نے اس حدیث شریف کے تحت میں لکھا ہے من اتی حایضاً او امرأة  
 فی دبرہا او کاہناً فقد کفر بما انزل علی محمد انتہی واما ہذا عند اہل العلم علی التغلیط  
 اور امام ترمذی رحمہ نے جامع کے باب لا یرنی الزانی و ہو مؤمن میں لکھا ہے  
 و ہذا قول اہل العلم لا یعلم احد کفر احد بالزنا والسرقة و شرب الخمر و قال  
 صاحب المبولک و من وجوہ المتغلیط نحو قوله علیہ الصلوۃ والسلام لا یرنی الزانی  
 و ہو مؤمن ولا ایمان لمن لا امانۃ لہ قلنا مبطلۃ ثم انہا معارضۃ بالاحادیث الدلیلۃ  
 علی انہ مومن انہ یدخل الجنۃ حتی قال البیہقی صلی اللہ علیہ وسلم لا بی ذر لما بالغ فی  
 السؤال عنہ وان زنی وان سرق علی رعم الف ابی ذر انتہی۔ پس معلوم ہوا  
 کہ حدیث زنا و سرقة وغیرہ میں اطلاق ایمان کا اصل ایمان پر نہیں بلکہ نورانیت  
 پر ہے۔ اسی طرح اطلاق ایمان کا منشاء عمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا  
 جو بات شفاعت میں وارد ہو جو برابر ایمان اور جبراً برابر ایمان اسلئے کہ بخاری شریف میں  
 بحالہ لفظ ایمان کے لفظ اخیر کی بھی روایت ہے جیسا کہ قریب نقل کیا ہے گی تو چاہئے

ایمان سے بھی مراد خیر ہی ہونہ یہ کہ خیر سے مراد یہاں ایمان ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے کتاب شرح الایمان میں لکھا ہے اس لئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے جسکو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے قیامت میں کہ حکم ہو گا شفاعت کریمو لون کو کہ جس کے دل میں دینار یا نصف دینار یا ذرہ برا خیر ہو اسکو دوزخ سے نکال دیں پس نکالیں گے وہ اس قسم کے سب لوگوں کو سپر عرض کریں گے رہنا تم زرفہا خیر آئیے کوئی خیر بننے دوزخ میں نہیں چھوڑی لینے سب اہل خیر کو نکال لیا پس ارشاد ہو گا کہ انبیاء وغیرہم شفاعت کر چکے اور باقی نہ رہا کوئی سوا اے ارحم الراحمین کے پس نکالے گا حق تعالیٰ ایک قبضہ جس میں کل آئین گے وہ لوگ جنہوں نے کبھی نیک کام نہیں کیا تھا اور وہ حدیث شریف یہ ہے فیقول ارجوا فمن وجدتم فی قلبہ مثقال دینار من خیر فاخرجہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقول ارجوا فمن وجدتم فی قلبہ مثقال نصف دینار من خیر فاخرجہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقول ارجوا فمن وجدتم فی قلبہ ذرۃ من خیر فاخرجہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقولون ربنا لم نذرفہا خیراً فیقول اللہ شفعت الملائکۃ وشفع البنیون وشفع المؤمنون ثم یبقی الا ارحم الراحمین فیقبض قبضۃ من النار یخرج منها قوماً لم یعلموا خیراً قط الحدیث رواہ البخاری و مسلم بطولہ کذا فی مشکوٰۃ تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث گویا تفسیر ہے اس حدیث شریف کی جس میں لفظ شعیرۃ من ایمان وادنی اوئی حبتہ من ایمان وارد ہے اور یہ حدیث بھی اوسکی موید ہے فاقول (امی البنی صلی اللہ علیہ وسلم) یارب ائذن لی فیمن قال لا الہ الا اللہ قال لیس لک ذلک وکن دعوتی وعلالی وکبریائی وعلمتی لاخرجن منها قال لا الہ الا اللہ متفق علیہ کذا فی مشکوٰۃ المحال

جائے شفاعت کر نواہون کی شفاعت ادا لوگوں کو ہوگی جنہیں کسی قدر مشاغل پایا جاوے اگرچہ ذرہ برابر ہوا ورحمہ تعالیٰ جسکو خود بخود لیکھا و نہیں سوائے ایمان کے کسی قدر بھی مشاغل کا ہوگا اگر کہا جائے کہ شاید وہ لوگ اہل فترۃ سے ہونگے تو یہ نہیں ہو سکتا اسلئے کہ انکا اہل لا الہ الا اللہ ہونا ثابت نہیں اور سوائے اس کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب وہ عذر کریں گے تو ایک رسول بھیجا جائیگا جسکی اقتال سے جنت میں اور عدم اقتال سے دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے جسکو امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے اسود بن سریح اور ابی ہریرہ سے قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الذی مات فی الفترۃ فیقول اما انی لک رسول

فیاخذوا شیئہم لیطیعوہ فیہ رسل الیہم ان ادخلوا النار فمن دخلها کانت علیہ برداً

سلاماً ومن لم یدخلها سحج الیہا حمت الحدیث کذا فی کنز العمال میں معلوم ہوا کہ مشقال ذرہ من ایمان میں ایمان سے مراد مشاغل ہے جو کم زیادہ ہوتا

نہ ایمان بخیر تصدیق اور ایمان اطلاق عمل پر اسوجہ سے نہیں کیا گیا کہ نصیر بن

وہد تم فی قلبہ کی ہر جا سے پر اس سے آیا کرتی ہے اسی طرح اطلاق ایمان کا

قول و عمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے جو کنز العمال میں ہے

الا ایمان قول و عمل اور جو ابن ماجہ میں ہے عن علی قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الا ایمان معرفۃ بالقلب وقول باللسان عمل بالارکان

اسلئے کہ خود حدیث شریف سے ایمان و عمل میں مغایرت ثابت ہے کمافی

کنز العمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ایمان والعمل شریکان فی قرن

لا قبل ان تد احدهما الا بصاحبه اب رہی وہ حدیث شریف حسین صراحۃ الایمان نیز  
 و نقیص وارد ہے تو او سمین بھی زیادتی و نقصان کا جمع اسی کیفیت علی کے طرف  
 معلوم ہوتا ہے جیسا او پر گذرا کیونکہ حدیث شریف میں مصرح ہے الایمان قول و  
 عمل نیز یہ و نقیص جب ایمان مجموع قول و عمل سے تعبیر کیا گیا تو زیادتی بھی راجع  
 مجموع کے طرف ہوگی الحاصل امام صاحب انہیں وجوہات سے کہتے ہیں کہ  
 کمی زیادتی نفس ایمان میں نہیں بلکہ مقارنات ایمان میں ہے۔ پہر حسین مقارنات  
 ایمانیہ علی وجہ الکمال پائے جاوین وہ شخص کامل الایمان اور بخلہ خواص کے  
 ہوگا۔ اور عامی بر خلاف اسکے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عمل سے  
 بھی کچھ نہیں ہوتا جب تک مقارنات ایمانیہ معتد بہانہ ہوں چنانچہ حدیث شریف  
 میں وارد ہے عن ابی سعید الخدری قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم دہو لقیم قسم اذا تاه ذوالخویر و ہو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول  
 اللہ فقال ویلک ومن یعدل اذا لم یعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن  
 اعدل فقال عمر یا رسول اللہ ان ذن لی فیہ فاضرب عنقه فقال دعه فان له  
 اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتہم وصیامہ مع صیامہم یتقون القرآن لا یجاوزون  
 تراویحہم یرقون من الدین کما یرق السہم من الرمیۃ الحدیث رواہ البخاری  
 ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ آیا ایک شخص قبیلہ بنی تمیم کا اور کہا یا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اعدل کیجئے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابی ہو  
 تیری کون اعدل کریگا جب میں اعدل نہ کروں تو محمد و مے نصیب ہو جائے گا

اور نقصان پائیگا تو عرض کیا عمر نے یا رسول اللہ حکم دیجئے کہ گردن ماروں میں  
 اوسکی فرمایا چھوڑ دو اوسکو کہ اوسکے ساتھ والے ایسے لوگ ہیں کہ حقیر سمجھو گے  
 تم لوگ اپنی نماز کو اونکی نماز کے مقابلہ میں اور روز کو اپنے اونکے روز کو  
 مقابلہ میں۔ پڑھتے ہیں وہ لوگ قرآن مگر حلق سے اونکے تجاوز نہیں کرتا اور  
 بھاگتے ہیں دین سے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے روایت کیا اوسکو بخاری  
 نے انتہی اب اس عمل کو دیکھئے کہ کس درجہ کا ہوگا جو صحابہ کا عمل اونکے مقابلہ  
 میں حقیر معلوم ہو پھر آخر کیا ہوا وہاں تو دین ہی کا ٹھکانا نہیں۔ یہ تو ایسا ہوا  
 جیسا کسی شخص کا قول ہے پیر نامہ دارد و ایمان ندارد خلاصہ یہ ہے کہ صرف  
 عمل مفید نہیں جب تک مقارنات ایمان جو متعلق عمل ہیں درست نہ ہوں اور  
 قریب قریب اسی تقریر کے ہے وہ جو ابن بطلال رحمہ نے شرح بخاری شریف  
 میں نقل کیا ہے حیث قال قال المہلب الذرۃ اقل الاشیاء الموزونات وہی  
 فی ہذا الحدیث التصدیق الذی لا یحوزان یدخلہ النقص و ما فی البرۃ و الشیعۃ من  
 الزیادۃ فانما ہی زیادۃ من الاعمال بحیل التصدیق بہا ولیست زیادۃ فی التصدیق  
 بما قد بناہ انہ لا ینقص التصدیق فان قبل فائدہ اضافت ہذہ الاجزاء الی فی الشیعۃ  
 و البرۃ الزائدۃ علی الذرۃ الی القلب و لت انہا زیادۃ من التصدیق لاسن  
 الاعمال فان جواب انہ لما کان الایمان التام انما ہو قول و عمل و العمل لا یكون  
 الا بنیۃ و اخلاص من القلب جازان فیہ العمل الی القلب اذ تمامہ تصدیق  
 القلب و قد غیر عن ہذہ الاجزاء من الایمان مرۃ بالخیر و مرۃ بالایمان و کل ذلک  
 سائق واسع و قولہ یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ یدل ان ما ذکر بعدہ من الذرۃ

والبرۃ والشعیرۃ ہی من الاعمال والطاعات اذا لامتہ مجتمعة علی ان قول لا الہ الا اللہ  
 ہو صریح الایمان والتصدیق الذی مشبہ بالذرة عمل القلب ایضاً انتہی۔  
 فائدہ مواہب اللدنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء رحمہم اللہ نے اختلاف کیا  
 کہ امر صلوا علیہ وجوب کے واسطے ہے یا نہیں اور اگر کہ ہے تو دور و دشریف  
 مثل کلمۃ شہادت کے عمر بہرین ایک بار پڑھنا فرض ہے۔ یا خاص خاص  
 اوقات میں مثل نماز وغیرہ کے۔ یا عموماً جمیع اوقات میں بقدر امکان۔  
 لیکن تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ نفس وجوب صلوۃ میں کسی کو خلافت نہیں  
 بلکہ صرف اوقات میں اختلاف ہے کما قال ان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم واجتہ لقولہ تعالیٰ ان اللہ و ملکۃ الایۃ و ہذہ الایۃ التی تدل علی  
 وجوب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانه لا خلاف للعلماء فی ان ہذا  
 الامر للوجوب و انما الخلاف فی اوقاتہ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں لکھا  
 ہے اعلم ان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض علی الجماعۃ غیر محدود  
 بوقت لامر اللہ تعالیٰ بالصلوۃ وحمل الامتہ والعلماء لہ علی الوجوب اجموعاً علیہ  
 وحکی ابو جعفر الطبری ان محمل الایۃ عنہ علی الذنب و ادعی فیہ الاجماع ولعلہ  
 فیما زاد علی مرۃ ظاہراً وجوب ہی کی دلیل ٹھیک معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ  
 صلوا اور سلوا صیغے امر کے ہیں اور اصول فقہ میں بلائ عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے  
 کہ امر خاص وجوب کے واسطے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے عند الاطلاق اس کے  
 وجوب ہی سمجھا جاتا ہے نہ استحباب وغیرہ چنانچہ توضیح میں لکھا ہے لما علم ان  
 المطلق ینصرف الی الکامل لزم ان الامر المطلق کیون امر اکمالاً بان کیون لا یجاء



خان الامر لادی للاباحہ والندب ناقص فی کونہ امرًا در جهان امر باحت وغیرہ  
کے واسطے ہوتا ہے وہاں قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہر اس آیت شریفہ میں قطع  
صیغہ امر کے اگر قرینہ دیکھے جائیں تو قرینے بھی وجوب ہی پر قائم ہیں اسلئے  
کہ حق تعالیٰ نے قبل امر کے مہتدً اپنا اور ملائکہ کا ہمیشہ درود بھیجا ظاہر فرمایا  
جس سے اعتناء بالشان درود شریف کا کمال درجہ پر ظاہر ہے۔ جب عالم علوی  
میں اس قدر اہتمام ہو تو امت کو بطریق اولیٰ اوس میں مشغولی چاہئے خصوصاً  
جب امر ہو گیا تو امتثال امر کی ود بالاضرورت ہو گئی یہی قرینہ وجوب ہو سکتا  
ورنہ سیاق و سباق میں مناسبت نہوگی حالانکہ مناسبت ضرور ہے کما فی التوضیح

سیاق الآیۃ لا یجاب اللہ تعالیٰ اقتدار المؤمنین باللہ و ملائکتہ فی الصلوۃ علی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فلا بد من اتحاد معنی الصلوۃ من اجمع لانہ لتقیل ان اللہ یرحم  
البنی صلی اللہ علیہ وسلم والملکۃ یتغفرون یا ایہا الذین آمنوا ادعوا الہ کان ہذا  
الکلام فی غایۃ الرکاکۃ مقصود اس استدلال سے اس قدر ہے کہ سیاق و سباق میں  
مناسبت نہونے سے کلام رکبیک ہو جاتا ہے۔ اب رہا یہ کہ جب استمرار صلوۃ ضرور  
ہو تو ادر ضروریات طبعیہ و شرعیہ کیونکر ادا ہوں سوا سکویوں سمجھنا چاہئے کہ لا وقتاً  
ادون امور کے عقلاً و عادۃً میٹھنے ہیں الحاصل اس آیت شریفہ میں قرینہ استمرار و مداومت  
کا بھی موجود ہے پس صلوا علیہ ادرایموا الصلوۃ جیسے نفس وجوب میں برابر ہیں  
اسی طرح استمرار میں برابر ہیں اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات نماز کے معین  
فرمے ویسا ہی اوقات درود شریف کے بھی معین فرمائے ہاں فرق اتنا ہو کہ تعین اوقات  
نماز بتواتر ثابت ہے اور تعین اوقات درود شریف باخبار احاد و کرب تمامی

حدیثین دیکھی جائیں جنہیں درود شریف پڑھنے کا امر اور ترغیبیں اور نہ پڑھنے پر ترہیبیں اور تہدیدیں اور اوقات کثیرہ مختلف کی تعیین اور ازمان و اماكن کی تعیین تبصیح وار ہے تو اتنا تو بتواتر معنوی ضرور ثابت ہوگا کہ درود شریف کی کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے اور یہ تو اترا ایسا ہوگا جیسے معجزات میں کہا جاتا ہے کہ ہر معجزہ میں اخبار احاد وار دین اور اون احاد نفس معجزہ کا ثبوت بتواتر معنوی ہوتا ہے اسلئے کہ مجموعہ پر وہ احکام مرتب ہوتے ہیں جواز اور پرہیز ہو سکتے مثلاً ظاہر ہے کہ ایک بال کسی مصرف کا نہیں ہوتا پہر اگر انہیں سو بالوں سے ایک رسی بنائی جائے تو نہایت مضبوط ہوگی دیکھئے مجموعہ میں ایک صفت جدیدہ ایسی قائم ہوتی جو کسی جز میں نہ تھی اسی طرح مجموعہ احاد میں صفت تواتر قائم ہوتی جس سے مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجود مطلق کا بغیر افراد کے ممکن نہیں پس معلوم ہوا کہ وجود مطلق من حیث اندہ وجود فی الافراد متصف بصفہ تواتر ہے اور اسی مطلق کے معنی کثرت اجمالی ہیں بلکہ یہ کہ سکتے ہیں کہ مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر حقیقی ہے اسلئے کہ جتنے احاد ہیں نفس خرق عادت و معجزہ پر متفق اللفظ ہیں اسی کا نام تواتر حقیقی ہے کما قال شہاب الدین النخاجی رح فی شرح الشفا التواتر الحقیقی ان مجبر جماعۃ من جماعۃ الی آخرہ یہ مفسر تو اظہر ہم علی الکذب فی خبر واحد متفق اللفظ والمعنی البتہ ثبوت کثرت کا اسطور پر نہیں بلکہ مجموعہ احاد و کثرت اجمالی مستفاد ہوتی ہے اور یہ تواتر معنوی ہے کما قال النخاجی رح والتواتر المعنوی ہو ممول العلم القطعی من مجموع امور خبریۃ و اخبار دارۃ مستفیضۃ خلاصہ یہ ہوا کہ جیسے

کثرت احادیث احاد سے ثبوت مطلق معجزہ کا ہوتا ہے ہوتا ہے ویسا ہی کثرت اجالی  
 معجزات کی بھی ہوتا ہے معنوی ثابت ہے کافی الشفا قال بعض المتنازعین بحری ہذا بحری  
 علی الجملہ انہ قد جری علی ید یرہ صلی اللہ علیہ وسلم آیات و خوارق عادات ان لم  
 یبلغ واحد منها بعینہا القطع فیلینہا جمیعہا فلا مرہ فی جریان حایئہا علی ید یرہ ولا  
 یختلف مومن ولا کافر انہ جرت علی ید یرہ العجائب اب یہاں چند حدیثیں وہ  
 ذکر کیا جاتی ہیں جس میں درود شریف کے اوقات معین فرمائے ہیں منجملہ ان کے  
 وقت طہارت ہے کما قال ابنی صلی اللہ علیہ وسلم لا وضوء لمن لم یصل علی اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود و فی روایت ابی عاصم  
 عن سہل بن سعد لا وضوء لمن لم یصل الحدیث ذکر ہا القسطلانی فی مسالک الخفا  
 ترجمہ روایت ہے ابن مسعود اور سہل بن سعد سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے کہ وضو اس شخص کا نہیں ہوتا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود  
 نہ پڑا انتہی اور سوائے اسکے اور روایات بھی اس باب میں وارد ہیں اور  
 نماز میں چنانچہ امام فاکہانی نے الفجر المین فی الصلوۃ علی البشیر النذیر میں نقل کیا  
 عن سہل بن سعد قال قال ابنی صلی اللہ علیہ وسلم لا وضوء لمن لا یصل علی النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ترجمہ نہیں ہوتی نماز اس شخص کی جس نے درود  
 نہ پڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہی رسوائے اسکے اور احادیث اسباب میں  
 وارد ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع نقل کیا گئیگی۔ اور بعد اذان کے جیسا کہ  
 ابن تیمیہ نے متقی الاخبار میں نقل کیا ہے عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم الموزن فتقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانه من

صلی علی واحدہ صلی اللہ علیہ بہا عشر الحدیث رواہ ابی جعفر النعمانی ابن ماجہ  
 ترجمہ روایت ہو عبد اللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب  
 موزن سے تم اذان سنو تو جیسا کہ کہتا ہو کہو وہ پھر پڑھو مجھ پر رو دو کیونکہ جو شخص مجھ پر  
 ایک رو پڑھتا ہے حق تعالیٰ اوس پر دس صلوة بھیجتا ہو روایت کیا اوسکو جملہ اہل صحاح  
 نے سوائے بخاری اور ابن ماجہ کے انتہی۔ اور دعا کے وقت کما قال البخاری فی القبول  
 البیہق علی الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولا الکلماء  
 فی الوتر قال قل اللهم اہدنی مبین ہدیت وعافنی منین عافیت وبارک لی فی ما اعطیت  
 وتولنی منین تولیت وقنی شر ما قضیت فاناک تقضی ولا تقضی علیک وانہ لا ینزل  
 من والیت تبارکت وتعالیت وصلی اللہ علی النبی اخرجہ النسائی وسندہ صحیح کما قال  
 قالہ النووی یعنی بروایت صحیح ثابت ہو کہ دعا کے قنوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ورد و شریعت کو داخل فرمایا۔ اور اُن کے بکیرات عیدین میں دسہا اثنائے بکیرات  
 العیدین لما روی امیر القاضی ان ابن مسعود وابو موسیٰ وحذیفہ رضی اللہ عنہم صحیح  
 علیہم المولید بن عقبہ قال ان ہذا العید قدونی فکیف التکبیر فیہ فقال عبد اللہ تبدل  
 تکبیر تکبیرۃ فتفتح بہا الصلوۃ وتحمدرکب وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو  
 تکبیر وتفعیل مثل ذلک ثم تکبیر وتفعیل مثل ذلک ثم تقرأ تم تکبیر وترتک  
 ثم تقوم فتکبیر وتحمدرکب وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو تکبیر وتفعیل مثل ذلک  
 ای الذی فعلت فی الرکۃ الاولی قالہ الزرقانی فقال حذیفۃ وابو موسیٰ صدق ابو  
 عبد الرحمن قال ابن کثیر اسنادہ صحیح کذا فی المواہب اللدنیہ وقال البخاری فی القبول  
 البیہق واسنادہ صحیح وہو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب العید من حدیث علقمہ عن ابن مسعود

قال تکبیر تکبیر قد صل بانی الصلوة و تحمد ربک تصلى على النبي صلى الله عليه وسلم و تدعوهم  
 بکبر و ترفع مثل ذلک و بتسمک ابو خنیفه و احمد فی احدی الروایتین ہند فی المولائین  
 القرائین ابو خنیفه صح فقط فی تکبیرات العید الزائداً لکثرتہا و الشافعی و احمد فی حمد  
 و الصلوة علی رسول اللہ علیہ وسلم بین التکبیرات و اما مالک فلم یأخذہ اصلاً و واقفہ  
 ابو خنیفہ علی استحباب سر التکبیرات من ذکرینہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حال یہ کہ  
 درود شریف آٹھ تہ تکبیرات عیدین میں پڑھنے کے واسطے بھی ارشاد ہوا ہو اور اول  
 و اوسط و آخر دعائیں کحافی المواہب اللدنیہ عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 قال لا تجعلونی کقبح الراكب فان الراكب یلا قد حتم فیضہ و یرفع متاعہ فان احتاج  
 الی شرب شئ شرب او الوضوء و توضا و الا اہرق و لکن جعلونی اول الدعاء و اوسطہ و آخرہ  
 رواہ احمد ترجمہ روایت ہو جابر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں بناؤں  
 مجھ کو مثل پیادہ سوار کے جو اوسین بانی بہر کہتا ہے اور اڑتا ہے اسباب بھگڑ کر احتیاج  
 ہوتی ہو تو بی لیتا ہے یا وضو کر لیتا ہے ورنہ پھینک دیتا ہو بلکہ ذکر میرا اول و اوسط و  
 آخر دعائیں کیا کر در زقانی رح نے لکھا ہے کہ مراد اس سے درود شریف ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ  
 بحث تفصیلی اسکی آئندہ آگئی راویہر مجلس میں کحافی الزقانی عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجلس قوم مجلساً ثم لا یصلون فیہ علی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 الا کان علیہم حشرہ و ان دخلوا الجنة تلایرون من الثواب رواہ النسائی ترجمہ روایت ہو ابی سعید  
 خدری سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم پر ورنہ پڑھیں تو ضرور انکو حشر ہوگی اگرچہ جنت میں جاویں اسلئے کہ وہ ان اسکے ثواب کا  
 حامل نہیں کیے روایت کیا اوسکو نسائی نے اور وقت ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چنانچہ کنز العمال

مین ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غم انف رجل  
 ذکر ت عنہ فلم یصل علی الحدیث تک ترجمہ ابو ہریرۃ سے روایت ہے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلودہ ہونا کہ اس شخص کی صفیہ دلیل  
 و خوار ہو وہ شخص کہ جس کے نزدیک میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا  
 روایت کیا اسکو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں انتہی۔ سوائے اسکے  
 اس باب میں بہت حدیثیں وارد ہیں انشاء اللہ تعالیٰ قرینہ نقل کیجائیگی۔  
 اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جیسا کہ کنز العمال میں ہے عن ابی ہریرۃ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم یذکرون اللہ عز وجل لم یصلوا علی  
 نبیہم الا کان ذلک المجلس علیہم ترمذی الحدیث کہ ترجمہ روایت ہے ابو ہریرۃ  
 سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگ خدا کے ذکر کے  
 واسطے بیٹھیں اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پڑھیں تو وہ مجلس ضرور  
 انکے واسطے باعث نقصان ہوگی روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک میں انتہی  
 اور کان میں سن سناہٹ کی آواز آنیکے وقت چنانچہ روایت ہے ابی رافع

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا طنت اذن احدکم فلیذکر فیہ ویصل علی ولیقہ  
 ذکر اللہ من ذکر فی غیر ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی شخص کے  
 کان میں آواز ہونے لگے تو چاہئے کہ مجھ کو یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے اور کہے  
 کہ خدا تعالیٰ ذکر خیر کرے اور خفا جنہوں نے یاد کیا ہے مجھ کو انتہی شیخ یعقوب  
 جلدی رح نے وسیلہ عظمیٰ الی حضرت العجسی میں کہا ہے کہ روایت کیا اس حدیث  
 کو طبرانی نے اور کہا امام سیوطی رح نے جامع صغیر میں کہ روایت کیا اسکو عقیلی نے

صنعا میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی اور ابن سنی نے۔ اور زر قانی نے کہا ہے کہ روایت کیا اسکو طبرانی نے اپنے یقینوں کتابوں میں اور خرائطی اور حکیم ترمذی نے بھی۔ ہر چند سخاوی نے اس حدیث کو ضعیف اور ابن جزیری نے موضوع کہا ہے لیکن اسکا تعقب کیا گیا ہے کہ حافظ نور عثمی نے لکھا ہے کہ اسناد طبرانی کی کہیں حسن ہے۔ اور روایت کیا ہے اسکو ابن خزیمہ نے حالانکہ انہوں نے تخریج احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہے اور اسی طرح جامع براہین کے ویساچہ میں امام سیوطی نے لکھا ہے کہ جو حدیث ابن خزیمہ کے طرف منسوب ہو وہ صحیح ہے انتہی۔ اور جب کسی چیز کو بھول جاوے چنانچہ ماہب اللہ نے اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعتم شیئا فاضلوا علی تذکرہ انشاء اللہ رواہ ابو موسیٰ المدینی ترجمہ روایت ہے انس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بھول جاؤ تم کسی چیز کو تو مجھ پر دو پڑھ لو جس سے وہ چیز انشاء اللہ تعالیٰ یاد آجائیگی روایت کیا اس کو ابو موسیٰ مدینی نے انتہی۔ اور برہنہ کا نہیں جیسا کہ زر قانی نے نقل کیا ہے عن الحسن بن علی عن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیثما کنتم فصلوا علی فان صلواتکم تبلغنی رواہ الطبرانی وغیرہ ترجمہ روایت ہے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں رہو مجھ پر دو پڑھو کہ پہنچ جائیگا وہ مجھ کو روایت کیا اسکو طبرانی وغیرہ نے انتہی۔ اور روز جمعہ چنانچہ ابن قیم نے زاد المعانی بدی خیر العباد میں نقل کیا ہے عن اوس بن اوس عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم من افضل ایاکم یوم الحجۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض

وفیه الصلۃ فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی قالوا یا رسول اللہ  
 وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمیت لیغی قد بلیت قال اللہ عز وجل حرم  
 علی الارض اجساد الانبیاء وادہ اسحاکم و ابن جبان فی صحیحہا ترجمہ روایت ہے  
 اوس بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے دنوں میں  
 افضل جمعہ کا دن ہے اسی روز آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی روز انتقال کیا  
 اسی روز نفع صورت ہوگا اور اسی روز صفتہ ہوگا اسلئے اس روز زیادہ مجھ پر  
 درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 کیونکر درود آپ پر عرض کیا جائیگا جس حالت میں کہ جب مبارک آپکا بوسیدہ  
 ہو گیا ہوگا فرمایا حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کہ انبیاء کے اجساد کو کھاد  
 روایت کیا اوسکو حاکم اور ابن جبان نے اپنے صحیحوں میں انتہی انشاء اللہ تعالیٰ  
 اور مباحث جو اس حدیث شریف سے متعلق ہیں آئندہ ذکر کئے جائیں گے  
 سوائے ان احادیث کے یقین اوقات درود شریف میں بہت حدیثیں وارد  
 ہیں۔ چنانچہ امام سخاوی رحمہ نے قول بدیع میں ایک باب صرف اوقات ومواقع  
 درود شریف میں مدون کیا ہے اور سہرابت کو باحادیث و آثار ثابت کیا ہے  
 چنانچہ اس باب کے عنوان کا ترجمہ یہ ہے۔ پانچواں باب درود شریف کے  
 اوقات مخصوصہ میں جیسے بعد وضو۔ تیمم اور غسل غیابت کے۔ اور نماز میں۔  
 اور بعد نماز کے۔ اور اقامت کے وقت۔ اور بعد صبح۔ اور مغرب کے۔ اور شہد  
 میں۔ اور قنوت میں۔ اور تہجد کے واسطے اٹھنے کے وقت۔ اور بعد تہجد کے۔  
 اور جب کسی مسجد میں گزر ہو۔ اور مسجد کو دیکھنے۔ اور داخل ہونے۔ اور نکلنے کے وقت



اور بعد جواب دینے مؤذن کے۔ اور جمعہ کے روز۔ اور اسکی رات میں۔ اور ہفتہ  
 اور اتوار۔ اور پیر۔ اور منگل کے دن۔ اور خطبہ میں جمعہ۔ اور عیدین۔ اور اسقف  
 اور کسوف۔ و خسوف کے۔ اور اثنائے تکبیرات عیدین۔ و جزارہ میں۔  
 اور میت کو قبر میں اتارنے کے وقت۔ اور رجب۔ و شعبان میں۔ اور جب تکبیر  
 کو دیکھے۔ اور صفا اور مروہ پر۔ اور تلبیہ سے فارغ ہو کر۔ اور حجاز سوو کے بوسہ  
 کے وقت اور ملتزم کے پاس۔ اور عرفہ کی دوپہر کے بعد۔ اور مسجد خیف میں۔  
 اور دینہ منورہ کو دیکھنے۔ اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے وقت  
 اور جب کبھی آٹا شریفہ اور امان متبرکہ جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرف  
 ہوئے ہیں نظر پڑے جائیں۔ اور فوج اور بیع اور کتابت وصیت کے وقت  
 اور نکاح کے خطبہ میں۔ اور صبح و شام۔ اور جب ارادہ سونیکا ہو۔ اور سفر کا  
 کرے اور سواری پر سوار ہونے کے وقت۔ اور جب نیند اچٹ جاوے  
 اور بازار یا دعوت میں جانے کے وقت۔ اور جب گھر میں داخل ہو۔ اور خط  
 میں بعد بسم اللہ کے اور جب کوئی غم۔ یا مصیبت۔ یا سختی آ پڑے۔ یا محتاج  
 و فقیر ہو جاوے اور ڈوبنے کے وقت۔ اور طاعون میں۔ اور دعا کے شروع  
 اور درمیان۔ اور آخر میں۔ اور جب کان میں آواز ہونے لگے اور جب پاؤں  
 سن ہو جائیں اور چپکنے کے وقت اور جب کسی چیز کو بھول جاوے اس کے  
 یاد آنیکے لئے۔ اور جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو۔ اور مولیٰ کہانیکے وقت۔ اور  
 جب گدھے کی آواز سنے۔ اور گناہ سے توبہ کرنے کے وقت۔ اور جب کوئی حاجت  
 پیش آوے۔ اور تمامی احوال میں۔ اور جب کسی شخص پر تہمت لگائی جاوے

اور وہ اس سے بری ہوا اور دوستوں سے ملنے کے وقت۔ اور جب چند آدمی مجلس سے اٹھنے لگیں۔ اور قرآن شریف ختم کرنے اور حفظ کر نیکے وقت۔ اور جب مجلس اٹھنے لگے۔ اور جس مجلس میں خدا کے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے جمع ہوں۔ اور با کر نیکے وقت اور علم پڑھنے اور پڑھانے۔ اور وعظ کرنے۔ اور فتویٰ دینے۔ اور حکم کر نیکے وقت اور جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھے۔ انتہی۔ **الحاصل** ان احادیث و آثار سے اوقات مخصوصہ مختلفہ درود شریف

کے لئے ثابت ہیں اور ضمانت یہ بھی معلوم ہوا کہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت درود شریف ہے بلکہ صراحتہ بھی اسکا امر فرما دیا ہے چنانچہ کنز العمال۔ اور وسیلہ غظمیٰ میں ہے عن الحسن بن علی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوۃ علی فان صلوکم علی

مغفرۃ لذنوبکم الحدیث ابن عساکر عن الحسن بن علی ت ک عن ابی ہریرہ۔

ترجمہ روایت ہے حسن بن علی اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زیادہ درود مجہر پڑھا کرو جس سے تمہارے

گناہوں کی مغفرت ہو روایت کیا اسکو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے

انتہی اور وسیلہ غظمیٰ میں ہے قال البیہقی صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا من الصلوۃ

علی لان اول ما تسالون فی القبر عنی رواہ السنن وای ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے کہ زیادہ مجہر درود پڑھا کرو کیونکہ سب سے پہلے قرین تم لوگوں کے

میرے ہی بارہ میں سوال ہوگا روایت کیا اسکو سنن ابی یوسف نے۔ اور سنن ابی داؤد نے۔

اسکے انشاء اللہ تعالیٰ جب موقع اکثر حسین نقل کی جائیگی جس سے یہ بات بتواتر  
 معنوی ثابت ہو جائیگی کہ ائمہ کبار کا کثرت درود شریف پڑھنا آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے۔ اسی وجہ سے کثرت درود شریف علامت  
 اہل سنت و جماعت کی ٹھہرائی گئی ہے چنانچہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع  
 میں روایت کی ہے روى ابو القاسم القسیمی فی الترغیب لمن طریق علی بن  
 الحسین قال علامۃ اہل السنۃ کثرۃ الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور  
 ظاہر ہے کہ کلام سعادت پیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر و وحی ہے۔  
 کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ تُو  
 معلوم ہوا کہ کثرت درود شریف کی حق تعالیٰ کو بھی منظور ہے۔ اور یہ دوسرا  
 قرینہ ہے اس پر کہ امر صلوٰۃ علیہ استمرا کیلئے ہے الحاصل صرف ایک دوبار  
 درود شریف اسقاط فرضیت کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریر بنانا  
 کہ جس سے مسلمانوں کی رغبت کم ہو جائے خلاف مسلک اہل سنت و جماعت  
 کے ہے اور خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلکہ خلاف مرضی حق تعالیٰ  
 کے بھی ہے اعادنا اللہ تعالیٰ من ذلک فائدہ متعلق و سلمو التسلیع  
 سلام اسم ہے تسلیم کا اور کئی معنی میں مستعمل ہے صلح۔ انقیاد و فرمان برداری۔  
 بذل الرضا با حکم وغیرہ قال القاضی عیاض فی الشفا فی معنی السلام علیہ  
 علیہ وسلم ثلثۃ اوجہ اولہا السلامۃ کلمۃ ومعک ویکون السلامۃ مصدر کالذ  
 والذ اذۃ والثانی فی السلام علی خفاک و رعایتک مستول لہ و کفیل ویکون ہنا  
 السلام اسم اللہ الثالث ان السلام بمعنی السلامۃ والانقیاد کما قال اللہ تعالیٰ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا فِيهِمَا تَبْجِيهِمْ ثُمَّ تَوَلَّيَا جَدُّوَا  
 فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيَسْأَلُوكَ تَسْلِيمًا۔ اور جنی بدلا ارض صاحب  
 مذکور ہیں پس معنی السلام علیکم کے یہ ہوئے کہ تم سلامت رہو۔ یا ہم تمہارے  
 فرمان بردار اور تمہارے حکم پر راضی ہیں بہر حال و دونوں صورتوں میں اطہارِ اہل  
 اور دعا گوے سلام سے مقصود ہے پشتی اہل عرب ملاقات کے وقت انعم اللہ  
 علینا وغیرہ الفاظ کہا کرتے تھے بجائے اسکے ان الفاظ کے مقرر ہونے میں  
 بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جب کوئی ان الفاظ کے ساتھ کسی کو خطاب کرتا ہے  
 تو مخاطب کو تصریح سلامتی کی وجہ سے اطمینان اوس شخص سے ہو جاتا ہے اسی سبب  
 سے مخاطب پر جواب بھی اسی قسم کا واجب ہو گیا تا اوسکو بھی اوس شخص سے  
 اطمینان ہو جاوے۔ چنانچہ اب تک کل اہل عرب میں بدویوں تک یہ بات جاری  
 کہ جب سلام کرتے یا جواب سلام کا دیتے ہیں تو ہر کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتے  
 اور جب ضرر پہنچانا منظور ہوگا تو نہ سلام کریں گے نہ اوسکا جواب دیں گے  
 پس معلوم ہوا کہ سلام صداقت و اخلاص کی دلیل ہے۔ اور اس سے یہ بات  
 جتنی جاتی ہے کہ ہم آپ کے دعا گو اور غیر خواہ ہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے  
 جملہ اہل ایمان کو منطبق لازم الوثوق وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا تاکیدا فرمایا اگر شخص  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تاہر وقت اخلاص عقیدت کا اظہار  
 بارگاہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا کرے اسی واسطے ہر نماز میں خواہ  
 فرض یا نفل ایک دو بار سلام عرض کرنا ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس تکرار میں نکتہ  
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو سبب مشاغل ضروری کے جو لازمہ بشری ہیں ہر وقت

حضور ہی نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے نماز کے واسطے جو افضل عبادات ہے چاروں  
 خاص خاص مقرر کئے گئے پہر جب توجہ او سکی حق تعالیٰ کے طرف ہوئی تو ضرور ہو  
 کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف بھی متوجہ ہو کیونکہ حضرت کی ذات  
 مبارک مخلوق و خالق کے درمیان میں واسطہ جمیع فیوضات کا ہے پس یہ  
 متوجہ ہونا گویا بہ نسبت اس شخص کے حضور ہی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر حضوری  
 کے وقت سلام عرض کرنے کی ضرورت ہے۔ اب یہاں یہ بات قابل غور ہے  
 کہ جب کوئی شخص بار بار سلام عرض کرے، نبی عقیدت و غیر خواہی جتنا جاوے  
 اور ہر وقت اعتراف کیا کرے کہ مجھ سے کسی قسم کی اذیت نہ پہنچے گی باوجود اس کے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے کلمات ناشائستہ اور غیر مہذب ہے  
 جس سے سننے والوں کو اذیت پہنچے تو اس اظہار اخلاص کو کیا سمجھنا چاہئے  
 بجز اس کے اور کیا کہا جاوے کہ حق تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو توفیق ادب  
 عطا فرماوے **الحاصل** ہر نماز میں سلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر  
 ہونا دلیل اس بات پر کہ کثرت اس سلام کی حق تعالیٰ کو نہایت پسند ہے اور  
 یہی وجہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے حق تعالیٰ اس پر  
 سلام کرتا ہے کافی الشکوۃ عن عبد الرحمن بن عوف قال خرج رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم حتی دخل منزلاً فاجتهد فاطال السجود حتی خشيت ان يكون اللہ تعالیٰ  
 قد توفاه قال فنبئت انظر فرغ راسہ فقال مالک فذكرت ذلك له قال فقال  
 ان جبریل علیہ السلام قال لی الا ابتشرک ان اللہ عز وجل یقول لک من صلی  
 علیک صلوۃ صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ رواہ احمد و ترمذی

روایت ہے عبد الرحمن بن عوف سے کہ منکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اور داخل ہوئے کسی نخلستان میں پھر سجدہ کیا آپ نے اور ورازا کیا سجدہ یہاں تک کہ خوف ہوا مجھ کو کہ شاید انتقال ہو گیا ہو پس قریب آیا کہ دیکھوں کیا حال ہے۔ پس اٹھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اور فرمایا کہ کیا ہوا تم کو جو گھبراہٹ ہوے ہو پس عرض کیا معنی سرگزشت کو۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ خوش خبری دیتا ہوں میں آپ کو کہ حق تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود پڑھے صلوة پہنچاتا ہوں میں اوپر اور جو شخص آپ پر سلام کرے سلام کرتا ہوں میں اوپر۔ روایت کی اسکو امام احمد نے انتہی اور درمنصور میں ابن حجر مہتممی رح نے اسی مضمون کی روایت نقل کی اور کہا کہ صحیح کہا اسکو حاکم نے۔ اور ایسا ہی کہا قسطلانی رحمہ اللہ نے مسالک المحققین کہ عبد بن حمید نے بھی روایت کی ہے اسکو اپنے مسند میں وفي الوسيلة النظمی قال ابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی روایت جبریل فیشر فی وقال ان ربک یقول من صلی علیک صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ فبیرت اللہ شکراً رواہ احمد و اسکا کم ترجمہ فرمایا ابی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا میں نے جبریل کو پس خوشخبری دی اوہوین نے مجھ کو اور کہا کہ فرماتا ہے رب آپ کا جو شخص آپ پر درود بھیجے میں اوپر صلوة پہنچاتا ہوں اور جو شخص سلام عرض کرے آپ پر میں اوپر سلام کرتا ہوں پس سجدہ شکراً بجالایا میں اللہ تعالیٰ کا روایت کیا اسکو امام احمد اور حاکم نے انتہی بعد اسکے رحمت الہی نے اور ترقی کی اور ایک سلام کے بدلے دس کی بشارت دی گئی کما درود عن ابی طلحة

الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاہل فوات یوم والبشری تری فی  
 وجہ فقال انه جانی جبریل علیہ السلام فقال اما یرضیک یا محمد ان لا یصل علیک  
 احد من امتک الا صلیت علیہ عشر اولایسم علیک احد من امتک الا صلیت  
 علیہ عشر رواہ النسائی واسحاق فی صحیحہ وابن جبان والدارمی کذا فی مسالک کثفا  
 وقال السخاوی فی القول البدیع رواہ احمد ترجمہ روایت ہے ابی طلحہ انصاری  
 سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز برآمد ہووے اور چہرہ مبارک  
 سے خوشی نمایاں تھی پس فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا  
 کہ کیا آپ راضی نہیں اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو امتی آپکا ایک درود  
 آپ پر بھیجے میں دس صلوٰۃ اور سبھی چون اور جو ایک سلام آپ پر کرے میں  
 دس بار اس پر سلام کردن انتہی جائز ہے کہ یہ قول جبریل علیہ السلام کا ہوا اپنی  
 طرف سے یا برسیل پیام ہو حق تعالیٰ کے طرف سے۔ یہاں سمجھنا چاہئے کہ  
 جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے تو اس کے  
 جواب کا حق حضرت پر ہے حق تعالیٰ جو جواب ارشاد فرماتا ہے اس سے کس قدر  
 خوشنودی حق تعالیٰ کی اس سلام سے ثابت ہوتی ہے۔ اس موقع میں یہ خیال  
 نہ کرنا چاہئے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد نہ فرماتے ہوں  
 اسلئے حق تعالیٰ آپ کے طرف سے جواب دیتا ہو۔ کیونکہ احادیث میں صرح ہے  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جواب سلام کا ادا فرماتے ہیں کماری  
 الامام القزطبی رح فی تفسیرہ عن عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم قال یا منکم من اذامت الا جاء فی سلام مع جبریل ویقول

یا محمد بن فلان ابن فلان یقرک السلام فاقول وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ترجمہ  
 روایت ہے عبد الرحمن بن عوفؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 جب کوئی شخص تم میں کا سلام کرے مجھ پر میرے انتقال کے بعد تو پہنچے گا سلام  
 اوسکا مجھ کو جبریل علیہ السلام کے ساتھ اور کہیں گے وہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 یہ شخص فلان بن فلان سلام عرض کرتا ہے آپ پر کہو نگاہ میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ  
 وبرکاتہ انتہی اور سوائے اسکے کوئی فرشتہ سلام پہنچانے پر مقرر نہیں کیا کہ گذرا  
 النحال جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہو تو حضرت سے بھی  
 جواب پاتا ہے اور حق تعالیٰ کے طرف سے بھی اس سے ظاہر ہے کہ اس سلام میں  
 خدا و رسول کی کمال درجہ کی خوشنودی ہے اسی وجہ سے فرشتوں سے لیکر جھاڑ  
 پھاڑ تک بکمال شوق سلام عرض کیا کرتے تھے کما فی مسالک الخفافین علی قال کنا  
 بکلمۃ فخرج فی بعض فواجہا مما استقبلہ ولا شجر ولا در ولا جبل الا قال لہ السلام علیک  
 یا رسول اللہ رواہ الدارمی والترمذی وحسنہ واکھم وصححہ والطبرانی والبیہقی  
 والبیہقی ترجمہ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ہم لوگ مکہ میں آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس نکلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے  
 پہرے جھاڑیاں ٹیلا یا پہاڑ سامنے آتا السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا انتہی  
 وفی المواہب اللدنیہ۔ وفی حدیث یعلیٰ بن مرة النخعی قال ثم مرنا حتی نزلنا  
 منزلا فنام البنی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت شجرة تشق الارض حتی غشیته ثم حبت  
 الی مکنا فلما استيقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذكرت له فقال ہی شجرة  
 استاذنت ربہا فی ان تسلم علی فاذن لہا الحدیث رواہ البیہقی فی شرح السنہ



وقال الزرقانی رواہ احمد والطبرانی والبیہقی ترجمہ روایت ہے یعلیٰ بن مرو  
 سے کہ پہر چلے ہم یہاں تک کہ اوترے کسی منزل میں پس آرام فرمایا نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے پس آگیا ایک جہاڑ زمین نشق کرتا ہوا یہاں تک کہ ڈھانپ لیا  
 حضرت کو کچھ لوٹ گیا اپنے مقام پر پس جب بیدار ہوئے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم ذکر کیا میں نے قصہ اوس جہاڑ کا فرمایا اجازت چاہی اوس نے  
 اپنے رب سے کہ سلام کرے مجھ پر پس اجازت دی گئی اور مکوا انتہی۔ اور ملک الحفا  
 میں قسطلانی رح نے نقل کیا ہے عن ابی بکر الصدیق قال الصلوۃ علی النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم حق للخطا من الماء البارد والبارد والبارد والبارد والبارد  
 علیہ وسلم من حق الرقاب وجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من الحج  
 الانفس او قال افضل من ضرب السیف فی سبیل اللہ رواہ الترمذی وابن  
 بکوال موقوفاً ترجمہ فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہ درود جو آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جاوے مثانی والا گناہوں کا سہ زیادہ اس سے  
 کہانی آگ کو نابود کر دے۔ اور سلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا  
 جاتا ہے غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے اور محبت آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی افضل ہے خون دل کو پینے سے یعنی جان بازی سے۔ یا کہا  
 افضل ہے تلوار مارنے سے راہ خدا میں انتہی کہا قسطلانی رح نے مسالک الحفا  
 میں کہ ذکر کیا امام فاکہانی رح نے کہ یہ سلام غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے  
 ہے کہ عقی رقبہ کا مقابلہ عقی ناز کے ساتھ ہے یعنی جو شخص غلام آزاد کرتا  
 ہے تو ہر عضو اوس شخص کا مقابلہ میں اعضاے غلام کے ورنہ سے آزاد ہوتا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کر نیکی کے مقابل اور عرض اللہ تعالیٰ کا سلام  
 ہے اور اللہ تعالیٰ کا سلام لاکھ جنتوں سے بہتر ہے انتہی۔ اسکے سوا اور بہت  
 حدیثیں سلام کی فضیلت میں وارد ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع لکھی جائیگی  
 اب یہاں یہ امر پیش نظر ہے کہ اس سلام کی کس قدر وقت ہے جو عین نماز  
 میں ضروری ٹھہرایا گیا حالانکہ نماز عبادت محضہ ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت  
 میں توجہ صرف معبود حقیقی کے طرف چاہئے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ سلام جو  
 التحیات میں پڑھا جاتا ہے یعنی السلام علیک ایہا البنی اس سے خطاب  
 مقصود نہیں بلکہ حکایت ہے شب معراج کی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس  
 صورت میں التحیات کا کچھ مطلب ہی نہوا صرف الفاظ ہی الفاظ رہ گئے۔  
 نہ التحیات اللہ سے تمام تحیات اللہ تعالیٰ کیلئے ہونی کا اعتراف ہونا شہدان  
 لا الہ الا اللہ سے توحید پر شہادت ہوئی حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے التحیات کی تعلیم فرمائی یہ نہ کہا کہ شب معراج اس قسم کا مخاطبہ ہوا تھا  
 اور بطور حکایت اور سکو پڑھنا چاہئے حدیث تعلیم التحیات کی یہ ہے جسکو  
 ابن تیمیہ نے منقول الاخبار میں روایت کی ہے عن ابن مسعود قال علمنی رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم التہجد کفی بین کفیه کما علمنی السورۃ من القرآن التحیات  
 اللہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا البنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام  
 علینا وعلی عباد اللہ الصالحین شہدان لا الہ الا اللہ و شہدان محمداً عبداً ورسولاً  
 رواہ الجماعة و فی لفظ ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قعد احدکم فی الصلوۃ  
 فلیقل التحیات اللہ و ذکرہ و فیہ عند قولہ و علی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا علمتم

ذلک فقد سلمتم علی کل عبد للہ صالح فی السار والارض وفي آخرہ ثم یخیر من المسالہ  
 باشا شفق علیہ وعن ابن مسعود قال کنا نقول قیل ان یفرض علینا الشہد السلام  
 علی اللہ السلام علی جبریل ومیکائیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نقولوا  
 هكذا ولكن قولوا التحیات اللہ ذکرہ الدار قطنی وقال اسنادہ صحیح وہذا یدل علی  
 انہ فرض علیہم ترجمہ خلاصہ ان تمینون روایتوں کا یہ ہے کہ روایت ہی ابن مسعود  
 سے کہا انہوں نے کہ شہد فرض ہونیکے پیشتر ہم لوگ السلام علی اللہ السلام علی  
 جبریل ومیکائیل کہا کرتے تھے پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا  
 مست کہو بلکہ جب کوئی نماز میں بیٹھے تو چاہے کہ کہے التحیات اللہ آخر تک اور  
 سکھایا کہ جو حضرت نے یہ التحیات میرا تھا اپنے ہاتھ میں لیکر جیسا کہ کوئی سورہ  
 قرآن کا تعلیم فرماتے تھے۔ اور فرمایا کہ جب تم نے و علی عباد اللہ الصالحین کہا  
 تو گویا سلام کیا تم نے ہر بندہ صالح پر خواہ آسمان میں ہو وہ یا زمین میں روایت  
 کیا اسکا اہل صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل اور دارقطنی نے بہ حسب تفصیل  
 مذکور ہے کہ ابی تیمیہ نے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ التحیات صحابہ پر فرض تھی  
 انتہی مخلصا ہر چند الفاظ التحیات کے مختلف طور پر واروہین مگر جنین السلام علیہ  
 ایہا البنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور ان احادیث کو بخاری مسلم  
 ابوداؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ امام احمد ابن حبان ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق  
 نے روایت کی ہے کافی کثر العال ان روایات سے کسی میں یہ بات نہیں ہے  
 کہ وہ سلام بطور حکایت پڑھا جاوے پہر جب حکایت ہونا اور کثابت نہ ہوا تو  
 معنی مقصود بالذات ہوے جس سے ثابت ہوا کہ بطور انشا کہا جاوے جیسا کہ

شیخ عابد سند ہی رح نے طوالمح الانوار شرح در مختار میں اسکی تصریح کی ہے کما سبھی  
 دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ السلام علی جبریل و میکائیل اور بروایت امام  
 بن جنبل السلام علی فلان و فلان کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب تم السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین  
 کہو گے تو تمہارا سلام تمام مقربین و مرسلین و صالحین کو پہنچ جائیگا اس سے  
 ظاہر ہے کہ یہ سلام بطور انشاء ہے نہ بطور حکایت۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو بھی اسی تقسیم میں سلام پہنچ سکتا تھا لیکن چونکہ اوسین کو کسی  
 خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں رہتی تھی اسلئے ضرور ہوا کہ  
 بحسب مرتبہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف متوجہ ہو کر خطاب کے  
 ساتھ سلام عرض کرے اور تکمیل تحیت کے واسطے و رحمۃ اللہ و برکاتہ بھی زیادہ  
 کرے جس سے اعتناء بالشان اس سلام کا ظاہر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جیسا  
 السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین انشاء ہے ویسا ہی السلام علیک بھی انشاء ہے  
 تیسری دلیل یہ ہے السلام علیک ایہا النبی حسین خطاب و ندا ہے متواتر ہے پرتوا  
 لفظی اگر معنی اسکے مراد نہ لئے جائیں تو ایک قسم کا نسخ لازم آئیگا پھر دلیل نسخ  
 کو چاہئے کہ دیسی ہی قطعی ہو اور مخاطبہ شب معراج کا احادیث صحیحہ سے اگر  
 ثابت ہو جائے جب بھی اس متواتر کا نسخ اس سے نہ ہو سکے گا اسلئے کہ اول تو  
 وہ احادیث احاد ہونگی حسین قطعیت نہیں۔ دوسرا یہ کہ اس التحیات کو اونکے  
 ساتھ کچھ نسبت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ ہئیت و دون کی ایک ہو گئی لیکن اس  
 یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اسکی حکایت ہو بلکہ وہاں جیسا حق تعالیٰ نے بطور انشاء

نمایا تھا ویسا ہی بیان مصلی بطور انشاء عرض کرتا ہے **الحاصل** بعد تصحیح ان احادیث کے اس متواتر کے نسخ کے لئے یہ بات ضرور ہے کہ بطور حکایت پڑھنے کا امر متواتر ثابت کیا جاوے واذلین فلیس۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب آیہ شریفین اللہ **وَعَلَّمَ الْكُتُبَ نَزَلَ** ہوئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا صلوٰۃ کا طور ارشاد فرما کے چنانچہ درشتورین امام سیوطی رح نے روایت کی ہے **واخرج ابن ابی سعد و احمد ابن حنبل و البخاری و النسائی و ابن ماجہ و ابن مردويه عن ابی سعید الخدری قال قلنا یا رسول اللہ هذا السلام علیک قد علمناه** تکلیف الصلوٰۃ قال **قلوا اللہم صل علی محمد و آلہ** حدیث امام سخاوی رح نے قول بیع میں لکھا ہے کہ مراد اس سلام سے جسکی نسبت صحابہ نے اپنا علم ظاہر کیا سلام تشہد ہے یعنی السلام علیک ایہا البنی حیث قال والمراد بقولہم السلام علیک فقد عرفناه تکلیف الصلوٰۃ علیک فالعلم ایاہ فی التشہد من قولہم السلام علیک ایہا البنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ینکون المراد بقولہم تکلیف لصلی علیک ای التشہد قال البیہقی اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے نزدیک یہ سلام انشاء تحت تھا اسلئے کہ سلوٰۃ کے اتمثال میں اسکو قرار دیا تھا اور اتمثال کے لئے انشاء کی ضرورت ہے حکایت مفید نہیں ہو سکتی۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام سخاوی رح نے لکھا ہے کہ سلام عرض کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی مواقع میں واجب ہے ایک تشہد اخیر میں امام شافعی رح کے نزدیک دوسرا نام مبارک آپ کا سن کر قیسرا جب قبر شریف کے پاس حاضر ہووے حیث قال فی القول البیع و لعلہم یرتقی درجۃ التعلیم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الوجوب فی مواضع الاول فی

الشہید الاخیر رض علیہ الشافعی الثانی ما نقلہ الحلی انہ یجب التسلیم علی النبی صلی  
 علیہ وسلم کما ذکر فی الشفا نقلاً عن القاضی ابی بکر بن بکر نزلت ہذہ الآیہ  
 علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر اللہ اصحابہ ان یسلوا علیہ وکذلک من بعدہم  
 امر و ان یسلوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند حضورہم قبرہ وعند ذکرہ  
 چھٹی دلیل شیخ عابد سند ہی رح نے طوابع المانوار شرح در مختار میں لکھا ہے  
 کہ السلام علیک ایہا النبی کے معنی کو مقصود بالذات سمجھے اور بطور اثبات اسلام  
 عرض کرے کما قال ویقصد بالفاظ الشہید معانیہا حال کون ملک الالفاظ مراد  
 لہ امی مقصودہ لنفسہ علی وجہ الانشاء کا نہ سمجھی اللہ تعالیٰ ویسلم علی عبدہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم بقولہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فان قبل کیف یرسخ  
 ہذا اللفظ و ہو خطاب بشتر مع کونہ منہیا فی الصلوۃ اجیب عن ذلک باجوبۃ  
 ساتویں دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری شریف میں ہے عن عبد اللہ بن مسعود ابوہریرہ  
 قال سمعت ابن مسعود یقول علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفینہ  
 کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات اللہ والصلوۃ والطیبات السلام علیک  
 ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین الشہدان  
 لا الہ الا اللہ والشہدان محمدًا عبیدہ ورسولہ وہو بین ظہرنا علما بقض قلنا السلام  
 یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ روایت ہے ابوہریرہ سے کہ ابن مسعود  
 سے میں نے سنا ہے کہ کہتے تھے سکھایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 التحیات مذکور اپنے دونوں ہاتھوں میں میرا ہاتھ لیکر جیسا کہ کوئی سورۃ قرآن کا  
 سکھاتے ہیں اوس حالت میں کہ حضرت ہم میں تشریف رکھتے تھے پھر جب حضرت

نے انتقال فرمایا تو کہا ہم نے السلام یعنی علی بنی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی ابن حجر  
 فتح الباری میں لکھا ہے ورو فی بعض طرق حدیث ابن مسعود ما یقضی المعارۃ  
 بین زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما بعدہ فی الخطاب ففی الاستینان من حسن بن النجاری  
 من طریق ابی معمر عنہ بعد ان ساق حدیث التشہد قال وہو بین الخمر فلما بعض  
 قلنا السلام یعنی علی بنی واخرجه ابو عروانہ فی صحیحہ والبولغیم والبیہقی من طرق  
 متعدۃ بلفظ فلما قبض قلنا السلام علی النبی وکذا لک رواہ ابو بکر بن شیبہ قال  
 السبکی فی شرح المنہاج بعد ان ساقہ مسند الی ابی عروانہ وحدہ ان صح عن الصحابۃ  
 ہذا دل علی ان الخطاب فی السلام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر واجب  
 قلت قد صح بلاریب وقد وجدت له متابعا قد یا قال عبد الرزاق اما ابن حرج  
 اخبرنی عطاء ان الصحابۃ کانوا یقولون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حی السلام  
 علیک ایہا النبی فلما مات قالوا السلام علی النبی واسنادہ صحیح واما ما روی سعید  
 بن منصور من طریق ابی عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ ان النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم علمہ التشہد فذکرہ قال فقال ابن عباس انما کننا نقول السلام علیک  
 اذا کان حیا فقال ابن مسعود کذا علمناہ وکذا نعلم فطاہرہ ان ابن عباس  
 قالہ شجاء وان ابن مسعود لم یرجع الیہ لکن رواۃ ابی معمر اصح لان ابابعبیدہ لم  
 یسمع عن ابیہ والاسناد الیہ مع ذلک ضعیف اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ  
 رضی اللہ عنہم اس سلام کو بطور انشاء کہا کرتے تھے اسی وجہ سے بعض صحابہ نے  
 اسے اجتہاد سے لفظ خطاب و نما کو بدل دیا اور السلام علی النبی کہنا شروع کیا  
 کیونکہ اگر یہ سلام بطور حکایت ہوتا تو بدلنے کی کچھ ضرورت تھی پس ثابت ہوا

کہ یہ سلام اٹھانے نہ حکایت۔ اب یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ بعد وفات  
 کے اگر صحابہ کا خطاب و ندا کو بدلنا ثابت ہو تو سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما عالم ابدی ہوئے اور  
 صحابہ نے مسند خلافت الہی کو وجود غنصری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 خالی پایا عالم آنکھوں میں تیرہ و تاریک ہو گیا غم و الم کی پہانتک نوبت  
 پہنچی کہ بعضوں سے دیوانوں کے سے حرکات صادر ہونے لگے بات بات  
 پر یاد اشفاق و مراحم مریانہ ایک مصیبت برپا کئے دیتے تھے باوجودیکہ بلال  
 اذان کے ثوابوں سے خوب واقف تھے اور اسی کام پر پامور تھے مگر اس  
 حد مرنے اور انکو اس فضیلت غظمی سے باز رکھا تھا کیونکہ جب نام مبارک زبان  
 پر آ جاتا تو نقشہ حضوری کا آنکھوں کے سامنے سیر جاتا تھا پھر اس حالت جانکا  
 کا بیان کیا ہو سکے کہ جبکی وجہ سے ایسی فضیلت غظمی کے طرف مبادرت نہیں  
 کر سکتے تھے ہر چند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنھوں نے انہیں آزاد کیا تھا حکم  
 بھی فرمایا مگر جب بھی نہ ہو سکا حالانکہ اٹھال امرانکا انہیں دو طور سے ضرور  
 تھا ایک بحیثیت آقائی دوسرے خلافت کہ کسی مسلمان کو انحراف اون کے  
 امر سے جائز نہ تھا۔ لیکن کیا کر سکتے غم کا تسلط کچھ اس قدر ہو گیا تھا کہ دل ہی قابو میں  
 نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ آخر معذور رکھے گئے چنانچہ کثر العمال میں منقول ہے عن محمد

بن ابراہیم بن الحارث الیثمی قال لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم اذن  
 بلال و رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يقبر في مكان اذ قال اشهد ان محمدا رسول الله  
 استحب الناس في المسجد فلما دفن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابو بكر اذن



فقال ان كنت انما اعتقتني لله فغلبني ومن اعتقتني له فقال انما اعتقتك لله فقال  
 اني لا اوزن لاحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فذاك اليك فاقام حتى  
 خرجت بعوث الشام فصار معهم حتى انتهى اليها ابن سعد ترجمه روایت ہے  
 محمد ابن ابراہیم سے کہ جب وفات فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان  
 کہنی بلال رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہ ہنوز حضرت دفن نہیں کئے گئے تھے جب ادھوں نے  
 اشہد ان محمد رسول اللہ کہا مسجد شریف میں کھرام مچ گیا کسی سے ضبط گریہ ہو سکا  
 اور بے اختیار آوازیں بلند ہو گئیں۔ پھر بعد دفن کے جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے  
 بلال کو اذان کا حکم دیا۔ عرض کیا کہ اگر آپ نے اللہ کے واسطے مجھے آزاد کیا ہے  
 تو مجھے اللہ کے حوالہ کر دیکھتے فرمایا میں نے صرف اللہ کے واسطے تمہیں آزاد کیا ہے  
 کہا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اب کسی کا موزن نہ ہو گا فرمایا تمہیں  
 اختیار ہے پھر اقامت کی مدینہ منورہ میں چند روز اور جب شام کے طرف لشکر  
 روانہ ہوا تو اسکے ہمراہ چلے گئے اور وہیں رہے انتہی اور بعض صحابہ نے  
 وفات شریف کی خبر سنتے ہی دعا کی کہ الہی اب ہمیں نابینا کر دے کہ بعد اپنے  
 حبیب کے کسی کی صورت نہ دیکھیں کما فی المواہب اللدنیہ و ذکر ابن القطر ایضاً  
 ان عبد اللہ بن زید نہر کان یعل فی جنتہ لہ فاماہ ابنہ فاخبرہ ان العباسی صلی اللہ علیہ  
 وسلم تو فی فقال اللهم اذهب بصری لا اری بعد حبیبی محمد احداً خلعت بصرہ اسے  
 عینی واقع میں اس مصیبت کی کچھ انتہا نہیں سواری مبارک کے جانور پر اس  
 صدمہ کا وہ اثر ہوا کہ تحمل نہ ہو سکا آخر خود کشی کی چنانچہ محدثین نے اسکی  
 تصریح کی ہے جب جانور کا یہ حال ہو تو اون جانہا زان خستہ جگر کا کیا حال ہوا

ہوگا جنکو محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم سے اور جان سے زیادہ  
 سستی۔ مگر ہر اسودہ حال کو اس حالت کی کیا خبر او سکو تو وہی لوگ جانیں جو خدا  
 محبت سے واقف اور فراق کے صدمے اٹھا چکے ہوں اس حال کمال غم  
 الم کے سبب سے اوائل میں بعض صحابہ نے خطاب کو ترک کر دیا پھر جب وہ حالت  
 بسبب امتداد زمانہ کے فرو ہو گئی سبب تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 پیراوسی طور پر بصیغہ خطاب و ندا پڑھنا شروع کیا چنانچہ صحابہ و تابعین کا عمل  
 اسی پر رہا اور آج تک وہی جاری ہے اثبات اس دعویٰ کا کئی وجوہ موجود ہوتا  
 ہے۔ و جادل یہ ہے کہ بروایت متعددہ ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر و عمر

فاروق اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم برسر منبر علی رؤس الاشہاد اپنے  
 خلافتوں میں تعلیم التحیات کی بلفظ السلام علیک ایہا البنی کیا کرتے تھے  
 اور یہ تعلیم کچھ ایسی تھی کہ کسی پر پوشیدہ رہ سکے پھر اگر کسی کو ندا و خطاب میں  
 کلام ہوتا ضرور کہہ دیتے کیونکہ صحابہ کی شان سے بعید ہے کہ کسی مسئلہ کو خلاف  
 واقع منکر خاموش رہ جائیں خصوصاً ایسا مسئلہ کہ جس میں آخری زمانہ والوں کے  
 خیال کے مطابق شرک کا اندیشہ ہے امام زلیعی نے شرح کنز الدین لکھا ہے وعن حماد  
 من اہل النقل ان تشہد ابن مسعود اصح ما یرد فی علیہ علی اکثر اہل العلم من الصحابہ

و التابعین حتی قال ابن عمر کان ابو بکر الصديق یعلیٰنا التشہد علی المنبر کما یعلیٰ  
 فی الکتاب فذکر تشہد بن مسعود یعنی بروایت ابن عمر ثابت ہے کہ صدیق اکبر  
 رضی اللہ عنہ برسر منبر تعلیم تشہد ابن مسعود کی کیا کرتے تھے جیسا کہ مکتبوں میں  
 لڑکوں کو تعلیم کیا کرتے ہیں یہ تشہد وہ ہے جن میں السلام علیک ایہا البنی موجود

اس لئے کہ محدثین و فقہا جب تشہد ابن مسعود کی کہتے ہیں تو مراد اس سے وہ تشہد ہوتی ہے جو مرفوع ہے یعنی جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کما ہو لفظاً  
 عند اہل العلم وعن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ سمع عمر بن الخطاب و ہو علی المنبر  
 و ہو یعلم الناس التشہد یقول قولوا التحیات الزاکیات اللطیبات الصلوات  
 للہ السلام علیک ایہا البنی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان  
 محمد عبده و رسولہ مالک و الشافعی و ابی حنیفہ و الطحاوی کہ ق کذا فی کنز العمال ترجمۃ وایت  
 ہے عبد الرحمن ابن عبد القاری سے کہ عمر بن خطابؓ سے میں نے سنا ہے کہ التحیات  
 مذکور بر سر منبر تعلیم کرتے تھے روایت کیا اسکو امام احمد و تھامی رحمہما اللہ نے شرح معانی  
 الآثار میں عن سعید بن جبیر مطاوع عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم یعلمنا التشہد کما یعلمنا القرآن فکان یقول التحیات المبارکات الصلوٰۃ  
 الطیبات للہ السلام علیک ایہا البنی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ الحدیث و عن ابن  
 جریج قال سئل عطاء و انا اسمع عن التشہد فقال التحیات المبارکات الصلوٰۃ للہ  
 ثم ذکر مشکہ قال لقد سمعت عبد اللہ بن الزبیر یقول ہن علی المنبر یعلمن الناس و لقد سمعت  
 عبد اللہ بن عباس یقول مثل ما سمعت ابن الزبیر یقول قلت فلم یختلف ابن الزبیر  
 و ابن عباس فقال لا یعنی کہا عطاء رحمہ اللہ نے کہ سنا میں نے عبد اللہ بن زبیر سے کہ  
 بر سر منبر التحیات مذکور کی تعلیم کیا کرتے تھے اور وہی التحیات عبد اللہ بن  
 عباس سے بھی سنی ہے انتہی لمخصصاً جب اس قسم کے مجموعہ میں حسین ہزار اصحاب  
 ہوتے تھے خلفائے تشہد بصیغہ خطاب تعلیم کیا اور کسی نے اسکا انکار نہ کیا  
 ثوابت ہو کہ صحابہ کا اجماع اسی پر تھا۔ اب بعد ثبوت اجماع کے ضرورت

نہ رہی کہ افراد صحابہ کا بھی عمل بیان کیا جاوے مگر تبرعاً چند اکابر صحابہ کا عمل بھی  
 بیان کیا جاتا ہے تا طاہر البین حق کو کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔ ابن عباسؓ  
 کا عمل اور تعلیم کرنا بصیغہ خطاب ابھی معلوم ہوا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
 سے بھی اسی قسم کی التحیات ثابت ہے کما فی الموطا لامام محمد رحمہ اللہ قال مالک  
 ابن نافع عبد الرحمن بن قاسم عن امہ عن عائشہؓ انہا کانت تشہد نقول التحیات  
 الصلوات الزکیات اللہ اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد  
 محمد عبیدہ ورسولہ السلام علیک ایہا البنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا و  
 علی عباد اللہ الصالحین السلام علیکم اسی طرح ابن عمرؓ سے مروی ہے کما فی الموطا  
 لامام محمد قال مالک ابن نافع عن ابن عمرؓ ان کان تشہد فیقول بسم اللہ التحیات  
 اللہ الصلوات اللہ الزکیات اللہ السلام علیک ایہا البنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
 السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین الحدیث اور شرح معانی الآثار میں امام  
 طحاوی نے روایت کی ہے عن مجاہد قال کنت اطوف منہ ابن عمرؓ بالیت  
 وہو یلمنی التشہد یقول التحیات اللہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا  
 البنی ورحمۃ اللہ قال ابن عمرؓ زدت فیہا وبرکاتہ یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ مجھ یا  
 مجھ کو ابن عمرؓ نے حالت طواف کعبہ میں تشہد مذکور۔ اسی طرح معاویہؓ اور سلمان  
 فارسیؓ اور ابو حمید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب  
 لکھنوی مرحوم نے تعلیق المجد میں لکھا ہے ومنہم معاویہ اخرج الطبرانی فی الکبیر  
 مثل تشہد ابن مسعود ومنہم سلمان اخرج الطبرانی والبیہقی مثل تشہد ابن مسعود  
 وقال فی آخرہ علیہا ولا تزید فیہا حرفاً ولا تنقص منہا حرفاً واسنادہ ضعیف وہم

ابو حمید اخرج الطبرانی عنہ مرفوعاً مثله یعنی یہ حضرت ابن مسعود کی تشہید پڑھا کرتے  
 اور روایت کیا کرتے تھے اور کہا سلمان فارسی نے نہاس سے زیادہ کرو نہ کم  
 اور ایسا ہی ابوسعید خدری سے مروی ہے عن ابی المتوکل قال سالت ابوسعید  
 عن التشہد فقال التحیات الصلوٰۃ الطبیات اللہ السلام علیک ایہا النبی  
 ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہدان لا الہ الا اللہ و  
 اشہدان محمدًا عبده ورسوله وقال ابوسعید کنا لا نکتب شیئاً الا القرآن التشہد  
 ش کذا فی کنز العمال۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن مسعود تابعین کو اسی التحیات  
 کی تعلیم کیا کرتے تھے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کما روی  
 ابن الہمام فی فتح القدیر۔ قال ابو حنیفہ رح اخذ حماد بن سلیمان بیدی وعلمنی  
 التشہد وقال حماد اخذ ابراہیم بیدی وعلمنی التشہد وقال ابراہیم اخذ علقمہ بیدی  
 وعلمنی التشہد وقال علقمہ اخذ عبد اللہ بن مسعود بیدی وعلمنی التشہد وقال  
 عبد اللہ اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی وعلمنی التشہد کما یعلمنی السورۃ  
 من القرآن وکان یاخذ علینا بالواو واللام یعنی سکھایا ابن مسعود نے علقمہ کو التحیات  
 یا تختہ پڑھ کر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکو سکھایا تھا اس سے ظاہر ہے  
 کہ صرف جندرز و حنیفہ خطاب و مذاکو انھوں نے بدلا تھا تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر  
 اس تغیر میں لحاظ خطاب و مذاکا تھا تو یہ سبب قبل انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے بھی موجود تھا اس لئے کہ صحابہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب  
 بھی ہوتے تھے پس اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ حالت غیبت میں بھی یہ خطاب  
 و مذاک پڑھتے ہوں حالانکہ یہ بات کسی سے مروی نہیں بلکہ خود اس حدیث میں

مصرح ہے کہ بعد وفات شریف کے خطاب بدلا گیا پس معلوم ہوا کہ علت تنفیہ کی  
 نذا و خطاب تھا بلکہ مددہ وفات شریف کا تھا۔ پس ان وجوہ سے یہ بات  
 معلوم ہوئی کہ اول تو جملہ صحابہ نے صیغہ نذا کو بدلا ہی نہیں اور بعضوں نے جربلا  
 سبب اسکا یہ تھا کہ بعد وفات شریف کے خطاب و نذا جائز نہیں۔ اور بعد  
 چند روز کے بدلنے والے بھی بحسب لیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بصیغہ خطاب  
 پڑھتے اور تعلیم کیا کرتے تھے۔ شیخ عابد سندھی رح نے المواہب اللطیفہ فی شرح  
 مسند ابی حنیفہ رح میں اس مسئلہ میں نہایت ہی لطیف و چست بحث کی ہے  
 چونکہ مناسب مقام ہے اس لئے بعینہ او کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ وہی تہہ  
 لا شک ان الشارح صلی اللہ علیہ وسلم علمہ لفظ التشہد وقد اشتمل علی الخطاب لم  
 یقل لہم انہم یما لقون بذلک اللفظ بعد وفاتہ مع ان الموجب فی الاتیان بلفظ  
 الغیبتہ کان موجوداً فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم یعجبتم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی الاسفار والمغازی والسرائا وغیر ذلک ولم یقل عن احد منہم انہ کا تشہد بلفظ  
 الغیبتہ فی تلک الحالات علی ان عمر رضی اللہ عنہ علم الناس التشہد علی المنبری  
 ایام خلافتہ فعلمہ بلفظ الخطاب کما اخرجہ مالک فی الموطا عن عبد الرحمن بن قیس  
 وکذلک رواہ القاسم بن محمد عن تشہد عائشۃ الذی کانت تشہد بہ وذلک لا شک  
 فیما بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکذلک مارواہ نافع ان ابن عمر کان  
 یتشہد وفیہ السلام علیک ایہا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ وکل ہذا عند مالک فی الموطا  
 وکان ابو موسیٰ یعلم ہذا ایضاً کما اخرجہ السنائی وعلم ابن عمر عبد اللہ بن مالک ذلک  
 عند ابی داؤد وعلم سلمان اباہما تشہد ذلک کما اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبیہا

قہذا کلمہ صحیح فی انہم حلوا الفاظ التشہد علی سبیل التقید ولم یجہادہ مخصوصاً بزمان  
 زمان فغایۃ ما یفہم من فعل ابن مسعود فیما اخرجه البخاری وغیرہ و فی فعل الصحابہ  
 الذین حکل عنہم عطار ان یکون اجتہاداً منہم لانه بتوقیف من الشارع صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم مع انہ لا مجال للاجتہاد فی مقابلۃ ما علینہ الشارع صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم علی ان خبر عطار لا یفہم من سماع من الصحابہ بلفظ الغیبتہ وغالب ما یرد  
 عن عطار عن مولانا الحد کورین من الصحابہ وقد اسمعناک من امرہم انہم کانوا  
 یتشہدون الا بلفظ الخطاب واللہ اعلم ومن وقف علی خلاف ما حررتہ مویداً  
 ببرہان فلیفہد جزاہ اللہ خیراً خلاصہ او سکا یہ ہے کہ اسین کچھ شک نہیں کہ انحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ التحیات تعلیم فرمائے تھی جسین صیغہ خطاب ہے  
 اور یہ نہ فرمایا کہ بعد وفات شریف کے وہ لفظ بد لایا جاوے۔ اور سبب نہ  
 غائب کا خود حضرت کے زمانہ میں موجود تھا کیونکہ صحابہ سفر وغیرہ کی وجہ سے  
 غائب ہوا ہی کرتے تھے۔ پہر کسی سے یہ منقول نہیں کہ اس حالت میں  
 صیغہ خطاب کو ترک کیا ہوا اور عمر فاروق اور عائشہ صدیقہ اور ابن عمر اور ابو  
 اشعری رضی اللہ عنہم کا تعلیم کرنا اور پڑھنا بصیغہ خطاب بعد وفات شریف  
 کے ثابت ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ الفاظ تشہد صحابہ کے نزدیک تقدی  
 تھے کہ خصوصیت او سکو کسی زمانہ کے ساتھ نہیں۔ اور بعض صحابہ نے جو  
 او سکو بدل دیا تھا تو وہ اونکا اجتہاد تھا شارع علیہ السلام کا اسین امر نہیں  
 باوجودیکہ مقابلہ میں تعیین شارع کے اجتہاد کو دخل نہیں پہر کہا شیخ عابد  
 رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کوئی شخص اس تحریر کے خلاف پر مطلع ہو تو چاہئے

کہ پیش کرے بشرطیکہ مویدا بالبرہان ہوا نہ تھی۔ احادیث مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کبار بعد وفات شریف کے التحیات بصیغہ نداء خطاب پڑھا کرتے اور علی رؤس الاشہاد تعلیم کیا کرتے تھے اور خاص ابن مسعود کو اس التحیات کی تعلیم میں نہایت اہتمام تھا کہ ایک ایک حرف کی کمی و زیادتی پر مواخذہ کیا کرتے تھے چنانچہ قریب میں معلوم ہو گا۔ اور امام ترمذی نے بعد حدیث التحیات ابن مسعود کے لکھا ہے کہ عامہ اہل علم صحابہ و تابعین کا اسی پر عمل تھا اور یہی قول سفیان ثوری اور ابن مبارک اور امام احمد وغیرہم کا ہے۔ اور کہا کہ امام شافعی رح نے تشہد ابن عباسؓ کو اختیار کی ہے۔ اوسین بھی صیغہ خطاب و ندا کا موجود ہے۔ اور یہ بھی مضمون سابق سے مستفاد ہوا کہ ائمہ اربعہ رح کی معمول یہ وہ التحیات ہے جس میں صیغہ خطاب و ندا کا ہے اور علمائے مذاہب اربعہ رح کا عمل الی یومنا ہذا اسی پر جاری چنانچہ خالہ سے ابن تیمیہ رح نے متقی الاخبار میں نداء خطاب والی تشہد کو ذکر کیا اور ابو عمر کی روایت سے اغراض کیا بلکہ کتاب المحررین جو فقہ میں لکھی ہے اسی تشہد کا امر کیا ہے جس میں خطاب موجود ہے حیث قال ویشہد فیقول التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الخ حتی کہ خود امام بخاری رح نے ترک خطاب کو پسند نہیں کیا اس لئے کہ التحیات کے ابواب میں ابن مسعود کی اس حدیث پر استدلال کیا جس میں اونکا وہ قول نہیں اور جس میں وہ قول ہے اوسکو کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے باب میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ قول ابن مسعود کا امام بخاری رح کے



نزدیک بھی معمول بہ نہیں اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مقصود ابن مسعود کا اس قول  
 سے کیا ہے جو بخاری میں بروایت ابی عمر مذکور ہے عنہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم وکفی بین کفینہ کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات اللہ الخ وہو بین  
 ظہرانینا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی ابنی صلی اللہ علیہ وسلم غور کرنے سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بعد وفات شریف کے بھی صحابہ التحیات  
 میں حضرت پر وہی سلام عرض کیا کرتے تھے جو سابق سے معین تھا یعنی  
 السلام علیک ایہا البنی۔ تاخدا شہ حاضرین کا ندا وغیرہ کے باب میں نظر فصل  
 صحابہ کے دفع ہو جاوے۔ اور یہ بات مطابق واقع کے ہے کہ صحابہ کرام  
 ایسا ہی تھا کما مرانفا اس توجیہ پر الف لام قلنا السلام میں عہد کا ہوگا پس  
 مطلب یہ ہوا کہ جب انتقال فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم نے  
 التحیات میں وہی سلام جو اوپر مذکور ہے۔ اور قرنیہ اس پر یہ ہے کہ فلما قبض  
 کے جواب میں صرف السلام پر اکتفا کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس سلام  
 کی خبر مخاطب کو دینا منظور ہے۔ اور اگر خطاب بدلنے کا اخبار منظور ہوتا تو  
 صرف السلام پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غیبت کی تصریح کر دیتے۔ اور اگر لفظ السلام  
 کو مقولہ قلنا کا بنائیے تو لازم آتا ہے کہ صرف السلام کہتے ہوں بغیر ذکر  
 پی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ظاہر البطلان ہے۔ پھر مزید توضیح اور تعین کیلئے  
 سلام کی تفسیر کی باعتبار مسلم علیہ کے حیث قال قلنا السلام یعنی علی ابنی صلی  
 علیہ وسلم اس لئے کہ التحیات میں مسلم علیہ تین ہیں پس مطلب اسکا یہ ہوا  
 کہ بعد وفات شریف کے ترک نہیں کیا ہم نے سلام کو بلکہ کہا ہم نے وہ سلام

یعنی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ السلام علیک ایہا النبی کہا کرتے تھے اور  
 اسی کی موید ہے وہ روایت جو عبارت فتح الباری میں اور مذکور ہوئی  
 کہ کہا عبد اللہ بن عباس نے ابن مسعود سے کہ السلام علیک ایہا النبی ہم  
 اس وقت کہتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے مقصود یہ  
 کہ بعد وفات شریف کے سلام کیسا کہنا چاہئے کہا ابن مسعود نے کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ اور ویسا ہی تعلیم کیا کرتے ہیں ہم انتہی  
 اس تقریر سے ابن عباس کو سکوت حاصل ہو گیا اسی وجہ سے آپ کا بصیغہ  
 خطاب پڑھنا اور تعلیم کرنا روایات مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ اگرچہ  
 ابن حجر نے کہا ہے کہ روایت ابو عمر کی رحبیں قول عبد اللہ بن مسعود  
 فلما قبض قلنا السلام صحیح ہو اور یہ روایت منافیہ ضعیف ہے مقصود  
 اس سے یہ کہ معارضہ کی وجہ سے روایت ابی معمر کو جو بخاری میں ہے  
 ترجیح ہوگی۔ مگر اسوجہ سے کہ اسکی معارض نہیں بلکہ معاضد ہے جیسا کہ ابھی  
 معلوم ہوا تو ضعف اسکا کچھ مضر ہوگا بلکہ احدا الاحتمالین کی ترجیح جو دوسرے  
 قرآن سے ہو چکی ہے اسکی تائید کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ قطعاً موضوع  
 نہیں جو بالکل بیکار کیجاوے غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ یہ روایت ایک مثال  
 کے معارض ہے یہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معارضہ ضعیف کا صحیح کے  
 ساتھ ہو کیونکہ اگر صحیح و قوی ہے تو اسناد سے نہ وہ احتمال۔ اور اسی طرح  
 یہ روایت بھی اسکی موید ہے عن الاسود قال کان عبد اللہ یعلینا الشہد  
 کما یعلینا السورۃ من القرآن فیاخذ علینا الالف والوا ورواہ ابن النجار

کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے اسود سے کہ ابن مسعودؓ و تشہد ہوا کیا سمجھا  
 تھے جیسا کہ سورہ قرآن کا سکھاتے ہیں کہ الف و د و دین گرفت و گیر کیا کرتے  
 تھے اور ابھی علقمہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ الف و لام میں مواخذہ کرتے  
 تھے اور امام محمد رحمہ نے موطا میں لکھا ہے قال محمد بن عبد اللہ بن مسعودؓ  
 یکرہ ان یزاد فیہ حرف او ینقص منہ حرف ترجمہ کروہ سمجھتے تھے ابن مسعودؓ  
 تشہد کے ایک حرف کی کمی و زیادتی کو وجہ اس اہتمام کی یہ معلوم ہوتی ہے  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی التحیات کی تعلیم کا اونکو امر فرمایا  
 جسکو بحال اہتمام مثل بیعت لینے کے ہاتھ میں ہاتھ لیکر سکھاتے تھے حکما قال الشیخ  
 عبد السند ہی رحمہ فی طوابع اللانوار قال الزیلعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابن  
 مسعود ان یعلّمہ الناس فیہا رواہ احمد و الامر للوجوب ولا ینزل من الاستحباب  
 اور بروایت متفق علیہ جو متفق الاخبار سے لکھی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے اونکو فرمایا اذا قعد احدکم فی الصلوۃ فلیقل التحیات اللہ اللہ اللہ  
 اس سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ التحیات ہے اب رہی یہ بات کہ ابو عروہ  
 اور ابو نعیم اور بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے قول ابن مسعودؓ کو بغیر لفظ  
 یعنی کے روایت کیا ہے اس طور پر فلما قبض قلنا السلام علی النبی تو جائز  
 ہے کہ کوئی راوی لفظ یعنی کو بھول گیا ہو یا زائد سمجھکر ترک کر دیا ہو کیونکہ  
 روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک درست ہے امام سیوطی رحمہ نے  
 مسالک الخفایں لکھا ہے وقد وقع فی الصحیحین روایات کثیرۃ من ہذا لفظ  
 فیہا لفظ تصرف فیہ الراوی وغیرہ اثبت منہ کثیر منہ کثیر عن النبی فی لفظ

قرارة البسلة وقد اعلمه الامام الشافعي رضي الله عنه بذلك وقال ان الثابت  
 من طريق آخر يفي سماعها ففهم منه الراوي نفسى قرارها فزاد بالمعنى على ما فهمه  
 فاختار اورينہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہی روایت بخاری شریف میں موجود  
 ہے تو ضرور ہے کہ فضیلت بخاری کی ملحوظ رہے۔ اور سوائے اس کے  
 قاعدہ مسلمہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے کما قال النووی فی مقدمۃ مسلم  
 زیادات الثقة مقبولة مطلقاً عند الجماهير من اهل الحديث والفقه والوصول  
 اس اعتبار سے بھی لفظ یعنی معتبر ہوا۔ اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ لفظ یعنی  
 غلط ہے جب بھی کچھ نقصان نہیں۔ کیونکہ وجوہات مذکورہ بالا سے جب  
 الف ولام السلام کا عہد ہی ٹھہرا تو علی ابنی مع متعلق صفت اسکی ہوجاگی  
 اور مطلب اس عبارت کا یہ ہوگا کہ بعد انتقال کے کہا بہنے وہی سلام جو  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تاویل ہے مفہوم ظاہر عبارت  
 یہ ہے کہ جملہ السلام علی ابنی مقولہ قلنا کا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ تاویل کچھ  
 نئی بات نہیں جس سے استبعاد ہو ظاہر ہے کہ جب نصوص آپس میں معارض  
 ہوتے ہیں تو حتی الامکان کسی ایک میں تاویل کیجاتی ہے اور یہاں بھی ہوئی  
 اس لئے کہ اگر یہ مؤول ظاہر پر چھوڑا جائے تو کئی قبا حین لازم آتی ہیں  
 ایک بلا دلیل نسخ عموم اوقات کا جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے۔ دوسری  
 ترجیح اجتہاد کی مقابلہ میں نص کے جو جائز نہیں کما قال الشیخ عابرح فی الثواب  
 اللطیفہ ولا مجال للاجتہاد فی مقابلۃ ما عینہ الشارع صلی اللہ علیہ وسلم اے  
 فی التمشید۔ تیسرا تناقص اس لئے کہ خود ابن مسعود سے خلاف اس کے

مروی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا الحاصل ان اسباب سے یہاں تاویل کی  
 ضرورت ہے۔ اب رہا قول ابن عطا کا جسکو فتح الباری میں نقل کیا ہے  
 کہ صحابہ بعد وفات شریف کے السلام علی البنی کہا کرتے تھے سوا دسکا جواب  
 یہ ہے صحابہ کا فعل اور تعلیم احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ کسی نے  
 خطاب و ندا کو ترک نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ عطا درج نے ابن مسعود کے  
 ظاہر قول کا مطلب بیان کر دیا جو بروایت ابی عوانہ مروی ہے ورنہ کسی  
 اور صحابی سے اس قسم کی بات مروی نہیں الحاصل قطعاً یہ بات ثابت نہیں  
 ہو سکتی کہ تمام صحابہ تو کیا خود عبداللہ بن مسعود نے بھی خطاب و ندا کو بعد  
 وفات شریف کے ترک کیا ہو ہذا مائسری و ہو ولی التوفیق والتوفیق  
 ماورہندائے غائب کے مسئلہ میں جب استدلال السلام علیک ایہا البنی  
 کے ساتھ کیا جاتا ہے تو بعض لوگ اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہاں ندا  
 مقصود نہیں بلکہ یہ حکایت ہے مخاطبہ شب معراج کی پہر جوابوں سے چھپا  
 جاوے کہ کیا ابن حدیث کو مانتے ہو تو کہتے ہیں اگر وہ حدیث مانی جاوے  
 تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر جانا ثابت ہوتا ہے حالانکہ  
 سدرۃ المنتہی سے اوس طرف جانے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن محدثین کے  
 پاس ثابت نہیں۔ یہ عجیب بات ہے اگر نماز کی التجات کو حکایت اسکی  
 قرار دین تو چاہئے کہ محکی عنہ کو اپنے قواعد کے موافق ثابت کرین یا مان لین  
 اور اگر محکی عنہ کا انکار ہے تو حکایت کا نام نہ لین اسکے کیا معنی کہ حکایت  
 میں تو وہ زور و شور اور محکی عنہ سے بالکل انکار کیا اسکو الف لیلہ کی

حکایت سمجھی ہے حسین محکمٰی عنہ سے کچھ بحث نہیں۔ **الحاصل** ہر مسلمان کو چاہئے کہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کرے اور شک نہ کرے کہ اس میں شرک فی العبادۃ ہوگا۔ کیونکہ جب شارع کے طرف سے اسکا امر ہو گیا تو اب جتنے خیالات اسکے خلاف میں ہوں وہ سب یہود اور فاسد سمجھے جائیں گے۔ اور اس میں تعلق ایسا ہوگا جیسے ابلیس نے آدم علیہ السلام کے سجدہ میں تعلق کیا تھا۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ جب اس سلام کا یہ رتبہ ہوا کہ ایک حصہ عبادت محضہ یعنی نماز کا اسکے لئے خاص کیا گیا تو دوسرے اوقات میں ہم لوگوں کو کس قدر اہتمام و ادب چاہئے۔ ہر چند عوام الناس اس قسم کے امور سے مرفوع القلم ہیں کیونکہ اونکو تو اسی قدر کافی ہے کہ تمنا شارع نے ضروری بتایا اتنا کر دیا۔ مگر اہل عقل و تمیز کو چاہئے کہ ایسے امور میں غور و فکر کریں اور ادب سیکھیں۔ العاقل تکفیفہ الاشارہ الغرض جب کسی وقت صلح میں سلام عرض کرے تو چاہئے کہ کمال ادب کے ساتھ کھڑا ہوا اور دست بستہ

ہو کر السلام علیک یا سیدنا رسول اللہ السلام علیک یا سیدنا سید الاولین و آخرین وغیرہ صیغہ جن میں حضرت کی عظمت معلوم ہو عرض کرے اب یہاں شاید کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ قیام میں تشبیہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں تو جواب اوسکا یہ ہے کہ جب عین عبادت میں یہ سلام جائز ہوا تو تشبیہ بالعبادت میں کیوں نہ ہو۔ اگر کہا جائے کہ قوموا لہ قانتین سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہئے تو ہم کہیں گے کہ بیشک نماز کا قیام خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور اگر مطلق قیام کی اس میں تخصیص ہوتی تو لفظ اللہ

کی ضرورت نہ تھی خلاصہ یہ کہ اس آیت شریفہ سے نماز کا قیام فرض ہوا نہ یہ کہ انھما  
 قیام کا اس میں ثابت ہوا اگر یہی بات ہوتی تو کوئی قیام درست ہی نہ ہوتا حالانکہ  
 جمہور محدثین و فقہاء کے نزدیک علاوہ اور قیاموں کے کسی کے اکرام کے  
 واسطے کھڑا رہنا بھی درست ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کو حافظ ابن حجر عسقلانی رح  
 نے فتح الباری میں بشرح و بسط لکھا ہے ما حصل اوستا یہ ہے۔ احکام قیام کے  
 مختلف ہیں۔ ایک وہ کہ جیسے امرا و سلاطین مثلاً بیٹھے ہوتے ہیں اور خدام  
 و اتباع اون کے تعظیماً رو برو کھڑے رہتے ہیں یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔  
 دوسرا وہ کہ جیسے کوئی سفر سے آوے یا کوئی خوش خبری یا تہنیت آئی ہو اسے کو  
 دینا ہو ایسے مواقع میں قیام بالاتفاق جائز ہے۔ تیسرا کسی کے اکرام کی واسطے  
 کھڑا رہنا جسکو ہمارے محاورہ میں تعظیم کہتے ہیں یہ صورت مختلف فیہ ہے  
 ابن قیم اور ابو عبد اللہ ابن الحاج کے پاس ناجائز ہے۔ اور امام مالک اور  
 عمر بن عبد العزیز اور امام بخاری اور مسلم ابوداؤد بیہقی طبرانی ابن بطال  
 خطابی منذری توریشی اور امام نووی رحمہم اللہ کے اقوال سے اس کا جواب  
 ثابت ہے۔ مانعین کے دلائل یہ ہیں (۱) عن معاویۃ قال قال النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم من احب ان یشیل لہ الرجال امثالاً وجبت لہ النار ترجمہ فرمایا نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ لوگ اس کے لئے  
 کھڑے رہا کریں تو واجب ہے اسکے واسطے دوزخ (۲) بخاری اور ابوداؤد  
 اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ابن زبیر اور ابن عامر بیٹھے ہوئے تھے کہ  
 نکلے معاویہ پس قیام کیا ابن عامر نے اور بیٹھ رہے ابن زبیر کہا معاویہ نے

ابن عامر سے بیٹھ جاؤ کہ سنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے  
 من اجل ان تمثیل لہ الرجال قیاماً فلیتوا مقعدہ من النار یعنی جو شخص دوست رکھے  
 کہ لوگ کھڑے رہا کریں اوس کے لئے تو جہنم کے وہ شخص گھرا یا دوزخ میں  
 بنالے انتہی۔ (۳) عن انس قال انما ہلک من کان قبلکم بانہم عظموا ملوکہم  
 بان قاموا وہم قعود رواہ الطبرانی ترجمہ روایت انس سے کہ فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ہلاک ہوئے اسی وجہ سے کہ  
 تعظیم کی انہوں نے پادشاہوں کی اس طور سے کہ کھڑے رہتے تھے وہ اور سلاطین  
 بیٹھے رہتے تھے انتہی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام اکرام درست نہیں  
 امام نووی رح نے اسکا جواب دیا ہے کہ مقصود اس سے زجر ہے اور لوگوں کو  
 جو کبر و نخوت کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ لوگ انکے واسطے کھڑے رہیں بہر خواہ  
 لوگ کھڑے ہوں یا نہ ہوں صرف یہ دوست رکھنا قیام کا ممنوع ہے۔ اولیٰ  
 سے قیام کی مانعت نہیں معلوم ہوتی۔ ابن الحجاج رح نے اس جواب کو رد کیا  
 ہے کہ معاویہ کا قیام سے منع کرنا دلیل ہیں ہے نفس قیام کے منع ہونے پر۔  
 ابن حجر رح نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا حالانکہ امام نووی رح کے طرف سے  
 اسکا یہی جواب ہو سکتا ہے کہ معاویہ نے اس موقع میں جو حدیث من اجل  
 ان تمثیل لہ الرجال قیاماً پڑھی مقصود اس سے یہ نہ تھا کہ نفس قیام کی مانعت  
 ظاہر کریں بلکہ معلوم کرانا اس بات کا منظور تھا کہ مثل سلاطین امام سابقہ کے  
 لوگوں کا قیام مجبوسہ نہیں اس لئے کہ لغت میں مشول کے معنی دینے ک کھڑے  
 رہنے کے ہیں نہ صرف اٹھنا چنانچہ صحاح جوہری میں مشول کے معنی یہ ہیں مثلاً اسی



انتصب قائماً اس موقع میں اس حدیث کے ساتھ استدلال کرنا دلیل ہے اس پر  
 کہ اپنا ابراہی ذمہ انہیں مقصود تھا کیونکہ اس حدیث میں وعید اس شخص  
 کے واسطے ہے جسکو لوگوں کا کھڑا رہنا اچھا معلوم ہو۔ اگر نفس قیام سے منع  
 کرنا منظور ہوتا تو کوئی ایسی دلیل لاتے جس سے اس فعل کی مانعت معلوم ہو  
 مثل لا تقوموا کما یقوم الا عجم کے۔ اور طبرانی کی حدیث مذکور میں اسی قسم  
 کا قیام ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے خود اپنے لئے قیام کو منع فرمایا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اسکا جواب  
 یہ دیا ہے کہ یہ منع کرنا فتنہ کے خوف سے تھا کہ کہیں تعظیم میں شدہ شدہ افراد  
 نہ ہو جائے اسی واسطے لا تطرونی بھی فرمایا ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم نے بعض وقت قیام فرمایا اور کبھی جو بعضوں نے قیام بھی کیا ہے  
 اس سے منع نہیں فرمایا۔ اور کسی موقع میں قیام کا امر فرمانا بھی ثابت ہے  
 اور سوائے اسکے اس منع میں یہ بھی ملحوظ ہوگا کہ بعد رسوخ محبت و عقیدت  
 کے تکلفات عرفیہ کی ضرورت نہیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام مالک رحمہ  
 سے اسکا انکار منقول ہے کہ کسی شخص کے واسطے کوئی اٹھے اور کھڑے رہو  
 جب تک کہ وہ نہ بیٹھے اگرچہ آنیوالا کسی کام میں مشغول رہے۔ اگرچہ ابن حجر  
 نے اسکا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ نفس قیام کا انکار اس سے ثابت  
 نہیں ہوتا چھٹی دلیل عن امامتہ قال خرج علينا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 متوكيا على عصي فقلنا له فقال لا تقوموا کما یقوم الا عجم بعضہم لبعض ترجمہ  
 روایت ہے ابی امامتہ سے کہ برآمد ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس

حالت میں کہ ٹیکادے ہوئے تھے عصا پر پس کھڑے ہو گئے ہم لوگ فرمایا کہ بت  
کھڑے ہو جیسے عجمی ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں انتہی طبرانی رح  
اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب السند ہے  
اور اس میں ایک راوی غیر معروف ہے۔ اور مجوزین قیام کی دلیلین یہ ہیں۔

(۱) یہ حدیث جو بخاری شریف میں عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت بنو قریظۃ

علی حکم سعد لعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ وکان قریباً منہ فجار علی حمار  
فلما دنی من المسجد قال رسول اللہ علیہ وسلم للانصار قوموا الی سیدکم ترجمہ تروا  
ہے ابی سعید سے کہ جب اترے نبی قریظہ حکم پر سجدے کے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد بن معاذ کی طرف جو قریب تھے پس حاضر ہوئے  
وہ سوار ہو کر جب مسجد کے نزدیک پہنچے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے انصار سے کہ کھڑے رہو اور جاؤ اپنے سردار کے طرف انتہی۔ ابن الحجاج نے  
اس پر اعتراض کیا ہے کہ سعد مجروح تھے جب سجدے کا طلب حاضر ہوئے فرمایا  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہ اٹھو مقصود یہ کہ سواری سے  
اونکو اتار لو جیسا کہ لفظ الی سیدکم سے معلوم ہوتا ہے اگر اکرام مقصود ہوتا لیکم  
فرماتے۔ تو ریشتی رح نے اس کا جواب دیا کہ الی میں لام سے زیادہ مقصود پر  
دلائل ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اٹھو اور جاؤ ان کے طرف جس سے  
کمال درجہ کا اکرام ظاہر ہوا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ قوموا الی سیدکم ارشاد ہوا  
اور یہاں یہ جیسا کہ حکم کا کسی وصف پر ہوتا ہے جو مشعر بعلیت ہو  
پس یہ ارشاد گویا اس معنی میں ہوا کہ سیادت کی وجہ سے اونکا اکرام کرو اگر



اکرام بڑا رہے تھا اسلئے کہ خاص چار مبارک انکے لئے خلاف عادت بچھا  
 میں کمال درجہ کی خصوصیت و اکرام ظاہر ہے اور براء در رضاعی کے لئے  
 صرف قیام فرمایا **الحاصل** قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکے آنیکے  
 وقت ثابت ہے اور ظاہر الفاظ سے یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ قیام صرف  
 انکے آنے پر مرتب ہوا۔ نہ تنگی محل پر کیونکہ حدیث میں آقبل اخوہ فقام ہے  
 اگر تنگی محل کی وجہ سے ہوتا تو آقبل اخوہ وکان المکان ضیقاً فقام کہا جاتا  
 وذا القدر کیفی للناظر۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز عکرمہ میں کے طرف  
 بھاگ گئے تھے اذکی بی بی نے او نہین مسلمان کر کے خدمت میں آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر کی حضرت اذکو دیکھتے ہی کمال خوشی سے  
 اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح جب جعفر حبشہ سے حاضر ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے سے مجھ کو  
 زیادہ خوشی ہوئی یا فتح خیبر سے۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ زید بن عرقہ  
 جب مدینہ منورہ میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھوڑے میں شریف  
 رکھتے تھے اذہون نے دروازہ ٹھوکا اور حضرت کھڑے ہو گئے اور گلے لگایا  
 ابن الحجاج نے ان دلائل کا جواب دیا ہے کہ یہ قیام متنازع فیہ نہیں۔ اس لئے کہ  
 قدم کے وقت یا تنہیت وغیرہ کے واسطے قیام بالاتفاق درست ہے۔  
 چوتھی دلیل عن ابی ہریرہ قال کان البنی صلی اللہ علیہ وسلم یجئنا فاذا قام  
 تمنا قیاماً حتی نراه قد دخل رواہ ابو داؤد و ترمذی وایت ہے ابو ہریرہؓ  
 سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے

پہر جب اٹھتے تو ہم لوگ سب اٹھ کھڑے ہوتے اور ٹہرے رتبے یہاں تک کہ حضرت  
 محل مبارک میں داخل ہو جاتے انتہی ابن الحجاج نے اسکا جواب دیا ہے کہ یہ  
 اٹھنا اکرام کے واسطے تھا بلکہ اس غرض سے تھا کہ ہر شخص جانو والا چلا جائے  
 ابن حجر جرح نے کہا کہ ٹہرنے کی وجہ یہ تھی کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد  
 فرمالین تو حاضر ہونے میں توقف نہ ہو۔ پانچویں دلیل امام نووی رح نے ان  
 احادیث سے استدلال کیا ہے جنہیں مہانوں کا اکرام اور بڑوں کی توقیر کی  
 تاکید ہے۔ اور نزول الناس نزلہم یعنی ہر ایک کے ساتھ اس کے مرتبہ کے  
 موافق سابقہ کریمہ کا امر دار ہے الحاصل ان عموماً سے بھی قیام کا جو  
 ثابت ہو سکتا ہے۔ ابن الحجاج رح نے اسکا جواب دیا ہو کہ اگرچہ ان عموماً  
 میں قیام داخل تھا مگر جب صراحتہ اسکی بھی ہو گئی تو اب اس کے حکم سے خارج  
 ہو گیا۔ ابن حجر جرح نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا لیکن ظاہر ہے کہ قیام غنیہ  
 کی نہیں کاثبوت غیر مسلم ہے اور جس قیام کی نہیں ثابت ہوئی وہ متنازع فیہ  
 نہیں کما عرف آلفا۔ چھٹی دلیل ابن بطلال رح نے اس حدیث کے ساتھ  
 استدلال کیا ہے عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا  
 راسی فاطمۃ ابنتہ قد اقبلت رجب بہا ثم قام الیہا فقبلہا ثم اخذ بیدہا ستر  
 یجلسہا فی مکانہ رواہ ابو داؤد و الترمذی و حسنہ و صححہ و ابن حبان و اسحاق  
 ترجمہ روایت ہے عائشہ کہ جب دیکھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ  
 رضی اللہ عنہا کو کہ آتی بہن مرحبا فرماتے پہر کھڑے ہوتے اوں کے طرف  
 اور بوسہ لیتے پہر ہاتھ پکڑ کے اپنی جاے پر اوں کو بٹھلاتے۔ ابن الحجاج رح نے

کہا کہ شاید اپنی جائے پر بٹھلا نیکی واسطے حضرت اوشمٹے ہوں خصوصاً اس موقع میں  
 کہ جہان نگلی مکان بھی ہوا اور معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مکانات نہایت تنگ  
 تھے اس صورت میں یہ قیام متنازع فیہ نہوگا۔ اگرچہ ابن حجر جرح نے اسکا جواب  
 نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ اپنی جائے پر بٹھانیکے واسطے قیام کی ضرورت نہیں  
 صرف ہٹ جانا کافی ہے اور اگر نگلی مکان کی وجہ سے یہ اٹھنا تھا تو لازم آتا  
 ہے کہ اونکو بٹھلا کر حضرت کہیں اور تشریف لیجاتے ہوں حالانکہ یہ بالکل خلاف  
 واقع ہے۔ قطع نظر اسکے لفظ قیام ایہا۔ یہ قیام اکرام سمجھا جاتا ہے ورنہ لفظ ایہا کی  
 ضرورت نہ تھی ابن حجر جرح نے اس بحث کو امام غزالی رحمہ کے قول پر ختم کیا اور اسی کو  
 پسند کیا کہ قیام علی سبیل الاغظام مکروہ ہے اور علی سبیل الاکرام جائز حیث قال قال  
 الغزالی رحمہ القیام علی سبیل الاغظام مکروہ و علی سبیل الاکرام لایکروہ و ہذا تفصیل حسن الخلق  
 ما قال ابن حجر جرح فی الفتح لمخصص مع زیادة بعض اللاحقہ یہاں یہ بھی سمجھ رکھنا چاہئے کہ حق  
 اکرام کیلئے قیام درست ہے مگر جس شخص کیلئے قیام کیا جائے اسکو چاہئے کہ عجب اور  
 کبر سے بچو اور اپنے کو مستحق اسکا نہ سمجھے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ نے لکھا ہوا القیام علی وجہ الاکرام  
 جائز و القیام الا انصار سعد و طلحہ و لکعب و لا ینبغي لمن یتقام لہ ان یتعقد استحقاقہ  
 لذلك ذکرہ فی فتح الباری۔ ساتوین دلیل عن عائشہ قالت ما رایت احدا کان  
 اشبه بمتا و ہدیا و لا و فی روایۃ حدیثا و کلاما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من  
 فاطمہ کانت اذا دخلت علیہا قام ایہا فاخذ بیدہا و اجلسہا فی مجلسہا و کان اذا  
 دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہا فقبلتہ و اجلستہ فی مجلسہا رواہ ابو داؤد  
 کذا فی مشکوٰۃ ترجمہ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ کہا نہیں دیکھا میں نے

کسی کو جو زیادہ تر مشاہیر ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طریقہ میں اور  
 روش میں اور نیک خصلتی میں اور ایک روایت میں ہے بات کرنے اور  
 کلام کرنے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کو  
 میں بہت ہی مشابہتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس وقت  
 داخل ہوتی تھیں فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت کے پاس کھڑے ہو جاتے اور بیچھو  
 ہوتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے طرف اور بوسہ لیتے اور نکالنے و دھونے  
 آنکھوں کے درمیان میں اور بٹھاتے اور نکوایتی جگہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم جب جاتے ان کے وہاں کھڑی ہو جاتیں اور بوسہ لیتیں دست مبارک  
 کا اور بٹھلاتیں اپنی جگہ روایت کی اسکو ابو داؤد نے انتہی اس حدیث سے  
 قیام فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے  
 ثابت ہے۔ اسٹھون دلیل ذکر السہمی فی الفضائل و کذا ردی البطرائی بسند

حسن عن ابن عباس عن امہ ام الفضل ان العباس اقی البنی صلی اللہ علیہ وسلم  
 فلما راه قام الیہ وقبل بایمن عینیہ ثم اقعده عن یمنہ ثم قال ہذا عی فرشی فلیباہ  
 بجمۃ فقال العباس نعم القول یا رسول اللہ قال ولم لا اقول ہذا انت عی صنوایی  
 و بقیۃ آبائی و وارثی و خیر من اختلف من الہی کذا فی الموابہب والزر قالے  
 ترجمہ عباس رضی اللہ عنہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
 حاضر ہوئے حضرت انکو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں آنکھوں کے  
 بایمن بوسہ دیکر اپنے سید ہر طرف انکو بٹھلایا یہ عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم الرجل من مجلس لا یبسی یا تم رواہ الخطیب کذا فی الرجال

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اٹھے کوئی شخص اپنی جاے سے کسی کے واسطے سوائے بنی ہاشم کے انتہی یعنی اکرام بنی ہاشم اور سادات کا ضروری ہے اگرچہ اور دن کے واسطے اٹھنا بظاہر اس سے ممنوع معلوم ہوتا ہے لیکن اتنا تو ضرور ہی ثابت ہوا کہ جو لوگ مستحق اکرام فقط بنی ہاشم ہی کیوں نہ ہوں ان کے واسطے اٹھنا درست ہے۔ دسویں دلیل عن ابان

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم احدکم من مجلسہ الا للہن والہن او ذریہ ہارواہ ابن عساکر ترجمہ فرمایا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اٹھے کوئی تمہارا اپنی جاے سے کسی کے واسطے سوائے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور انکی اولاد کے انتہی۔ گیارہویں دلیل عن ابی امامہ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقوم الرجل من مجلسہ لایخہ الابن ہاشم لا یقومون لاحد رواہ الطبرانی والخطیب کذا فی کنز العمال ترجمہ فرمایا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اٹھے ہر شخص اپنی جاے سے اپنے بھائی کے واسطے مگر بنی ہاشم کہ کسی کے واسطے نہ اٹھیں انتہی اس سے تو پوری تصریح جواز کی ہو گئی بلکہ استحباب ثابت ہوا کیونکہ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ امر سے استحباب ثابت ہو کما قال

الشیخ عابد السند ہی رخ فی طوابع الاثر الامر للوجوب فلا تنزل عن الاستحباب۔ ابن حجر مثنی رخ قناد سے حدیث میں لکھا ہے کہ قیام نہ کرنا اندون میں سبب عداوت اور فتنہ کا ہے اسلئے اب وہ واجب ہے کما قال بعض ائمہ تانی

القیام قال ان ترکہ الآن صار علما علی القطیۃ ووقع الفتنۃ فبما لذلک سوائے اس قیام کے جنازہ کو دیکھ کر قیام کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے



کہا ورنہ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ارا تیمم الجنائزۃ  
 تقوموا لہا الحدیث رواہ الحجۃ الا ابن ماجہ ترجمہ روایت ہے ابی سعید  
 سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم جنازہ کو تو اٹھ  
 کھڑے رہو روایت کی اسکو بخاری مسلم امام احمد بن حنبل نسائی ابوداؤد  
 اور ترمذی رحمہ اللہ نے انتہی وعن ابن عمر عن عامر بن بیعہ عن النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم قال اذ ارا تیمم الجنائزۃ تقوموا لہا حتی یخلفکم او یضع رواہ الحجۃ  
 ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم کسی جنازہ کو تو کھڑے  
 ہو جاؤ اسکے لئے یہاں تک تمہارے پیچھے ہو جاوے وہ یا رکھا جائے۔  
 روایت کی اسکو بخاری مسلم امام احمد ابوداؤد نسائی ترمذی ابن ماجہ رحمہ  
 اللہ وعن سہل بن خنیف و قیس بن سعد انہما کانا قاعدین بالقادسیۃ فرما علیہما  
 بجنائزۃ ثقا ما فقیل لہما انہما من اہل الارض امی من اہل الذمۃ فقالا ان  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرت بجنائزۃ فقام فقیل لہ انہما جنازۃ  
 یہودی فقال الیست نفساً تنفق علیہ ترجمہ روایت ہے کہ سہل بن خنیف  
 اور قیس بن سعد قادیسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ چند لوگ جنازہ لیکر ادھر  
 سے گذرے پس وہ دونوں اوسکو دیکھ کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے کہا کہ  
 یہ جنازہ ذمی کا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے روبرو سے ایک جنازہ گذر آپ کھڑے ہو گئے کسی نے عرض کیا کہ یہ  
 جنازہ یہودی کا ہے فرمایا کیا نہیں ہے وہ نفس روایت کی اسکو بخاری  
 اور مسلم اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے انتہی۔ ذکر کیا ان تینوں حدیثوں کہ

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مفتی الاخبارین وعن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرت بکم جنازة فقوموا لها فانما تقومون لمن معها من المملکة طیب کذا فی کنز العمال ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گزرے تم پر سے کوئی جنازہ تو کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ کھڑے ہوتے ہو تم ان فرشتوں کے لئے جو اس کے ساتھ ہیں روایت کی اسکو طبرانی نے انتہی وعن ابی موسیٰ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرت علیکم جنازة مسلم او یہودی او نصرانی فقوموا لها فانما لیس لها تقوم انما تقوم لمن معها من المملکة حم طیب کذا فی کنز العمال فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی گزرے تمہارے رو برو سے جنازہ مسلمان کا یا یہودی و نصرانی کا تو کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ کیونکہ ہم اس کے واسطے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ ان فرشتوں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ ہیں روایت کیا اسکو امام احمد نے اور طبرانی نے ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد فی ہدی خیر العبادین لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور ترک قیام دونوں ثابت ہیں اس لئے بعضوں نے کہا ہے کہ قیام منسوخ اور بعضوں نے کہا کہ قیام سے یہاں استحباب قیام اور اس کے ترک سے جواز ترک مقصود تھا اور یہی قول بہتر ہے ادعائے نسخ سے حیث قال صحیح

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام للجنازة لما مرت به وامر بالقیام لها وضح عنه انه قد اختلف فی ذلک فقیل القیام منسوخ والقعود اخر الامرین وقیل بل الامر ان جائز ان وفعله بیان للاستحباب وترکہ بیان للجواز وذا اولی من اوعا بالنسخ انما السائل ان احادیث سے جنازہ کے واسطے بھی قیام ثابت ہو گیا خواہ

جنازہ کا اکرام اس میں ملحوظ ہوا فرشتوں کا اور لام والی کا جھگڑا بھی یہاں  
 ہو گیا جو ابن الحجاج نے قوموا الی سیدکم میں کیا تھا اس لئے کہ ان احادیث میں  
 صراحت قوموا لہا وارد ہے اسی طرح قیام فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا زیارت قبور کے وقت ثابت ہے چنانچہ میان شیخ منظر صاحب نقشبندی  
 دہلوی مہاجر نے الدر المنظم فی القیام تجاه قبر المکرم میں لکھا ہوا خرج الکافۃ الحجۃ  
 ابو زید عمر بن شعبہ عن الحسن قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی  
 بقیع الغرقہ فقام فقال السلام علیکم یا اہل القبور الحدیث وعنه ان النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم قال علی اہل البقیع فقال السلام علیکم یا اہل القبور من  
 المؤمنین الحدیث ترجمہ روایت ہے حسن ہے جس سے کہ شریف لکھے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں اور کھڑے ہوئے اہل بقیع پر اور فرمایا السلام علیکم  
 یا اہل القبور انتہی لکھا الحمد للہ اس تقریب سے کئی قیام شرفا ثابت ہو گئے  
 اب یہ نہیں کہنا ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے  
 وقت کھڑے رہنے میں تشبہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ جب جنازہ  
 وغیرہ کے واسطے عموماً قیام ضرور ہوا تو یہاں بطریق اولیٰ ضرور ہو گا خصوصاً  
 مواجہ شریف وغیرہ میں کہ نہایت ادب کے ساتھ قیام چاہئے۔ چونکہ یہ موقع  
 ادب کا ہے اس لئے چند آیات واحادیث و آثار یہاں لکھے جاتے ہیں تاکہ معلوم  
 ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنا چاہئے  
 کہ جب تک کسی کی عظمت دل میں نہیں ہوتی اس سے ادب نہیں کیا جاتا اس لئے  
 حق تعالیٰ نے عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تعظیم عموماً لازم فرمائی

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اَنَا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا اَوْ مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّلْمُؤْمِنِيْنَ  
 بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّزُوْهُ وَتَوْقَرُوْهُ ترجمہ البتہ بھیجا میں آپ کے  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہد کہ (اپنی امت کے احوال اور جملہ انبیاء کی تبلیغ رسالت  
 پر قیامت کے روز گواہی دین) اور خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے  
 تا تم لوگ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بد  
 کرد اور شریف و مخم سمجھو اور تعظیم و توقیر کر در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھے  
 تفسیر و مثنوی کہ کہ ہے قولہ تعالیٰ اَنَا ارْسَلْنَاكَ الْاٰیۃ اُخْرِجْ عَبْدَ بَنِ حَمِید  
 وَاِبْنَ جَرِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا اَقَالَ شَاهِدًا عَلٰی اُمَّتِهِ وَشَاهِدًا  
 عَلٰی الْاَنْبِیَاۡ اَنْهُمْ قَدْ بَلَغُوا وَمُبَشِّرًا بِمَشْرِجِ النَّارِ اَللّٰهُ وَنَذِيرًا نِّذَارِ النَّارِ  
 مِنْ عَصَاہِ لَتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ قَالَ بُوْعَدُوْہٖ وَبِالْحَسَابِ وَبِالْبَعْثِ لَنُؤْمِنُوْا  
 وَتَعَزَّزُوْهُ قَالَ تَعَزَّزُوْہٗ وَتَوْقَرُوْہٗ قَالَ اَمْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی تَسْوِیْدُہٗ وَتَغْیِیْرُہٗ وَتَشْرِیْفُہٗ  
 وَتَعْظِیْمُہٗ وَكَانَ فِیْ بَعْضِ الْقُرْاٰةِ وَیَسْجُوْا اللّٰہَ بِکِبْرَۃِہٖ وَاصِلًا وَاُخْرِجْ عَبْدَ الرَّزَّاقِ  
 وَعَبْدَ بَنِ حَمِیدٍ وَاِبْنَ جَرِیْرِ عَنْ قَتَادَةَ وَتَعَزَّزُوْہٗ وَتَوْقَرُوْہٗ اِسْمَ تَعَزَّزُوْہٗ وَتَعَزَّزُوْہٗ  
 اِبْنِ جَرِیْرِ وَاِبْنِ الْمُنْذِرِ وَاِبْنِ اَبِی حَاطَمٍ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ قَوْلِہٖ  
 وَتَوْقَرُوْہٗ یَعْنِی التَّعْظِیْمَ یَعْنِی مُحَمَّدًا صَلِی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیْسٰی طَرِیْحَ اِمَامِ بَغْوِیِّ سَمْعَہٗ فِی تَفْسِیْرِ  
 فِیْنِ کہ ہے و تَعَزَّزُوْہٗ وَتَعَزَّزُوْہٗ وَتَعَزَّزُوْہٗ وَتَعَزَّزُوْہٗ اِسْمَ تَعَزَّزُوْہٗ وَتَعَزَّزُوْہٗ وَتَعَزَّزُوْہٗ  
 رَاجِعَ اِلَی النَّبِیِّ صَلِی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظَاہِرِ سَیَاقِ آیۃِ شَرَفِیْعَہٗ مَعْلُوْمَ ہُوَ تَسْبِیْحُہٗ  
 مَبْعُوْثُ کَرْنِہٗ سَے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیم و توقیر آپ کی ایک مقصود  
 اصلی ہے جسکو حق تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ لام کے تحت میں بیان فرمایا اور

دوسرے مقام میں فرمایا فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوا وَفَصَّوُّهُ وَابْتِغَاءُ  
 النَّفْسِ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ترجمہ پس جو لوگ ایمان  
 لائے اور پیغمبر بنی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تعظیم کی اور مکی اور مدد دی اور نیکو  
 اور پیروی کی اور نور کی کہ اتار آگیا ہے اور ان کے ساتھ یہی لوگ نجات  
 پائیو اتے ہیں انتہی اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی تعظیم کے نجات بھی ممکن نہیں کیونکہ اہل بلاغت جانتے ہیں کہ ترکیب اُولَٰئِكَ  
 هُمُ الْمُفْلِحُونَ حصر کے لئے ہے یعنی رستگاری اور نجات خاص اور نہیں لوگوں کو  
 جمیع یہ سب صفات موجود ہوں اسی وجہ سے عظمت اور ہیبت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے دلون پر کچھ ایسی مستولی تھی کہ باوجود اس  
 خلق عظیم کے جس سے جانی دشمن حلقہ گوش اور وحشی صفت بیگانے  
 مانوس ہو جاتے تھے اور باوجود اس کمال عشق و محبت کے صحابہ آنکھ بھر کے  
 چہرہ مبارک کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور کسی میں یہ جرأت نہ تھی کوئی بات  
 یا مسئلہ بے تحلف بوجہ لے۔ اجنبی جہان دیدہ لوگ صحابہ کی تعظیم و توقیر اور  
 خدمت گذاری کو جب دیکھتے بلا تصنع آپس میں کہتے کہ اس قسم کی تعظیم  
 نہ کسی بادشاہ کی ہوتی دیکھی نہ کسی اور کی چنانچہ مواہب اللدنیہ میں مذکور  
 ہے قَالَ عُرِدَ اِیْ قَوْمِ وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدَتْ عَلَی الْمُلُوکِ وَوَفَدَتْ عَلَی قَیْصَرٍ وَ  
 کَسْرَی وَالنَّجَاشِیْ ذَا اللّٰہِ اِنْ رَاَیْتَ مَلَاکَۃً یُعْظِمُہٗ اَصْحَابُہٗ بِاِعْظَمِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ  
 مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) وَاللّٰہُ اِنْ یَنْتَظِمُ نَحْمَۃً اَلَا دَقَّتْ فِی کَفِّ رَجُلٍ مِنْہُمْ  
 فَاِذَا لَکَ بِہَا وَجْہٌ وَجِلْدٌ وَاِذَا اَمْرُہُمْ اَبَدٌ رَوَا اَمْرُہٗ وَاِذَا تَوَضَّعَ کَا دَوَا

یقتلون علی وضوءہ واذا نکلم خفضوا اصواتہم عندہ وما یسجدون النظر ایسے تعظما  
 ترجمہ کہا عروہ نے اسے قوم قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے بہت پادشاہوں  
 کے دربار دیکھے اور قیصر و کسری اور سنجاشی کی نیگاہ میں گیا۔ مگر جس قدر کہ  
 اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اونکی تعظیم کرتے ہیں کسی پادشاہ کی تعظیم ہوتی  
 نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم جب وہ ناک چٹکتے ہیں آب بینی لوگوں کی بتیلیوں  
 میں گرتا ہے جسکو وہ لوگ اپنے منہ اور جسم پر ملتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں  
 تو اس بانی پر جو گرتا ہے اصحاب کا اس قدر ہجوم ہوتا ہو کہ شاید نبوت جلال قتال  
 کی پہنچ جائے۔ اور جب وہ کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو اتناں کیلئے ہر شخص  
 پیش قدمی کرتا ہے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو آواز اون لوگوں کی پست  
 ہو جاتی ہیں اور بوجہ تعظیم کے کوئی نگاہ جا کے اونکو دیکھ نہیں سکتا انتہی  
 اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے قال عمر بن العاصی ما کان احد  
 الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اجل فی عینی منہ واکنت اطیق  
 ان املأ عینی منہ اجلالا حتی لو قیل لی صفہ ما استطعت ان اصفہ اخرجہ سلم  
 فی حدیث طویل ترجمہ عمر بن عاصی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے زیادہ کسی سے مجھکو محبت تھی اور نہ کسی کی غفلت اور بزرگی حضرت کو  
 سے زیادہ میری آنکھوں میں تھی اجلال کی وجہ سے آنکھ میرے حضرت کو  
 دیکھ نہیں سکتا اگر علیہ مبارک کوئی مجھے پوچھے تو میں بیان نہ کر سکتا تھا تو  
 کیا اسکو مسلم نے وفی الشفا لقاضی عیاض وفی حدیث طلحہ رضی اللہ عنہ ان  
 اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم قالوا لا عرابی جاہلی سلمہ عن قضی سنجہ وکانوا

یہاں بوندی و قرونہ مسالہ فاعرض عنہ اذ طلعت طلحۃ رضی اللہ عنہ فقال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ہذا من قضی نخبہ قال علی القاری فی شرحہ رواہ الترمذی  
وحسنہ عن طلحۃ ترجمہ روایت ہے طلحۃ سے کہ صحابہ نے ایک جاہل اعرابی کے  
کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھ کہ من قضی نخبہ سے کون مراد ہے  
اعرابی کے واسطے کی یہ وجہ تھی کہ صحابہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
ہیبت و وقار کا ایسا غلبہ تھا کہ ایسی بات خود پوچھ نہیں سکتے تھے اور  
پوچھا لیکن حضرت نے کچھ جواب نہ دیا اسی عرصہ میں طلحۃ حاضر ہوئے حضرت نے  
فرمایا یہ انہیں لوگوں سے ہیں یعنی جنھوں نے اپنی موت کو پوری کر چکا انتہی  
واقعہ میں مقربان بارگاہ نبوی ہی کے دل اس غفلت کو جانتے تھے جس سے  
انجناہین پست ہوئے جاتی تھیں اور لبون تک بات نہیں آ سکتی تھی بجا  
جنگلیوں کو اس سے کیا علاقہ وہاں تو سادگی کچھ اس بلا کی ہے کہ جوابات  
میں آگئی زبان پر آئی گئی ادب اور بے ادبی کو کون پوچھتا ہے قال البراء  
بن عازب کما رمی ابو یعلیٰ لقد کنت اریہ ان اسال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم عن الامر فا وخر سنتین من ہدیتہ کذا فی الشفا ترجمہ برا کہتے ہیں کہ  
کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پوچھنا چاہتا تو ہیبت مجھ پر  
کچھ اس قدر غالب ہوتی کہ دو سال تک نہ پوچھ سکتا انتہی اس سے یہ بھی معلوم  
ہوا کہ سوائے تعلیم اختیار می کے جس کا امر حق تعالیٰ نے کیا ہے من جانب اللہ  
سبھی غفلت و ہیبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولوں پر صحابہ کے مستولی  
تھی۔ اور کیوں نہ ہو یہ غفلت وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بچپان سے اور سجدہ کرنے لگے۔ اسی طرح جانور بھی سجدہ کیا کرتے تھے کما فی التواریخ  
 والزرقاتی عن انس قال کان اہل بیت من الانصار لہم حل یسینون علیہ وانہ استصعب  
 علیہم منہم ظہرہ وان الانصار جاؤ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انہ  
 کان لنا جل نشعی علیہ وانہ استصعب علینا ومنعنا ظہرہ وقد عطش النخل والزرع  
 فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ قوموا فقاموا فدخل السحائط والجبل  
 فی ناحیۃ فشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ فقالت الانصار یا رسول اللہ  
 قد صار مثل الکلب الکلب وانما نخاف علیک صولتہ فقال رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم لیس علی منہ باس فلما نظر الجبل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اقبل نحوہ حتی خر ساجدا بین یدیه فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بناصیۃ  
 اذل ما کان قط الحدیث رواہ احمد والنسائی باسناد وجید ترجمہ روایت ہے  
 انس سے کہ کسی انصاری کے یہاں ایک اونٹ تھا جس سے زراعت  
 کو پانی دیا کرتے تھے ایک بار وہ سرکش ہو گیا اور ایسا بگڑا کہ کوئی شخص  
 اسکے پاس نہیں جاسکتا تھا وہ انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے اور واقعات بیان کر کے عرض کیا کہ زراعت اور نخلستان  
 سوکھ جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ اس باغ میں تشریف  
 لیگئے جہاں وہ اونٹ تھا اسکی طرف بڑھے۔ انصاری نے عرض کیا۔  
 یا رسول اللہ یہ اونٹ مثل دیوانہ کتے کے ہو گیا ہے ہمیں خوف ہے کہ کہیں  
 آپ پر حملہ نہ کرے فرمایا مجھے اس سے کچھ اندیشہ نہیں۔ جب اونٹ نے  
 حضرت کو دیکھا خود آگے بڑھ کر سجدہ میں گرا۔ حضرت اسکی پیشانی کے بال



پکڑ لئے اور وہ ایسا سحر و مطیع ہو گیا کہ شاید یہی کبھی ہوا ہو انتہی۔ والیضائی المذا  
 عن جابر بن جلا جارا لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان قریباً منہ فخر اکل  
 ساجداً الحدیث و فی آخرہ فقالوا یا رسول اللہ نحن احق ان نسجد لک من الہما  
 فقال لا یشئ لی بشر ان یسجد البشیر و اہ الدارمی و البزار و البیہقی و اللفظ لہ  
 ترجمہ روایت ہے جابر سے کہ ایک اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے پاس آکر حضرت کو سجدہ کیا۔ جب دیکھا صحابہ نے کہ جانور آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو سجدہ کیا کرتے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ان سے زیادہ متحق  
 ہیں کہ یہ خدمت و تعظیم بجا لائیں اور آپ کو سجدہ کیا کریں فرمایا کسی بشر کو نہ اور  
 نہیں کہ بشر کو سجدہ کر کے انتہی ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عظمت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوانات کے دل میں بھی اس قدر تھی کہ آپ کو سجدہ کیا  
 کرتے تھے۔ اور فرشتوں نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اس میں بھی تعظیم  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملحوظ تھی کہ نور مبارک آپکا ان کی پیشانی میں تھا  
 چنانچہ ابن حجر ہیشمی رح نے درمنصف و میں لکھا ہے امر ہم بالسجود لادم انا ہو  
 لاجل ما کان کجہتہ من نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قالہ الرازی۔ اور مواہب اللبیب  
 میں لکھا ہے وقد کان خط آدم من رحمۃ سجود الملائکۃ لہ تعظیماً لہ اذ کان فی صلبہ  
 و فوج خروجه من السفینۃ سالماً و ابراہیم کانت النار علیہ برداً و سلاماً اذ کان  
 فی صلبہ کما افاد عباس فی قصیدتہ ترجمہ آدم علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی رحمت سے یہ حصہ پہنچا کہ فرشتوں نے اونکو سجدہ کیا اس لئے  
 کہ حضرت امی صلب میں تھے اور فوج علیہ السلام جو کشتی سے صحیح و سالم اترے

اور ابراہیم علیہ السلام پر آگ جو سرد ہو گئی حضرت ہی کی رحمت کا اثر تھا اس لئے کہ حضرت  
ان حضرات کے صلب میں تھے یہ بات عباسی کے اس قصیدہ سے معلوم ہوتی ہے  
جسکو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا اور حضرت سن کر  
خوش ہوئے۔ یہ قصیدہ اس کتاب کے شروع میں لکھا گیا ہے۔ اور بروایت  
اس بن مالک اور زبیط بن شریط یہ بات بھی بہ احادیث مرفوعہ ثابت ہو گئی کہ  
ہنام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ میں سجاوے گا جس سے تمام اہل مشر  
پر غطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخوبی ظاہر ہو جائے گی اور آدم علیہ السلام  
کے بیان سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ فرشتوں کے پاس حضرت کی وہ عظمت ہے  
کہ ہمیشہ ذکر آچکا کیا کرتے ہیں۔ اس قسم کی کئی حدیثیں مذکور ہوئیں اور بہت سی  
انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ لکھی جائیں گی۔ ان سب کا یہ ہو کہ عناصر سے لے کر  
اجسام اور جمادات سے لیکر ملکوت اور زمین سے لیکر آسمان اور ازل سے  
لیکر اب تک ہر چیز غطت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہی دہ رہی ہے  
اب رہے جن دانش۔ یہ ہمارے معرض امتحان میں کچھ ایسے پڑے ہیں کہ  
کہ نہ انکو اس قسم کے امور کا مشاہدہ ہے کہ جسکی بدولت واقعی حالات پر مطلع ہوں  
مذرا ایسی عقل رسا کہ جس سے حقایق اشیا اور مدایح وجود کو معلوم کر سکیں۔ اگر  
حاصل میں تو بھی دوہن سوائے انکے ہر چیز یا دالہی میں مصروف ہو گیا قال تھا  
عَالَمٌ مِّنْ دُونِیْ اِلَّا سُبْحٌ وَجَدُہٗ وَلَکِن لَّا نَفْعُہٗ اِنَّ سُبْحَہٗ لِّمَنْ عِندَہٗ  
مستمال کی تسبیح اور عمر میں مصروف ہے تم نہیں اوسکو سمجھتے ہو۔ جب خود  
موجود گاہے غفلت کر لے گا جسکا حق کے حقوق کو غفلت کر لے گا

کوتاہی نکی تو دوسرے ابواب کس شمار میں۔ با این ہمہ انکو جس ذریعہ سے توحید  
 پہونچائی گئی۔ اسی ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے معلوم  
 کرائی گئی۔ چنانچہ ابتداء ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فسر زند  
 شیت علیہ السلام کو اسکی خبر دی پہر یہ خبر وراثتہ بنی آدم میں شائع ہوتی رہی  
 اور اگر کبھی بے دینی نے اوسکو چھپا دیا تو انبیاء علیہم السلام اوسکی تجدید کرتے  
 رہے جسکا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ معلوم ہوگا یہاں تک کہ خود آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت نے بھی ارشاد  
 حق تعالیٰ کا لیتے ہوئے ابا اللہ فرسوا لہ لتعزروا وکونوا عروا یوحنا  
 اب اگر اسپر بھی کوئی شخص نہ مانے محار ہے کسی کجا جبر نہیں کہ خواہ خواہ مان بھی  
 مگر عاقل کو چاہئے کہ پہلے اس اختیار کے انجام کو سوچ لے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے  
 مَن شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا تَرْجَمُ فِيهَا  
 کوئی چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے۔ ہم نے رکھی ہے ظالموں کے واسطے  
 آگ موجود انتہی۔ تمام قرآن کو نہ ماننا اور ایک آیت کو نہ ماننا سزا میں دونوں  
 برابر ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَقُومُونَ بَعْضُ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ  
 بِبَعْضٍ فَاَجَلٌ مِّنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خَرَجَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا  
 قَوْمٌ اَلْقِيَتْهُمُ رُحْمًا وَاِلَى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا لَكُمْ لَا تُعَاقِلُونَ  
 ترجمہ کیا اعلان ملے ہو تم سب کو ہی آیتوں پر اور نہیں اتنے متوڑی آیتیں  
 پہر کچھ سزا میں ہے اوسکی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی  
 میں اور قیامت کے دن پہونچا ہے چاروں سخت سے سخت عذاب میں اور

اللہ تعالیٰ یخبر نہیں ہے تمہارے کام سے انتہی الحاصل اگر عام جن و انس کو حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہ یامین تو انہیں کا نقصان ہوگا اس سے عظمت  
 میں حضرت کے کسی قسم کا دہبہ نہیں آسکتا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود اتنے  
 معجزات اور کھلی کھلی دلیلیوں کے کیا سبب تھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی عظمت میں کلام رہا کیا۔ بات یہ ہے کہ ہر نفس کی جبلت میں یہ باطن رکھی ہوئی ہے  
 کہ کسی نہ کسی طرح اپنے بھنس پر اپنی تعلیٰ اور بڑائی ہو۔ چنانچہ لڑکوں تک یہ بات  
 دیکھی جاتی ہے کہ اگر ان کی ہم جنس کسی لڑکے سے انہیں اچھا کہے تو خوش  
 اور برا کہے تو ناخوش ہوتے ہیں بلکہ رونے لگتے ہیں۔ چونکہ مرتبہ رسالت کا  
 کفار کے ذہنوں میں نہایت جلیل القدر تھا اور تصدیق رسالت میں انہیں  
 کی ہر طرح اور پر فضیلت ثابت ہوتی تھی جس سے وہ اپنی کسر شان سمجھتے تھے  
 اسلئے نفوس پر اودن کے یہ امر نہایت شاق ہوا اور کہنے لگے اِنَّا لَنُكْفِرُكَ  
 مِثْلًا لِّیَعْنِیَ تَحْمُ تُوہم جیسے بشر ہی ہو کچھ فرشتہ نہیں جو فضیلت تمہاری مائی جا  
 حالانکہ ابتداء دعوت انبیا کی صرف توحید کی طرف تھی جس کے کفار بھی مقرر تھے  
 چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ  
 لَقِیْنٰ اِنَّ اللہَ تَرَجْمہ اگر پوچھیں آپ کہ کون پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو  
 البتہ کہیں گے اللہ۔ وقال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَقِیْنٰ اِنَّ اللہَ  
 تَرَجْمہ اگر پوچھیں آپ ان سے کہ کون پیدا کیا ان کو البتہ کہیں گے اللہ۔ وقال اللہ  
 تَعَالٰی اِلٰی سَآءِیٰ بَنٰی نَافِیٰ نَکُوٰ اَن لَّا یَعْبُدُوْا اِلَّا اللہَ  
 تَرَجْمہ کہے کہ اوطرف ایک بات کے جو برابر ہے تم میں اور ہم میں کہ اللہ

کرین ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے انتہی۔ خلاصہ یہ کہ جو بات اون کے مسلمات تھی  
 اوسکو ماننا بھی اون کے نفوس پر شاق تھا کیونکہ اس سے رسالت کی تصدیق  
 سمجھی جاتی تھی۔ پھر اگر کوئی طالب حق عاقبت اندیش انبیاء کی طرف مائل ہوتا تو  
 اسکو بھی عار دلائے کہ یہ تو مثل تمہارے کہانا کہاتے ہیں بانی پتے ہیں بازاروں  
 میں چلتے پھرتے ہیں کچھ فرشتے نہیں جو انکی تمہیر فضیلت ہوا ہے ہم جنس کی اطاعت  
 کرنا بڑی ذلت کی بات ہے کہا قال تعالیٰ حکایۃ قالوا امال هذا لیس سوال  
 یا کُل الطعام ویشرب فی السواق ترجمہ اور کہنے لگے یہ کیا رسول ہو  
 کہ کہانا کہاتا ہے اور ہر تارے بازاروں میں انتہی ایضا فقال الملائکۃ الذین  
 کفروا من قومہ ما هذا الا بشر مثکمور ید أن یتفضل علیکم  
 ولو شاء اللہ لانزل ملک ۱ ترجمہ تب بولے سردار جو منکر تھے اس قوم  
 کے یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے تم۔ یا ہنستے کہ بڑائی کرے تم براور اگر اللہ تعالیٰ  
 چاہتا تو اتارنا فرشتے انتہی ایضا وقال الملائکۃ من قومہ الذین کفروا  
 وکذبوا بلفاء الاحیاء واتر فہاہم فی الجحیم الذین کفروا ما هذا الا بشر  
 مثکمور یا کُل مما تاكلون منه ویشرب مما تشربون ہ ولین  
 اطعمکم بشرا مثکمور انکم اذ الخاسرون ۲ ترجمہ اور بولے سردار انکی  
 قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو جنگو آرام دیا تھا ہم  
 دنیا کی زندگانی میں اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم۔ کہانا کہاتا ہے  
 جن قسم سے تم کہاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو۔ اور اگر اطاعت کی  
 تم نے اپنے برابر کے آدمی کی تو تم بیشک خواب ہوئے انتہی **الحاصل**

خود بینی اور خود سری نے انہیں اندھا بنا دیا تھا۔ کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اگر خدا تعالیٰ کسی خاص بشر کو اپنے فضل سے سب پر فضیلت دیدے تو کون نقصان لازم آجائیگا چنانچہ خود انہی نے اس قسم کا جواب بھی دیا کہ اَللّٰہُ قَالَ تَعَالٰی قَالَتْ لَکُمْ دُسُطُہُمْ اِنْ غَنُوْا اَلَا بُشِّرْہُمْ مِّثْلَکُمْ وَاَلٰنَ اللّٰہُ یُنْصِتُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ ترجمہ کیا اذکوا دن کے پیغمبر دن نے کہ ہم ہی بشر ہیں جیسے تم لیکن اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مگر یہ جواب کب مفید ہو سکتا تھا وہاں تو مہار اختیار کی نفس امارہ کے ہاتھ تھی۔ پہراؤ کو کون ضرورت تھی جو خواہ مخواہ اپنی خاص صفت تعالیٰ کو چھوڑ کر ذلت اختیار کرے۔ یہ تو انہیں کا کام تھا جنہوں نے پہلے پہل نفس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ زمام اختیار کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ پہراؤ کی اصلاح کے درپے ہوئے۔ اور ماشار اللہ خوب اصلاح کی۔ یا تو وہ تھا کہ نبی کے مقابلہ میں او کو ذلت ناگوار ہوتی تھی یا یہ حالت ہوئی کہ اپنے جس والے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے مقابلہ میں ہمسر کیا دعویٰ نہیں چنانچہ حق تعالیٰ اُن کی صفت میں فرماتا ہے اِذْ لَہٗ عَلَی الْمَوْءِنِیْنَ جب عموماً مومنین کے ہاتھ یہ حالت ہو تو خیال کرنا چاہئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونکا کس قسم کا معاملہ ہوگا۔ ایک بات تو ابھی معلوم ہوئی کہ سب صحابہ حضرت کو سجدہ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اگر کسی کو عقل سلیم اور فہم مستقیم حاصل ہو تو تو سمجھ سکتا ہے کہ کس قدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے پیش نظر ہوگی جس نے اس کمال تذلل کو جو سجدہ کرنے میں ہر آسان کر دیا تھا اب سمجھنا چاہئے کہ اس قدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ

دلون میں کیونکر ممکن ہوئی حالانکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجبِ انشاء حق تعالیٰ فرمادیا **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** وجہ اسکی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے جب دیکھا کہ کفار کو آیہ شریفہ **وَ لَکِنَّ اللّٰهَ یُحْیِیْ عَلٰی مِنْ نِّشْءٍ مِّنْ عِبَادِہٖ** کے مضمون کی طرف بالکل توجہ نہیں اور صرف دعویٰ ہمسری میں خراب ہرے جاتے ہیں اسلئے برخلاف انکے اس آیت کے مضمون کو اپنا پیش رو بنایا اور اس میں استغراق حاصل کیا کہ گویا **إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** کو سنا ہی نہیں یہی وجہ تھی کہ انھوں نے سجدہ پر آمادگی ظاہر کی اور حضرت کو پہرِ بشریت کا مضمون یاد دلانے کی گویا ضرورت ہوئی۔ چنانچہ فرمایا کہ بشر کو بشر کا سجدہ نہ کرنا مناسب نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ مولانا روم فرماتے ہیں **س**

شاہ دین رامنگراے نادان بطین	کین نظر کردہ است ابلیس لعین
نیست ترکیب محمد محکم دپوست	گرچہ در ترکیب ہر تن جنل دست
گوشت دار دیوست ارد استخوان	ہیچ این ترکیب را باشد ہمان
کا نذران ترکیب باشد معجزات	کہ ہمہ ترکیب با کشتند مات

اس قسم کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی صحابہ کے دلون میں سخی ایک مدت تک مسلمانوں کے دل میں رہی جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ لکھا جائے گا۔ مگر افسوس ہے کہ چند روز سے پہر وہی مساوات کا خیال آخری زمانہ کے بعض مسلمانوں کے سر وں میں سما۔ اور گویا فسر شروع ہوئی کہ وہ سب باتیں تازہ ہو جائیں کہیں **إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** میں خوض ہوتا ہے کہیں کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت نے بھائی کہا ہے

اسلئے حضرت بڑے بھائی ہیں۔ اب اس خیال نے یہاں تک پہنچا دیا کہ وہ آیات و احادیث منتخب کیجاتی ہیں جس سے ادن کے زعم میں منقصت شان ہو۔ اور وہ احادیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ تو واضح کچھ فرمایا ہے اپنی دانت میں اونکو کسر شان کے باب میں قرار دیکر شائع کیجاتی ہیں۔ جیسے مانا کہ نقلاً اور ہر طرح سے اس سلسلہ میں زور لگایا جائیگا لیکن یہ دیکھنا چاہئے کہ انتہا اسکی کہاں ہوگی ہم یقین سمجھتے ہیں کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان کرینگے کہ جقدر کفار سمجھے تھے لیکن مثلاً مگر معلوم نہیں اس سہی کا کیا نتیجہ ہوگا اتنی بات تو کافر دین سے پوچھنے میں حال ہو جاتی ہے اس میں نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی۔ اب اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ ہم لوگ جو آیات و احادیث سے استدلال کر کے بیان غلطی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبالغہ کرتے ہیں انتہا اسکی کہاں ہوگی۔ یہ بات ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ حضرت مخلوق اور بشر ہیں اور حق تعالیٰ خالق ہے۔ اب انتہا اس مبالغہ کی یہی ہوگی کہ حضرت کا مرتبہ قریب مرتبہ موجودیت کے سمجھا جائیگا وہ بھی اسوجہ سے کہ ایک عالم آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ اور صحابہ بھی سجدہ کرتے تھے۔ غرض اس مبالغہ کی حدود وہی جو صحابہ کی حسنِ عیادت تھی۔ اب ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جس راہ کو صحابہ مدت العمر طے کیا کئے۔ اور جس مقام پر عمر بھر سر لگائے رہے جہاں سے انہیں فتح باب ہوا اور اس مقام کو حضور دین اور اس راہ میں رجعت القمقری کر کے وہ راستہ چلین جو کفار کی حد اعتقاد کو پہنچے **إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ** کو پہنچا دے جہاں سے



کفار بڑے نہیں سکتی شہر ترسم نرسی کعبہ سے اعرابی پکین رہ کہ تو میری تبرکستان است  
 کسی بزرگ نے ہم لوگوں کے اعتقاد کی شرح ایک چھوٹے سے جملہ میں نہایت ہی  
 مبسوط کی ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر یقین ہے کہ اس تقریر سے  
 اہل انصاف پر دونوں راستے اور ادنیٰ انتہا اور حسن وقوع ہر ایک کی منکشف  
 ہو گئی ہوگی۔ طالب راہ حق کو چاہئے کہ جب کسی کو اپنا راہبر بنا لے تو پہلے  
 اس امر کی بخوبی تحقیق کر لے کہ کونسی راہ لیجائیگا۔ اگر بیچارے جاہل کوتاہی نظر سے  
 دریافت نہ کر سکیں تو معذور رہیں مگر اہل امتیاز انداز کلام اور طرز بیان سے  
 معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ شخص کس راہ کی آمادگی کر رہا ہے۔ مثلاً کسی نے وہ حدیث  
 پڑھی حسین انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متاخرین کو اپنا بھائی فرمایا ہے  
 یہاں ایک تودہ شخص ہو گا کہ مارے شرم کے سر نہ اٹھا سکے گا کیونکہ اگر کوئی  
 اچھی طرح آنکھیں ملے اپنی حالت کو دیکھے تو معلوم ہو کہ کس قدر آلودہ عصیان ہے  
 اسی کتاب میں بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ حب کہیں  
 احوال پر نظر ڈالتے نفاق کا خوف آجاتا معلوم نہیں کہ باوجود ان سچی بشارتوں کے  
 کس چیز نے انہیں اس خوف میں ڈال رکھا تھا جب اہل حضرات کا یہ حال ہو تو  
 پھر کس کام نہ ہے جو کچھ دعویٰ کر سکے غرض کہ بھائی سمجھنا تو کہاں ایسے خیالات  
 کبھی تو نسبت غلامی سے بھی خیالات پیدا کئے دیتے ہیں چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے  
 ع نسبت خود بیگت کروم و بس منفعلم۔ نسا او سکا اگر دیکھئے تو صرف یہی ہے کہ  
 نقشہ اپنے سارے اعمال کا آنکھوں کے سامنے کھینچ گیا ہے جس سے ندامت کے  
 پورے پورے آثار دل میں نمایاں ہیں اور قریب ہے کہ دروازہ توبہ کا کھل جا

اور کبھی اشتقاق و مراحم شفع الذین کا تصور ادالی لشکر یہ بین مصروف کر دیتا ہے  
 کہ ہر چند ہمین قابلیت نہیں۔ مگر شان رحمۃ للعالمین ہے کہ اس درجہ قدر افزائی  
 کی۔ ایسے آقا کے مہربان پر قربان ہونا چاہئے کہ ہم جیسے غلاموں کو بھی یاوکیا  
 اور اس سرفرازی کے ساتھ جو دوسروں کو نصیب نہیں۔ **احمال** اور اس  
 حدیث شریف کے ذکر کے وقت اس شخص کی کچھ کیفیت ہی اور ہے اور وہ  
 نورانیت کے آثار مرتب ہیں جو عموماً اعمال پر غالباً مرتب ہو سکیں۔ اس قسم  
 کے قدر افزائیوں کا لطف وہی لوگ جانتے ہیں جنکو بارگاہ نبوی کے ساتھ  
 خاص قسم کی نسبت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک با  
 آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کر نیکی لئے اجازت چاہی حضرت نے  
 اجازت دیکر فرمایا اے بھائی اپنی دعائیں ہمیں نہ بھولیو وہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد  
 مجھیں اس قدر اثر کیا کہ اگر تمام روئے زمین میری ملک ہو جائے تو ان الفاظ  
 کے مقابلہ میں میرے پاس وہ کچھ چیز نہیں کہانی کنز العمال عن عمر رضی اللہ عنہ  
 قال استأذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرة فاذن لی قال لا تشنأخی  
 من دعاک او قال اشترکنا یا اخی فی دعاک کلمۃ احب ان لی بہا طلعت  
 علیہ الشمس و ابن سعد حرم دت حسن یح و ع و انشائی ص ق بظاہر یہ ارشاد  
 حضرت کا کوئی ایسی بڑی بات نہیں صرف دعا کرنے کو فرمایا تھا مگر اس کی  
 وقعت کا اندازہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہی دل کر سکتا تھا کہ تمام روئے زمین کی  
 سلطنت ایک طرف تھی اور اس مختصر سی کلمہ کی شان و ربا ئی ایک طرف  
 غرض کہ اس حدیث مذکور بالا کو سنکر ایک شخص کے دل کی وہ حالت ہوگی جو

خارج از بیان ہے اور ایک شخص وہ ہوگا کہ اسی حدیث شریف سے یہ بات نکالے گا کہ اغوۃ امراضانی ہے تقدم و تاخر زمانہ کے اعتبار سے اگر فرق ہے تو بڑے چھوٹے کا ہے یعنی حضرت بڑے بھائی ہووے اور ہم چھوٹے بھائی نعوذ باللہ من ذلک ایسے شخص کو اس حدیث شریف سے اسی قدر حصہ ملا کہ سرین ہمہ سرائی اور یہ خیال بڑھتا چلا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ تک پہنچا دیا۔ اب یہ شخص اس دہن میں ہوگا کہ جہان خود پہنچا ہوا اور کو کو بھی دہن پہنچا دے۔ شاید اسکے خیال میں یہ کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم کہاں اور شانِ محمدین و سید المرسلین کہاں۔ جو نسبت خاک را با عالم پاک۔ اکثر اکابر و سلاطین جاوید اور غلاموں کو بھائی کہہ دیا کرتے ہیں بلکہ خود احادیث میں وارد ہے کہ تمہارا غلام تمہارے بھائی ہیں۔

اگر بادشاہ کے کہنے سے یا اس حدیث سے خدام اور غلام اپنے آقا کو بھائی کہنے لگیں تو طاف ہرے کہ نہایت بے ادب اور احمق سمجھے جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود اس قرابت کے جو اظہر من الشمس ہے اپنے کو حضرت کی غلامی کے ساتھ منسوب کیا ہے چنانچہ مستدرک میں حاکم نے روایت کیا ہے عن سعید بن المسیب

قال لما ولي عمر بن الخطاب خطب الناس على منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فحمد الله واثنى عليه ثم قال ايها الناس اني قد علمت انكم تولسون مني شدة وعاطفة وذلك اني كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكنيت عبده وخدامه كان قال الله تعالى بالموئنين رجيا فكنيت بين يدى كالسيف الملول الا ان يغمدني او ينهاني عن امر فاكف والا فدمت على الناس لكان لينة نهما حديث صحيح الاسناد ترجمہ روایت ہے

سعید بن مسیب سے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا کہ آپ لوگ جو مجھ پر شدت اور  
سختی دیکھتے ہو اور اسکا سبب یہ ہے کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
غلام اور خادم تھا چونکہ حضرت رحیم تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ  
بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا اور لوگ حضرت کی نرمی کی وجہ سے جوأت کرتے تھے اس سبب میں نہر کے  
روبرو مثل شیر برہنہ کے رہتا اگر بیان کرتے اور منع فرمادیتے تو باز رہتا تھا  
ورنہ پیش قدمی کرتا کہ اس حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے انتہی۔ اگر کسی قرابت کا  
اطلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درست ہوتا تو البتہ والد اور پدربزرگوں  
کہنے کے لئے ایک وجہ تھی کیونکہ ازواج مطہرات کو حق تعالیٰ نے امہات المؤمنین  
فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَازْوَاجُهُمْ اُمَّهَاتُهُمْ اس صورت میں حضرت  
سب کے والد ٹھہرے جسکی وجہ سے یہ شرافت ازواج مطہرات کو حاصل ہوئی۔  
باوجود اسکے حق تعالیٰ نے اس قرابت کی بھی نفی فرمادی کما قال اللہ تعالیٰ  
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ  
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ترجمہ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ  
کسی کے تھا مے مردوں میں لیکن رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے اور ختم کر دیوالے ہیں  
تمام نبیوں کے انتہی۔ دیکھئے باوجود قرینہ قطعہ کے حضرت کا والد ہونا ناگوار ہے  
تو آخر کی بنیادی کیونکر گوارا ہوگی۔ ار باب بصیرت سمجھتے ہو گئے کہ وَكَانَ اللّٰهُ  
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا میں حضرت کے علم شان کی طرف کیسا لطیف اشارہ ہے  
اسوجہ سے کہ لیکن جو استدراک کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لہذا

نفی میں کسی قسم کا توہم پیدا ہوتا تھا جو اس سے دور کیا گیا اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باب نئے یہاں توہم کا کوئی محل نہیں۔ رہا کسی  
متبنی کے باب ہو یا تو اسمین بھی کوئی توہم نہیں ہو سکتا کیونکہ متبنی لینے والیکو  
بھی عرف میں باپ کہا کرتے تھے پر جب صراحتہ اسکی نفی ہو گئی تو معلوم ہو گیا  
کہ یہ اطلاق شریعت میں درست نہیں اسمین تو ہم کو کیا دخل جو وَلَکِن سَوَّالُ اللہ  
سے وضع کیا جا رہا ہے اور ان صفات کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
توہم حضرت کے منصب رسالت سے متعلق ہے تا ابوہ و رسالت میں منابت  
ہو ورنہ اسکی یہ مثال ہوگی مَا كَانَ زَيْدٌ اَبَا عَمْسٍ وَلَکِن مَّكَاتِبُ بَاتٍ مَّعْلُومٍ  
ہوتی ہے کہ ہر شخص کے نزدیک اپنے باپ کی وہ وقعت ہو ا کرتی ہے عالی سے  
عالی ادسی کا مرتبہ سمجھا کرتا ہے اس سبب سے یَا لَوْ اَنَّ وَاَجَلَهُ اُمَّهَاتُہُمْ وغیرہ  
اسباب سے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے والد سمجھتے ہوں گے  
جب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت کسی کے باپ نہیں تو اب ایک قسم کا توہم  
پیدا ہوا کہ پہر کیا سمجھنا چاہئے ارشاد ہوا لکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین  
پہر بیان یہ شبہ پیدا ہوا کہ مخلوقات میں باپ سے زیادہ احد کیا رتبہ ہو گا۔  
تو گویا اسکے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے کہ باپ کا  
کس قدر رتبہ ہے اور رسول اللہ کا کس قدر مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں مرتبوں  
میں کوئی نسبت نہیں۔ پہلے خیال کو چھوڑ دو اور حضرت کو انہیں مراتب کے  
ساتھ متصف سمجھو اور فرق مراتب کو اللہ تعالیٰ پر سوئپ دو۔ وہی ہر چیز کو  
جانتا ہے تمہاری عقلیں ان امور میں نہیں پہنچ سکتیں۔ نہانا طہری واللہ اعلم

بمرادہ۔ ابن قیم رحمہ نے مسئلہ مساوات میں جو تقریر لکھی ہے وہ قابل دیدہ ہے  
 انھوں نے زاد المعاد میں لکھا ہے فہذہ خلقہ و ہذا اختیارہ و ربک یخلق ما یشاء  
 و یشاء و ما بین لطلان راسی یقتضی بان مکان البیت المحرام مساوی لساائر الامکنۃ  
 و ذات الحجر الاسود مساویۃ لساائر حجارۃ الارض و ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم مساویۃ لذات غیرہ و انما التفضیل فی ذلک بامور خارجۃ عن الذات  
 و الصفات القائمة بہا و ہذہ الاقادیل و امثالہا من انجایات الی جناب  
 المتکلمون علی الشریعۃ و فسبوہا الیہا وہی بریۃ و لیس معہم اکثر من اشتراک  
 الذوات فی امر عام و ذلک لایوجب تساویہا فی الحقیقۃ لان الخلفات قد تشرک  
 فی امر عام مع اختلافہا فی صفاتہا النفسیۃ و ما سوی اللہین ذات المسک  
 و ذات البول ابدال و لا بین ذات الماء و ذات النار ابدال و التفاوت البین  
 الذی بین الامکنۃ الشریفۃ و احند او ہا و الذوات الفاضلۃ و احند او ہا اعظم  
 من ہذا التفاوت بکثیر فبین ذات موسی و فرعون اعظم مابین المسک و الزجج  
 و کذلک بین نفس الکعبۃ و بین بیت الشیطان اعظم من ہذا التفاوت ایضاً  
 بکثیر فکیف یجعل البیتان سوا فی الحقیقۃ و التفضیل باعتبار ما یتبع ہناک من  
 العبادات و الاذکار و الدعوات انتہی ترجمہ بعضوں کی رائے ہے کہ مکان  
 بیت المحرام مساوی تمام مکانات کے ہے اور حجر اسود تمام پیروں کے  
 مساوی ہے اور ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہی کے مساوی ہے  
 اور تفضیل باعتبار ان امور کے جو ذات سے خارج ہیں اگرچہ تکلیف نے  
 اسکو شریعت کی طرف منسوب کر دیا ہے لیکن شریعت اس سے بالکل بری ہے

اون کے نزدیک کوئی دلیل نہیں سوائے اسکے کہ ایک امر عام میں سب باتیں  
 شریک ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقتیں سب کی مساوی ہو جائیں  
 کیونکہ بہت سی مختلف چیزیں ایک امر عام میں شریک ہیں۔ باوجود اس کے  
 خاص خاص صفتیں ہر ایک کی مختلف اور باہم ممتاز ہیں جس سے انہیں پورا  
 امتیاز ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ذات مشک اور ذات بول کو کبھی برابر  
 نہیں کیا۔ اور نہ پانی کی ذات اور آگ کی ذات کو۔ اور جو تفادات شریف  
 اور تبرک مقامات اور اون کے اضداد میں ہے۔ اور افضل ذاتوں اور  
 اون کے اضداد میں ہے اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام  
 اور فرعون میں یا نفس کعبہ اور شیطان کے گہرین جو تفادات ہے بدرجہ  
 اس سے زیادہ جو مشک اور نجاست میں ہے۔ پھر جو کہا جاتا ہے کہ نفس کعبہ  
 اور دوسری جگہ حقیقت میں برابر ہیں اور بزرگی کعبہ کی صرف اسی وجہ سے ہو  
 کہ وہ ان عبادات اور اذکار اور دعائیں ہوتی ہیں سو یہ کیونکر ہو سکے جن بقا  
 فرماتا ہے وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ یعنی پیدا کرتا ہے رب آپ کا جو  
 چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے انتہی خلاصہ اسکا یہ ہوا کہ ہر حید بعض صفات  
 و وجیزوں میں برابر پائی جاوے اور محسوس ہوں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں  
 ایکساں ہو جائیں بلکہ جس ذات کو کسی قسم کی خصوصیات عطا ہوئیں اور جو  
 مساوی ہو کر نیک و بد کے برابر کبھی ہو سکے گی بلکہ دونوں کی حقیقتوں  
 میں کچھ ایسا فرق ہو گا کہ گویا انہیں کچھ مناسبت ہی نہیں۔ اب ان ہر دو  
 جنہوں نے اِنَّا نَسْأَلُكَ اَنْ تَكُنْ لَنَا رَافِعًا عَلٰی سَائِرِ الْبَرِيَّةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَائِرِ الْبَرِيَّةِ

تیاں جایا تھا اگر اندھے نہ کہیں تو کیا کہیں۔ کیونکہ انہوں نے نہ اپنے آپ کو دیکھا نہ انبیاء علیہم السلام کو۔ مولانا کے روم فرماتے ہیں۔

آپنجان کہ ہست می بسیم ما  
نقش جامدہم لایبصر وں

یا تو بنداری کہ روئے انبیا  
گفت یزدان کہ تر کھوئی نظر وں

مولانا رح نے مضمون اس آیت شریفہ کا لکھا ہے وَتَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ترجمہ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمد غازی شیخ ابوالحسن خرقانی رح کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ بائید بسطامی کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں کہا شیخ نے وہ وہ شخص ہیں کہ جس نے انہیں دیکھا ہدایت پائی اور سعادت کو پہنچا۔ سلطان نے کہا یہ کیا بات ہے ابو جہل نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ شیخ نے کہا کہ اوسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بلکہ محمد بن عبد اللہ تیمی ابی طالب کو دیکھا تھا اگر حضرت کو دیکھتا بیٹک شقاوت سے نکل جاتا دلیل اسکی قرآن شریف میں موجود ہے وَتَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ پس معلوم ہوا کہ یوں دیکھ لینا مفید نہیں۔ جبہر آثار مرتب ہوتے ہیں وہ دیکھتا ہی کچھ اور ہے شہر برائے دیدن روئے تو چشم دیگرم باشندہ کہ این چشمے کہ من دارم جائے نمی شاید بغیر من کہ جنون نے حضرت کو دیکھا ہے اور خیال مہسری جمایا دیوں کے حسب حال یہ شعر ہے۔ در خلاستنگ چمنی الودہ پیش حاجے ہ گفت دانی کیستم ہنگ کعبہ بودہ ام۔ ابن تیمیہ رح نے جو اعتبار حقایق کا کیا ہے یہی مذہب اہل تحقیق کا بھی ہے چنانچہ مولانا کے جامی رح فرماتے ہیں شعر



بہر مرتبہ از وجود حکمے دارد

اگر حفظ مراتب نہ کنی زندیق

تقریر در جا پڑی۔ کلام اسمین تھا کہ عام جن دانش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہیں مانتے ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس سے نفس عظمت میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ کیونکہ جملہ عالمین یہ عظمت جب مسلم ہو چکی تو خند عوام کا لالہ نام کس شمار میں۔ البتہ اس موقع میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال معلوم کرنا ضرور ہے کیونکہ افضل ترین امت ہونے پر انکے خود حضرت نے گواہی دی ہے اگرچہ اس باب میں احادیث بہت وارد ہیں مگر یہاں ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے جسکو دلیلی رح نے فردوس میں ذکر کیا ہو عن النبی قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل نظرت فی قلوب العباد فلم تجد قلبا اتقى من قلوب

اصحابی ولذا لاک اختار ہم فجلہم صحابا فا اتحسنوا فہو عند اللہ حسن و ما استبقوا

فہو عند اللہ فبیج ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے کوئی

قلب میرے صحابہ کے قلوب سے پاکیزہ تر نہیں دیکھا اس لئے انکو میری صحابہ

کے لئے پسند فرمایا جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے

برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک برا ہے۔ انکا حال کسی قدر ابھی معلوم ہوا اور

آئندہ بھی انشاء اللہ معلوم ہو گا کہ کیسی عظمت حضرت کی انکے دلون میں تھی۔

اور کس درجہ آداب کی رعایت رکھتے تھے۔ باوجود اسکے اگر کسی سے مقتضا

بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس میں شائبہ بے ادبی کا ہوتا

ساتھ ہی کلام الہی میں تہیہ اور زبرد تو بیخ نازل ہوتی جس سے سب متنبہ اور

ہوشیار ہو جاتے۔ چنانچہ کسی صحابہ نے بلند آواز سے حضرت کے روبرو کچھ

بات کہی۔ غیرت الہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا یا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا  
 لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ  
 بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ترجمہ ہو ایمان الو  
 اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اور مست آواز بلند کرو  
 اونہر بات کرنے میں۔ جیسو بلند آواز کرتے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکا رتھ  
 ہو جائیں عمل تمہارے اور تمکو خبر نہوانتی۔ جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی حضرت  
 صدیق اکبرؓ نے قسم کھائی کہ اب حضرت سے ایسی آہستہ بات کرو نجا جیسے کوئی  
 راز کی بات کہتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات ہقد  
 آہستہ کیا کرتے تھے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریفہ میں  
 وروی کما اخرجه من طریق طارق بن شہاب ان ابابکر رضی اللہ عنہ لما نزلت  
 ہذہ الایۃ قال لا اکلمک بعد ہا الا کاخی السرار وان عمر کان اذا حدثہ حدثہ کاخی السرار  
 ما کان یسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یتفہمہ کذا فی الشفاء وتمر علی القاری  
 اور تفسیر درمنثور میں ہے وخرج احمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم وابویسے  
 فی معجم الصحابۃ وابن المنذر والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل علی ابن  
 قال لما نزلت یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الی قولہ  
 وانتم لا تشعرون وکان ثابت بن قیس بن شماس ریفع الصوت فقال انا الذی  
 کنت ارفع صوتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبط علی انا من اہل النار حبس  
 فی بنیہ حزینا فقعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق بعض القوم الیہ  
 فقالوا فقد کرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک قال انا الذی ارفع صوتی فوق

صوت البنی صلی اللہ علیہ وسلم داخلہ بالقول حبط علی وانا من اہل النار قالوا البنی  
صلی اللہ علیہ وسلم فاجبر وہ بذلک فقال بل ہومن اہل النجۃ فلما کان یوم یامۃ  
قتل ترجمہ روایت کی بخاری اور مسلم وغیرہ نے کہ جب نازل ہوئی یہ آیہ کریمہ  
یا ایہا الذین آمنوا الا تمکفوا ثابث بن قیس بن شماس نے کہا کہ میری ہی  
آواز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ بلند آواز  
تھی۔ اب میرے اعمال حبط ہو گئے ہیں دوزخی ہو گیا اس غم میں گہر سے کہی رو  
باہر نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا  
کہ وہ کہاں ہیں۔ تب چند صحابہ اذن کے گہر گئے اور یاد فرمائی کا حال بیان  
کر کے پوچھا کہ تم حاضر کیوں نہیں ہوتے کہا میری ہی آواز حضرت کی آواز سے  
بلند ہو کر تھی ہے جس سے میرے اعمال حبط ہیں اور ٹھکانا دوزخ ہے۔ صحابہ  
نے یہ واقعہ حضرت سے کہا ارشاد ہوا یہ بات نہیں وہ جنتی ہیں چنانچہ جب تکابہ  
میں وہ شہید ہوئے انتہی۔ اور ایک روایت یہ ہے و اخراج ابن جریر والبطر  
والحاکم وصحیحہ ابن مردویہ عن محمد بن ثابت بن قیس بن شماس قال لما نزلت ہذہ  
الایۃ یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت البنی ولا تجہروا لمبالغہ  
قعد ثابت فی الطريق یبکی فمر عاصم بن عدی بن عجلان فقال یا بکیک یا ثابت  
قال ہذہ آیۃ اتخوف ان تکون فی نزولت وانا صیت رفیع الصوت فمضی عام  
بن عدی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجبر خبرہ قال اذہب فادعہ لی  
فجاءہ فقال یا بکیک یا ثابت قال انا صیت اتخوف ان تکون ہذہ الایۃ نزولت  
فی فقال لہ البنی صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان تعیش حمیداً وتدخل النجۃ قال صیت

ولا ارفع صوتی ابداً علی صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فانزل اللہ ان الذین  
 یغضون اصواتہم عند رسول اللہ الا یہ ترجمہ روایت کی ابن جریر اور حاکم وغیرہ نے  
 محمد بن قیس بن ثمالس سے کہ جب نازل ہوئی آیہ شریفہ یا ایہا الذین امنوا  
 لا ترفعوا اصواتکم وہ تو ثابت بن قیس پر نہایت صدمہ ہوا یہاں تک کہ رات  
 میں بیٹھ گئے اور زار زار رونے لگے کہ ہائے سب اعمال اکارتہ گئے۔ اس  
 حالت میں کہیں عاصم ابن عدی کا او دہر سے گذر ہوا پوچھا کیوں روتے ہو  
 اسے ثابت کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میری ہی باب میں نازل ہوئی کیونکہ  
 میری ہی آواز بلند ہو عاصم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر  
 ادھکا واقعہ بیان کیا حضرت نے فرمایا ادکو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ  
 حاضر ہوئے حضرت نے براہ شفقت پوچھا کہ کس چیز نے تمکو رلایا۔ کہا یا رسول اللہ  
 میری آواز بہت بلند ہے ڈرتا ہوں میں کہ شاید یہ آیت میرے ہی باب میں  
 نازل ہوئی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم راضی نہیں اس  
 بات پر کہ عیش و زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور قتل کئے جاؤ تم اچھی حالت میں  
 اور جنت میں داخل ہو جاؤ کہ راضی ہوں میں یا رسول اللہ اور پھر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرنا انتہی۔ غور کر لیجی جا رہے  
 کہ صرف اتنی بے ادبی کہ بات کہنے میں آواز بلند ہو جائے اسکی پسند  
 ٹھیرائی گئی کہ صحابہ کے تمام اعمال اور عمر بھر کی جان فشانان جط اور اکارتہ  
 ہو جائیں جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے  
 چنانچہ صحیح حدیث ۱۰۱۰۰ وار دہے کہ اگر کوئی شخص کوہ احد کے برابر سو ناخیر آئے

توصیابی کے ایک مدبلکہ آدھی دیک کے برابر نہیں ہو سکتا جس کا وزن پاو سیر سے  
کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ پیراس نیر کو دیکھتے تو یہ وہ نیر ہے جو کافرون کے واسطے  
مقرر ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **أُولَٰئِكَ جَحَّتْ أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ**  
**هُمُ خَالِدُونَ**۔ اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ نشا اسکا کیا تھا۔ یہ بات ظاہر ہے  
کہ حلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ اس قدر بڑا ہوا تھا کہ بلند آواز سے بات  
کرنا تو کیا کافرون نے دندان مبارک کو شہید کر دیا اور اقسام کے اذیتیں  
بہو بچائیں مگر کچھ نہ کہا بلکہ ورد عائن دین گمانی الشفاوردی ان النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم لما کسرت رابعیہ وشیخ وجہہ یوم احد شق ذلک علی اصحابہ  
شدیداً وقالوا دعوت علیہم فقال انی لم ابعث لعانا ولكن بعثت داعیاً ورحمۃ  
اللہم اہرقومی فانہم لا یعلمون **انتم قال القاری** روح فی شرحہ رواہ البیہقی  
فی شعب الایمان مرسلًا وآخرون موصولاً۔ اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ بباد  
دست بوسی سے منع فرمادیا اس ارشاد کے ساتھ کہ یہ طریقہ عجیبیوں کا ہے کہ  
اپنے سلاطین کی دست بوسی کیا کرتے ہیں اور میں ایک شخص تہین میں کا ہوں  
گمانی الشفا عن ابی ہریرۃ دخلت السوق مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانشری  
سر ادیل وقال للوزان زن وارجم وذكر القضاہ قال فوثب الی ید النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم یقبلہا فمذب یدہ وقال نہ اتفعلہ الا عاجم بلو کہا دست  
بملک انا انا جل منکم۔ اور اگر کوئی تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتا تو منع فرمادیتے  
گمانی الشفا عن ابی امامۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکیا  
علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الا عاجم یغظم بعضهم بعضاً حالانکہ خود اتحاد

سے عموماً اجازت اس قیام کی ابھی ثابت ہوئی اور احادیث سے دست بوسی  
 بلکہ با بوسی بھی ثابت ہے انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع میں اوسکا بھی ذکر آجایگا  
 الحاصل اس قسم کی صد ہا حدیثیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ حضرت کی سی تواضع  
 اور اخلاق دوسرے سے ممکن نہیں۔ اور کیونکر ہو سکے حضرت کے وہ اخلاق  
 تھے جنکی تعریف حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰی خَلِقٌ عَظِيْمٌ یعنی یقیناً  
 آپ بہت بڑے خلق پر ہو۔ اور خوش خلقی کا جزو اعظم یہی صفت ہے کیونکہ  
 یہ بات تو تجربہ سے بھی ظاہر ہے کہ حسین تواضع نہیں ہوتی وہ شخص خوش خلق  
 نہیں ہوتا اور جس شخص کے اخلاق درست ہوتے ہیں اوسمیں تواضع ضرور  
 ہوتی ہے۔ غرض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ  
 سے وہ آداب جو حضرت کے ساتھ متعلق ہیں مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونے کی  
 کوئی صورت نہ تھی سوائے اسکے کہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بیان فرماؤ  
 چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آیہ شریفہ میں ایک ادنیٰ سی بات کو ذکر فرمایا کہ اگر  
 کوئی شخص حضرت کے رد و بر و پکار کے بات کرے اوسکی تمام کی کرائی محنتیں  
 اور سارے اعمال اکارتہ اور برباد ہو جائیں گے۔ اب عاقل کو چاہئے  
 کہ اسپر قیاس کر لے کہ جب ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا انجام یہ ہوتا اور  
 گستاخیوں کا کیا حال ہوگا۔ یہاں اور ایک بات سمجھ رکھنا چاہئے کہ اتنی سی  
 گستاخی کی جو اسقدر سخت سزا تھیری لگئی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 کوئی درخواست تھی بلکہ منشا اوسکا صرف غیرت الہی تھا کہ اپنے حبیب کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کسی قسم سے نہونے پائے اسی وجہ سے صحابہ ہمیشہ

خائف و ترسان رہتے تھے کہ کہیں ایسی حرکت کوئی صادر نہو جس سے غیرت الہی جوش میں آجائے۔ پہر جب حضرت اس عالم سے تشریف لیگے تو کیا ہو سکتا تھا کہ حضرت کی محبوبیت یا غیرت کبریائی میں کوئی شرق آگیا ہو خود باللہ من ذلک کوئی مسلمان اسکا قائل نہوگا کیونکہ صفات الہیہ میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں۔ پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ آیہ موسویہ **أَنْ تَقْبِضَ أَيْدِيَكُمْ كَمَا تَقْبِضُ يَدَايَ وَمُتَّعُوا** کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر اور باطن میں ایسا مودب رہے جیسے صحابہ تھے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ صرف حضرت کے روبرو ادب کی ضرورت تھی اب نہیں اسلئے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ حامی ہے الکی اصل بلند آواز سے حضرت کے روبرو بات کر نیوالو مکی وہ سزا ٹھہری جو مذکور ہوئی۔ اور جو لوگ کمال ادب کے ساتھ دینی اور دنیوی بات کیا کرتے تھے اونکی یہ سرفرازی ہوئی جو ارشاد ہوتا ہے **إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأُحْسِنُوا الصَّلَاةَ إِحْسَانًا يُؤْتُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَنَجْوًى لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَثْقَلَ ثِقَالًا** اور جو لوگ دینی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہی ہن وہ جن کے دل کو آرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے واسطے پرہیزگاری کے۔ انہیں کے لئے مغفرت اور بخشش ہے اور ثواب ہے بڑا انتہی۔ سبحان اللہ کس قدر رحمت و فضل الہی مودبون کے لئے موج زن ہے کہ اگرچہ گناہگار ہوں علاوہ مغفرت گناہ کے بہت بڑے ثواب کا وعدہ دیا جا رہا ہے۔

سر یا یہ ادب بکف آور کہ این مقام

آزما کہ ہست فیض ابد آیدش بہت

اس آیت شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ دولت اون لوگوں کے حصہ میں رکھی ہے جن کے دل امتحان الہی میں پورے اترے اور جنہیں کامل طور پر صلاحیت تقویٰ کی موجود ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ تو ترجمہ جو لوگ بکارتے ہیں آپکو محجروں کے پیچھے سے یقیناً اکثر اون کے عقل نہیں رکھتے اور اگر صبر کرتے وہ جب تک کہ نکلتے آپ اونکی طرف تو اونکو بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان انتہی اس آیت شریفہ میں جن لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برآمد ہونے کا انتظار نہ کر کے پکارنا شروع کیا اونکی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وہ بے عقل ہیں اب یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا اون کے دماغوں میں کچھ فتور تھا جسکی وجہ سے اونکو مجنون کہا جائے یا اور کوئی بات ہے یہ تو کسی کتاب میں نہ ملیگا کہ وہ چند دیوانہ تھے جو اتفاق کر کے آئے اور گڑ بڑ کر کے چلے گئے بلکہ کتب احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے کہ بہت بڑے ہوشیار اور ساری قوم کے مدبر لوگ منتخب ہو کر اس غرض سے آئے تھے کہ شعر و سخن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور خطیب پر سبقت لے جائیں اور ذہن و ذکاوت کی وادین باوجود اسکے بیوقوف بنائے جا رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نشا و نسکا کچھ اور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب تک کسی کی عقل سلیم میں کجی نہیں ہوتی نہ رنگوں کی را بری کا دعویٰ نہیں کرتا اگر کچھ بھی عقل ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ برگزیدگان حق کے ساتھ برابر



کہ ذکر ہو سکے گی اسلئے کہ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ الحاصل بیوقوفی کا  
 اطلاق اس جماعت پر اسی وجہ سے ہوا کہ بارگاہ رسالت میں بے ادبی سے پیش  
 اگر کہا جائے کہ جائز ہے کہ کفر کی وجہ سے یہ اطلاق ہوا ہو جس سے عقل معاد  
 کی نفی ہو گئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس آیت شریفہ میں کفر کا کہیں ذکر نہیں بلکہ یہ حکم  
 ان لوگوں پر ہوا جو مخصص اس بے ادبی کے ساتھ تھے اور علم باغث و معل  
 میں مصرح ہے کہ ایسے موفقون میں وصف مسند الیہ کو تاثیر اور دخل ہو کرتا ہے  
 چنانچہ ابن تیمیہ نے بھی صراحت مسلولوں میں لکھا ہے قلنا لاریب انہ لا بد لکل  
 صفة تاثیر فی الخدم والا فالوصف العدم التأثير لایجوز تعلیق احکام بہ کہن قال  
 من زنی واکل جلد پس ثابت ہو کہ اس حکم میں کفر کو دخل تھا بلکہ مارا و کا  
 اسی بے ادبی پر ہے جو مذکور ہوئی الحاصل حماقت اور بیوقوفی بے ادبوں کی  
 نص قطعی سے ثابت ہے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ صحابہ کا یہ حال تھا  
 کہ اگر حضرت کو پکارنا منظور ہوتا تو ناخنوں سے دروازہ کو ٹھوکتے اور  
 یہ لوگ کہیں سے آئے ہوئے تھے ابو عثمان مغزی رح کہتے ہیں کہ بزرگوں اور  
 اولیاء اللہ کی خدمت میں براہ ادب پیش آنا آدمی کو مدارج علیا تک پہنچاتا  
 چنانچہ ایک جماعت علما کا یہ حال تھا کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاتے  
 تو بیٹھے رہتے جب تک کہ وہ خود نکلے ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ  
 میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں ٹھوکا بلکہ جب جاتا بیٹھ رہتا جب تک وہ  
 خود نکلے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ أَتَوْاكَ فَصَبْرًا وَاحْتِشَابًا لِيَكْفُرُوا  
 انتہی لخصاً من التفسیر سبحان اللہ علما و حقانی کی رائے کیا ہی صائب ہوتی ہے

بزرگوں کے ادب کر نیکو بھی اس آیت شریفہ سے استنباط کیا ہر حدیث شریف  
 میں طریقت گیر نا وغیرہ سے بھی اس موقع میں استدلال ہو سکتا تھا مگر جب استدلال  
 خود شریفہ پہ ہو سکا تو نور علی نور ہو گیا بہر حال معلوم ہوا کہ اس آیت شریفہ سے  
 عموماً بزرگان دین کی تعظیم اور ان کا ادب مستفاد ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات  
 شاید ہر ایک کے سمجھ میں نہ آئیگی اس فہم کے لئے وہ لوگ خاص ہیں جن کی طبیعتیں  
 ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ وَهُوَ الْمَوْفِقُ وَالْمُعِينُ  
 اور بعض لوگ کبھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محب عرف و عادت صرف  
 نام کے ساتھ پکارتے اور ان کو ادب سکھایا گیا کہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ  
 بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ترجمہ مت ٹھہراؤ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 کا بلانا درمیان اپنے اسکے برابر جو بلاتا ہے تم میں ایک کو ایک انتہی تفسیر فرمادو  
 میں روایت ہے۔ اخراج ابن ابی حاتم و ابن مردويه و ابو نعیم فی الدلائل عن  
 ابن عباس فی قوله لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا قال كانوا  
 يقولون يا محمد يا ابا القاسم فها هم الله عن ذلك اعظاما لنبية فقالوا يا بنی الله  
 یا رسول الله و اخراج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله تعالی لا تجعلوا دعاء  
 الرسول انما یفنی کدعاء احدکم آخاه باسمه و لكن و قد روه و غلطوه و قولوا یا رسول الله  
 یا بنی الله و اخراج ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی  
 عن مجاہد فی الایۃ قال امرهم ان یدعوه برسول الله فی لین و تواضع و لا یقولوا یا محمد  
 فی تحجیم و اخراج عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن قتادة  
 فی الایۃ قال امر الله ان یباب نمیه و ان یجلی و ان یعظم و ان یغفر و یشرّف ترجمہ

بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نام اور کنیت کے ساتھ پکارتے تھے جیسے کوئی اپنے بھائی کو پکارتا ہے پس منع فرمایا حق تعالیٰ نے اس سے مقصود یہ کہ کل عجز و نیاز کے ساتھ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہ کے پکارا کریں جس سے عظمت و شرف اور تعظیم و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوا کرے انتہی مختصاً۔ الحاصل حق تعالیٰ کو اتنی بات بھی ناگوار ہے کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص نام لیکر پکار لے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرت کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا یا ایہا النبی وغیرہ صفات کمالیہ ہی ذکر کئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم کرنا حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ ورنہ وہی حضرت آدم اور دوسرے انبیاء اولوالعزم علیہم السلام ہیں کہ جنکو بلا وجود اس جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ برابر خطاب ہوا کیا جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے

یا آدم است یا پدر انبیا خطاب	یا ایہا النبی خطاب محمدی است
------------------------------	------------------------------

یہاں سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام لغت نبوی کا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ مقصود خدا سے یہی ہوتا ہے کہ مناد اپنی ذات سے ندا کر نیوالے کی طرف متوجہ ہو تو چاہئے کہ ندان الفاظ کے ساتھ ہو جو منادی کی ذات پر دلالت کریں۔ اس مقصود کے پورا کرنے میں علم فیض نام درجہ اول میں سہا جائیگا کیونکہ اصلی غرض اس سے یہی ہے کہ ذات پر دلالت کرے۔ پھر کسی خاص صفت کے ساتھ ندا جو جائز

اسکی یہی وجہ ہوگی کہ اوس سے ذات پر دلالت ہو جاتی ہے جو اس مقام میں مقصود بالذات ہے۔ ورنہ معنی وصفی جو زاید علی الذات اور مقتضی نکارت ہیں انکو مذاکے ساتھ جو مقتضی تعین ہے کوئی مناسبت نہیں۔ بہر حال منادی کا علم ذکر نہ کر کے اوصاف جو ذکر کئے جاتے ہیں وہ ان دو مقصود پیش نظر ہوتے ہیں ایک توجہ منادی کی دوسری توصیف اگرچہ باعتبار مذاکے توصیف ایک امر زاید ہے لیکن اسوجہ سے کہ قصداً اوصاف ذکر کر جاتے ہیں توصیف بھی وہ ان ایک امر مستقل اور مقصود بالذات ہو جاتی ہے۔ اب اس تقریر کو مابین فیہ پر منطبق کیجئے کہ حق تعالیٰ نے جو اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاکے ساتھ ذکر کئے ہیں اگرچہ وہ ان دو مقصود بالذات ہوں مگر خاص اوصاف ہی کو ذکر کرتے سے معلوم ہوا کہ نعت بھی ایک مقصود اصلی اور مستقل براسہ ہے ورنہ مثل اور انبیاء علیہم السلام کے نام مبارک کے ساتھ مذاکرہ مابین ہر جب تمامی قرآن شریف میں یہ التزام کیا گیا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو کس قدر نعت شریف کا اہتمام منظور ہے۔

بوصافش رسیدن کے توانند انبیا اور اگر تانعتش نیکیو بدیہ بخیر اند خدا اور

دوسرے مقام پر حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرونا ترجمہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت کہو راعنا اور کہو انظرونا

انتہی۔ ورنہ مشورین اس آیت کی تفسیر میں یہ روایتیں نقل کی ہیں۔

ابن ابی حاتم عن ابی صخر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دناوا

من کانت له حاجۃ من المومنین فقالوا ارعنا سمعک فاعظم اللہ رسولہ ان یقال

ذلک و اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم و الطبرانی عن ابن عباس فی قوله تعالی لا تقولوا  
 راغنا قال کانوا یقولون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ارغنا سمعک و انما راغنا کقولنا  
 و اخرج ابن جریر و ابن المنذر عن السدی قال کان رجلا من الیہود مالک  
 بن الصیف و رفاعۃ بن زید اذ لقیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ و ہما یکلمانہ راغنا  
 سمعک و اسمع غیر سمع فطن المسلمون ہذا شی کان اہل الکتاب یظنون انبیاءہم  
 فقالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک فانزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راغنا  
 الا یہ و اخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله لا تقولوا راغنا ذلک  
 انہ سب بلغۃ الیہود فقال تعالی قولوا انظرنا یرید اسمعنا فقال المؤمنون بعد ہا  
 من سمعوا یقولہا فاضربوا عنقہ فانہمت الیہود بعد ذلک ترجمہ ابن عباس  
 وغیرہ سے روایت ہے کہ بعض یہود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام  
 کرتے تو انہائے کلام میں لفظ راغنا کہا کرتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے  
 بات کی مراعات کیجئے اور ساعت فرمائیے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی  
 عمدہ بات ہے اور اہل کتاب اسکو انبیاء کی تعظیم میں کہا کرتے ہیں اس لئے اوسکا  
 استعمال شروع کیا۔ مگلاس وجہ سے کہ یہ کلمہ لغت یہود میں دشنام کے محل بھیج  
 مستعمل تھا حق تعالی نے اس سے منع فرما دیا۔ پھر یہ مسلمانوں نے یہ حکم دیدیا  
 کہ جس سے یہ کلمہ سنواوسکی گردن مار دو اس کے بعد پھر کسی یہودی نے یہ کلمہ  
 نہ کہا انتہی لمخصا۔ حاصل یہ کہ ہر حید صحابہ اس لفظ کو نیک نیتی سے تعظیم کے  
 محل میں استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ دوسری زبان میں گالی تھی حق تعالی نے  
 اس کے استعمال سے منع فرما دیا۔ اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس لفظ



جسکا جو جی چاہتا ہے کمال جرأت کے ساتھ کہہ دیتا ہے۔ پہراں دلیری کو دیکھئے  
 کہ جو گستاخیان اور بے ادبیان جو قابلِ سزا تھیں۔ انہیں پر ایمان کی بنا قائم  
 کیجا رہی ہے جب ایمان یہ ہو تو بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور و مال  
 درکار ہے۔ اور اس آیت شریفہ میں بھی حق تعالیٰ نے ایک قسم کی تادیب  
 کی ہے قرآن تعالیٰ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا  
 آذْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهَا أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا إِنْ تَبَدَّلُوا  
 شَيْئًا أَوْ خَفَوْهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانِ يَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ عَلِيمًا ترجمہ نہیں لایق ہے  
 تم کو کہ ایذا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ یہ کہ نکاح کر دو تم ان کے  
 ازواجِ مطہرات کو کبھی بعد ان کے یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے  
 نزدیک اگر ظاہر کر دو تم کچھ یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے انتہی درمختارین

کہا ہے اخرج والبیهقی فی السنن عن ابن عباس قال قال رجل من اصحاب البنی  
 صلی اللہ علیہ وسلم لو قد مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوت عایشہ او ام سلمہ  
 فانزل اللہ تعالیٰ ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ الایہ ترجمہ روایت ہے ابن عباس  
 سے کہ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال  
 فرما دیئے تو عایشہ یا ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کر لیا اوس کے ساتھ ہی  
 یہ آیت شریفہ نازل ہوئی مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا  
 آذْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهَا أَبَدًا إِنْ تَبَدَّلُوا شَيْئًا أَوْ خَفَوْهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانِ يَكْتُبُ  
 كُلَّ شَيْءٍ عَلِيمًا اس میں شک نہیں کہ کسی کے وفات کے بعد اسکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا  
 عموماً جائز ہے۔ اور جنہوں نے سادگی سے یہ بات کہی تھی صحابی تھے جسکا نام بھی  
 بعض روایات میں مذکور ہے اب اسکی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ کسی قسم کا

خیال فاسد کیا ہو یا وجود اسکے جو یہ عتاب ہو رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خیال بھی خالی از بے ادبی نہ تھا۔ کیونکہ اوہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و غیرت کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ نہ سمجھا کہ جو بات حضرت کی زندگی میں ہے بعد وفات شریف کے بھی ابد الابد وہی بات ہے۔ اب اس عتاب کو دیکھئے کہ اوسمین کس قدر تشدد کیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات کو صرف دل میں لانا بھی ایک امر خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ اسلئے کہ اس موقع میں جو ارشاد ہے (کہ جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے) ظاہر ہے کہ مقصود اس سے تخویف ہے ورنہ کَانَ اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا کہنے کی ظاہر کوئی ضرورت نہ تھی۔ الحاصل حرام ہونا ازواج مطہرات کا تامی امت پر بعد وفات شریف کے دلیل واضح اسپر ہے کہ حرمت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات شریف کے بھی بجاں خود ہے اگر کہا جائے کہ نکاح ازواج مطہرات کا بعد وفات شریف کے اس لئے درست نہ تھا کہ حضرت زندہ موجود ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ امر واقعی ہے ہمیں بھی اس میں کچھ کلام نہیں لیکن اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو شہدا کی بیویوں کا نکاح بھی درست نہ ہوتا جن کی حیات بھی نصوص طعیہ سے ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَحْزَنْ اَلَّذِیْنَ قُلْنَا فَاِیْسَیٰ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس معلوم ہوا کہ نکاح مذکور کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ حرمت و عزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات کے بھی دلوں میں متکثر رہے اور کوئی مسلمان اس قسم کا خیال بھی نہ کرے جس میں کسی قسم کی بی ادبی لازم آجائے اور اس آئیہ شریفہ میں بھی ادب کی تعلیم لگائی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى  
طَعَامٍ غَيْرِ نَاطِرٍ إِنَّمَا هِيَ زُنَاجَرٌ يَدْخُلُهَا وَإِذَا ظَعَمْتُمْ  
فَانْشُرُوا وَلَا امْسَتُوا نَسِيبَ الْوَدَّاعِثِ إِنْ زِلْتُمْ كَانَ بُؤْسًا لِمَنْ شَرِبَ  
مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ثَمَرَهُمْ أَمْ وَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ  
لِيَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ وَأَسْرَابَهُمْ فِيهَا يَمْتَسِكُونَ خُذُوا حِجَابَكُمْ  
وَاللَّهُ يَتَذَكَّرُ أَلْفًا مَرَّةً وَكَثِيرًا ۝

گہرین بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مگر جو حکم ہو کہا نیکی واسطے نہ انتظار کر بنوالے  
اسکے بچنے کا لیکن جب بلائے جاؤ تم تب جاؤ اور جب کہا چلو تو متفرق ہو جاؤ  
اور ست بیٹھے رہو باتوں میں جنی لگائے ہوئے البتہ یہ کام ایذا دیتا ہے بنی  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اور شرم کرتے ہیں وہ تم سے اور اللہ تعالیٰ نہیں شرم کرتا ہر  
حق بات سے انتہی۔ حاصل یہ کہ ایک بار بعض صحابہ کہا نا کہانی کے بعد دو تلخا نہ  
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر ٹھہرے رہے چنانچہ اس قسم  
کی عادت بھی ہے۔ انکی وجہ سے نہ حضرت اپنے مشاغل میں مصروف ہو سکے  
نہ مروت سے کچھ فرما سکے غرض کہ یہ امر کسی قدر باعث گرانی خاطر ہوا ساتھ ہی  
حق تعالیٰ نے یہ حکم قطعی نازل فرما دیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جس چیز سے  
گرانی خاطر مبارک یا کسی قسم کا ملال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہو تو حق تعالیٰ  
کو کمال ناپسند اور نہایت ناگوار ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید بعض لوگ یہ  
سمجھتے ہوں گے کہ قرآن فریفت صرف توحید اور احکام معلوم کرانیکے لئے ہے۔  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے ہی غرض ہے۔ اور قرآن سے  
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے اتباع کی مثال ایسی سمجھی جاتی ہے جیسے کوئی  
شخص راستہ جاننے والا چلا جا رہا ہو تو اس کے پیچھے پیچھا چلنا منزل مقصود

تک پہنچ جانے کیلئے کافی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سچے چلنے والے کو ضرور نہیں  
 کہ اس کا ادب بھی کیا کرے۔ مگر یقین ہے کہ جب ان آیات میں غور و تامل کیا جائیگا  
 تو ضرور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ قرآن شریف علاوہ ان احکام کے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غفلت اور آداب بھی معلوم کرتا ہے۔ یا تو  
 کہے کہ یہ ادب منجملہ ان احکام کے ہے جن کے بیان کی کفالت قرآن شریف  
 کر رہا ہے۔ اب یہاں قیاس کی ضرورت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی ادنیٰ گرائی خاطر کا لحاظ حق تعالیٰ کو اس قدر ہے کہ جن امور ذاتی  
 میں شرم کے کچھ نہ فرما سکیں خود اپنے کلام قدیم میں مقصود حضرت کا معنی  
 زائد بیان کر کے ان امور سے زجر فرما دیتا ہے تو وہ سراسر کسر شان کی  
 باتیں جن سے طبع غیور کو رنج و صدمہ پہنچے اور باعث ملال و غضب ہوں کتنی  
 غیرت و غضب الہی کو جوش میں لاتی ہوں گی۔ اس حدیث کو دیکھئے کہ بغیر لگ  
 جو عطا و کرم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ظاہر کرتے نہ تھے جس  
 کسی قسم کا ملال حضرت کو ہوتا تھا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ عطیہ اس کے حق میں  
 آتش و عذخ بنا دیا گیا چنانچہ حاکم نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے  
 حضرت قال دخل رجلان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالا فی شئ فندعا  
 علیہما فقالا یا رسول اللہ خیر فقال صلی اللہ علیہ وسلم لکن فلاں ما یقولان  
 فلاں من مشرکین فلاں ما یقولان فلاں من مشرکین فلاں ما یقولان فلاں من مشرکین  
 فلاں ما یقولان فلاں من مشرکین فلاں ما یقولان فلاں من مشرکین فلاں ما یقولان

عمرؓ سے کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کچھ مانگے حضرت نے  
 اوکو دو دینار منگوادے جس پر انہوں نے حضرت کی ثنا و صفت کی۔ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو دو ہی دینار پر ثنا کرتے ہیں میں نے فلاں  
 شخص کو اس سے سوتک دے مگر اس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی۔  
 جو شخص مجھ سے صدقہ لیکر بغل میں دبائے ہوئے باہر جاتا ہے وہ اس کے  
 حق میں آگ ہے عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پہر آپ ایسے  
 لوگوں کو کیوں دیتے ہو حالانکہ آپ جانتے ہو کہ وہ اون کے حق میں آگ ہو  
 فرمایا کیا کروں لوگ مجھ سے مانگنا نہیں چھوڑتے اور حق تعالیٰ نہیں چاہتا  
 کہ مجھ میں بخل پایا جائے انتہی لخصاً حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث اور اسکے  
 کئی شواہد نقل کئے ہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ادنیٰ گرانی خاطر  
 اور ملال میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی تو ایذا رسانی کا کیا حال ہوگا دیکھ لیجے  
 خود حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ  
 فِی الدُّنْیَا وَ الْآٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلَمًا ۝۱۰۲  
 اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اوپر دنیا اور  
 آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے اون کے واسطے عذاب رسوائی کا انتہی  
 اگرچہ بظاہر حق تعالیٰ نے اپنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی  
 کی یہ سزا مقرر فرمائی ہے مگر درحقیقت کسکا مجال ہے کہ حق تعالیٰ کو ایذا پہنچائے  
 قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کُلِّ لَہٗ قٰنُوْنٌ ۝۱۰۳ اور امام بخاری  
 کتاب خلق افعال عباد میں نقل کرتے ہیں عن خدیجۃ قال قال النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ان اللہ یصنع کل صانع وصنعتہ وتلا بعضهم عند ذلک واللہ خلقکم  
 وما تعملون فاجبر ان الصناعات والہا مخلوقۃ ترجمہ روایت ہے حدیث  
 سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے ہر صانع کو اور  
 اسکی صنعت کو اور یہی بعضوں نے یہ آیت وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ  
 یعنی اللہ تعالیٰ پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو۔ اس میں خبر دی کہ سب کام  
 اور کام کر نیوالے مخلوق ہیں انتہی اس صورت میں یہ سزا صرف آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی ہوئی اور حق تعالیٰ نے جو اپنا نام مبارک  
 اس آئے شریف میں ذکر فرمایا مقصود اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 تعظیم ہے چنانچہ بیضاوی شریف میں ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ  
 بان یرکبوا یا کفرانہ من الکفر والمعاصی اذ یرذون رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کبیر باعیتہ وقولہم شاعر مجنون ونحو ذلک وذكر اللہ للتعظیم لہ۔  
 یا یون کہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا حق تعالیٰ کو ایذا دینا  
 چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 من اذی شعرو منی فقد اذی ومن اذی فقد اذی اللہ رواہ ابن عساکر  
 کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے جس نے ایذا بھونچائی میرے ایک بال کو تو اس نے مجھ کو  
 ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی  
 رہی وہ مثال جس کا مطلب یہ تھا کہ مقصود کو بھونچنے کے لئے صرف ہادی  
 کا اتباع کافی ہے نہ محبت و تعظیم۔ سو یہ مثال یہاں بالکل صادق نہیں کہتی

اسلئے کہ اس مثال کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ اگر اس قسم کے ہادی کی اتباع کرنیوالا دل میں اس سے بغض بھی رکھے مگر پیچھے پیچھے چلے جائے تو بھی منزل مقصود کو پہنچ جائیگا۔ اور یہاں یہ بات بالکل ممکن نہیں۔ کیونکہ یہاں بغض تو کیا اگر محبت اور جان نثاری میں کسی قدر کسر رہ جائے تو مقصود تک پہنچنا تو ایک امر دور دراز ہے۔ سردست ایمان ہی کے صادق آنے میں دشواری بڑھ جائے گی دیکھ لیجئے خود حضرت کیا فرماتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن ہشام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسه رواہ احمد ذکرہ فی کنز العمال پس اس سے معلوم ہوا کہ راہ خدا کا چلنے والا مثل اس شخص کے نہیں ہو سکتا جو ضرورۃً ہر کس کو ناکس کے ساتھ ہولے اور کسی گانوں کو پیچھے چلے۔ دوسری خرابی اس مثال میں یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ راستہ معلوم ہو جائے جسکو بیان فرما دیا اب حضرت سے کچھ غرض اور احتیاج باقی نہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی آدمی انبیاء تک قیامت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستغنی نہیں ہو سکتا جیسا کہ حدیث شفاعت سے جو مشہور اور صحیح میں وارد ہے ظاہر ہے کہ اس سختی اور پریشانی کی حالت میں تمام اولین و آخرین انبیاء سے التجا کرینگے کہ کچھ راستہ نکالیں مگر کسی سے کچھ ہو سکے گا آخر سب محتاج اس بات کے ہوں گے کہ ہمارے حضرت لب شفاعت ہلاویں چنانچہ یہیں سے اونکی سب مشکلیں آسان ہونگی۔ اور حرام ہے کہ جنت کا دروازہ

کسی دوسرے کے واسطے کہلے جب تک حضرت وہاں تشریف نہ لیجائیں چنانچہ  
 ارشاد ہوتا ہے عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت الجنتہ  
 علی الانبیاء کلہم حتی ادخلہا وحرمت علی الامم کلہم حتی تدخلہا المعنی قطنی الا فرأ  
 قال الحافظ بن حجر فی اطرافہ وہو صحیح علی شرط کذا انی کنز العمال ترجمہ روا  
 ہے عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت حرام ہے انبیاء  
 جب تک میں اوس میں داخل نہوں اور حرام ہے تمام امتوں پر جب تک  
 میری امت اوس میں داخل نہوا وراہ بن حجر نے اطراف میں لکھا ہے کہ  
 یہ حدیث صحیح ہے شرط حاکم پر انتخب اب بتائیے کونسا مسلمان اولین آخرین  
 سے ہوگا جسکو منزل مقصود تک پہنچنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 طرف احتیاج نہو۔ اس مضمون کی احادیث انتشار اللہ تعالیٰ بحسب موقع آئندہ  
 لکھی جائیگی۔ اور اس آیت شریفہ میں بھی ایک قسم کی ادب ہی کی تعلیم ہے  
 قال اللہ تعالیٰ فَلَا وَرَیْتَ لَکَ الْیَوْمَ مَنُونٌ حَتَّىٰ یَخْرُجَ مَوْتُکَ فَمَا یَعْنِیْہُمْ  
 ثَوْرٌ لَا یَعْبُدُ وَاحِیٌ اَنْفُسُہُمْ حَرَجًا مَّا قَضَیْتُمْ وَیَسْلُبُوا سَلْبًا مَّا تَرَجَمَہُ  
 پس قسم ہے آپ کے رب کی کہ انکو ایمان نہوگا یہاں تک کہ حاکم جانیں آپ کو  
 اوس چیز میں کہ جھگڑیں آپس میں اور نہ پاویں جی میں تنگی اوس چیز سے کہ  
 حکم کریں آپ اور مان لیویں فرمان برداری کے ساتھ انتہی یہ بات تو شخص  
 جانتا ہوگا کہ مقدمہ ہار دینے والے کے دل پر کس قدر صدمہ گزرتا ہوگا  
 کہ صرف اوس خیال سے بے دریغ رو پیہ صرف کرتا اذسہر کچھ دشوار نہیں ہوتا  
 اور بعض وقت غیرت و حمیت والو کو طرف مقابل کے خلیہ وراہی خلوتی

کے وقت سب جان سے گزر جانا بھی آسان دکھائی دیتا ہے۔ خصوصاً اہل عرب کو جسکی غیرت و حمیت کے وقوع سے کتابین بہری ہوتی ہیں۔ ایسے حمیت والوں کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرما جائے جسین جیت طرف ثانی کی رہی تو بھی لازم ہے کہ اس حکم کو اس طور سے ماننے کہ دل کی کیفیت بدلنے اور تنگدلی آنے پائے۔ اور اس کے ساتھ تصریح اس امر کی بھی کیگئی کہ جہان دل کی کیفیت بدلی تو سمجھ جاؤ کہ ہنوز اس دل میں ایمان آیا ہی نہیں۔ ہر خد یہ بات سمجھ میں نہ آئے گی کہ باوجود اسکے کہ تنگدلی کا سبب موجود ہو بیٹھے حکم خلاف مرضی پایا جائے اور دل کی کیفیت نہ بدلے یہ کیونکر ہو سکے گا اس لئے کہ یہ مسئلہ قابل تسلیم ہے کہ دل کی کیفیتیں مثل خوشی و غمی وغیرہ آدمی کے اختیار سے باہر ہیں۔ لیکن اسکو یوں سمجھنا چاہئے کہ جب کسی کے ساتھ کمال و رجب کی محبت ہوتی ہے تو اسکی کوئی بات بری نہیں معلوم ہوتی مثل مشہور ہے ضرب بجیب بیب پھر صحابہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کو مدار ایمان سمجھتے تھے اونکو حکم عالی سے تنگدلی کیونکر ہو سکتی تھی۔ **اصحاح** یہ آیت شریفہ اہل اسلام کو ایک محکم امتحان عطا فرمائی ہے جس سے نقد محبت ایمان کا امتحان ہو جایا کرے۔ اور ضعیف الایمان لوگوں کو اسین یہ ادب سکھایا گیا کہ اگر یہ درجہ نصیب نہ تو چاہئے کہ بتکلیف اپنے باطن کو ادب کے ساتھ آراستہ کیا کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ناراضی ظاہر کرنا یا اول میں رکھنا کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ اور اس

آیہ فیہ میں بھی ارب سہایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ اِذْ سَمِعْتُمْ قُلُوْبُكُمْ  
يَكُوْنُ لَنَا اَنْ تَشْكُرُوْا هٰذَا اَبْسُوْا لَكُمْ هٰذَا اَجْتَدَانِ عَظِيْلُوْهُ يَعِظُكُمْ وَاللّٰهُ  
اَنْ تَعُوْذُوْا بِالْمِثْلِ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ترجمہ اور کیوں نہ جب تم نے  
اسکو سنا تھا کہ ہر دنا تمکو نہیں لایا کہ تم کو غریب نہیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ بڑا  
بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تمکو سمجھا رہے ہے کہ پہر نہ کرو ایسا کام بھی اگر ہو تم ایان دے  
انتہی منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک ایسی  
بات مشہور کی تھی جسکی حکایت بھی مذموم سمجھی جاتی ہے جب ہر طرف اس کا  
چرچا ہونے لگا عابہ نے بھی اس خبر کو حیرت سے آپس میں ذکر کیا ہر دیندہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں نہایت حلم کو کام فرمایا کہ حق تعالیٰ کو یہ کب  
گوارا تھا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس میں کسی قسم کا  
وجہ مسلمانوں کے خیال میں لگے ساتھ ہی غیرت کبریائی جو ش میں آئی اور کمال  
عقاب سے فرمایا کہ اس خبر کے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ بہتان ہے  
پھر فرمایا کہ خدا کا فضل تھا کہ تم جگے ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جاتے چنانچہ  
ارشاد ہوتا ہے وَلَوْ اَفْضَلُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ  
لَمَسَّكُمْ مِمَّا اَفْضَلُ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّ كُو  
وَتَقُوْلُوْنَ يَا اِفْءَاكُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ وَتَحْسَبُوْنَہٗ هِیْتًا  
وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ترجمہ اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر دنیا اور  
آخرت میں تو البتہ سمجھو پتا تھا اس چرچا کرنے میں عذاب بڑا جب لینے لگے تم  
اس خبر کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں



اور تم سمجھتے ہو اسکو ہلکی بات اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑی ہے انتہی  
 اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے یہ خبر اڑائی تھی منافق تھے جیسا کہ اس  
 آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے وَالَّذِي تَوَلَّى كِبَؤُهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ  
 جسکی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے عبد اللہ بن ابی ابن سلول  
 جو سرغنہ منافقوں کا تھا۔ مگر صحابہ یہ تو جانتے ہی نہ تھے کہ وہ لوگ منافقین  
 کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگو دشمنوں کی بھی پردہ دری  
 منظور تھی) منافقوں کے نام عموماً بتلائے تھے جس سے سننے والے  
 جان لیتے کہ مثلاً اس خبر کا انہیں موزیو نگاہت باطن ہے پہر ان حضرات  
 کے نزدیک کونسی دلیل تھی جس سے اس خبر کی قطعاً تکذیب کر دیتے اور اس  
 عام شہرت کو باطل سمجھتے۔ اگر نفس خبر کو دیکھتے تو شرعاً اور عرفاً ہر طرح سے  
 محتمل صدق و کذب ہے اور اگر مخبروں کے تعدد اور خبر کی شہرت کا لحاظ  
 کیجئے تو دوسری جانب کی ترجیح ہوئے جاتی ہے۔ باوجود اس کے کلام الہی  
 جو زجر و توبیخ کر رہا ہے کہ اسکی تکذیب میں تامل کیوں کیا پہر اس پر  
 علاوہ یہ سرنش کہ خدائے تعالیٰ کا فضل تھا جو بیچ گئے ورنہ اس معاملہ  
 میں سخت عذاب نازل ہوتا اسکی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی سو کہ  
 اسکے کہ پاس ادب میں تامل کیا گیا مقتضائے ادب اور حسن عقیدت یہی تھا  
 کہ صاف کہہ دینے کہ ازواج مطہرات جنگو ایک خاص نسبت آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے ساتھ حامل ہے اون کی شان میں ہم ایسا گمان فاسد ہرگز  
 نہیں کر سکتے اس خبر کی تکذیب کے واسطے یہ ایک قرینہ ایسا کافی و دافی تھا

کہ اسکے مقابل اگر ہزار شہرت ہو قابل التفات نہیں۔ الحال اس معاملہ میں ایک قسم کی کسر شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لازم آتی تھی۔ اس لئے ان آیات میں مسلمانوں کی تادیب کر دی گئی اور اسکے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ہمیشہ اس قسم کے امور سے احتراز اور اجتناب کیا کریں چنانچہ اشادہ ہے لَعِظَ كُؤَاللّٰهُ اَنْ تَعُوْذُوْا بِالْمِثْلِہٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّقْمِلِيْنَ اگرچہ سوا اسکے اور بہت آیات ہیں جنہیں تعلیم ادب کی گئی ہے۔ مگر چونکہ طالب حق کو اس قدر بھی کافی ہو سکتی ہیں اس لئے اسی پر اکتفا کر کے اب چند وہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا ثابت اگر اہل ادب ان احادیث کو اپنا پیشوا بنالین تو بیشک بلا خوف و خطر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں وار تھنی رح نے کتاب المجتبیٰ میں روایت

کیا ہے عن ابی جہم قال اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیہر حمل اما انہ من غائط او بول فسلط علیہ علم یرد علی السلام فضرب الحایط بیدہ فمسح بہا وجہہ ثم ضرب اخری مسح ذراعہ الی المرفقین ثم رد علی السلام وفی حدیث ابن عمر و قال انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طہور رحمہ روایت ہے ابی جہم سے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاجت بشری سے فارغ ہو کر کوہر محل کی طرف سے تشریف لائے تھے میں نے سلام عرض کیا حضرت نے جواب اور وقت نہ دیا پھر تیمم کر کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام کا جواب دینے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے طہارت نہ تھی انتہی لخصاً ظاہر ہے کہ لفظ و علیکم السلام کوئی آیت قرآنی نہیں جس کے

پڑھنے کیلئے طہارت کا استہام کیا جائے اگرچہ حدیث اصغر سے طہارت قرأت  
آیت کے واسطے بھی شرط نہیں۔ مگر چونکہ سلام حق تعالیٰ کا نام ہے اسوجہ سے  
بلا طہارت اوسکوزبان پر جاری کرنے سے تامل فرمایا۔ اور گویا اس سے  
تعلیم بھی مقصود تھی کہ ایسے امور سے گوا جائز ہو احترام کرنا اولیٰ اور

اور سنن ابوداؤد میں یہ روایت ہے عن ابن عمر قال اتی نفر من یهود فیروا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی القف فاتاہم فی بیت المدراس فقالوا

یا ابا القاسم ان رجلاً منا زنا بامرأة فاحکم بینہم فوضعوا الرسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وسادة فجلس علیہا ثم قال ایتونی بالتوراة فاتی بها فخرج الوسادة

من تحتہ و وضع التوراة علیہا وقال آمنت بک وبن انزلک ثم قال

ایتونی یا علیکم فاتی بفتی شاب ثم ذکر قصۃ الرجل نحو حدیث مالک عن نافع

ترجمہ روایت ہے ابن عمر سے چند شخص قوم یہود سے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ قف تک تشریف لیں

(جو ایک مقام مدینہ کے قریب ہے) چنانچہ حضرت بیت مدراس میں تشریف

لیگئے اور مسند پر تشریف رکھے جو حضرت کے لئے بچائے گئی تھی پہر اوہوں نے

عرض کی کہ ہم میں سے ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا ہو اس باب

میں آپ حکم فرمائیں کہ کیا سزا دی جائے۔ حضرت نے ان سے توریت منگوائی

جب وہ لائی گئی تو حضرت مسند سے علیحدہ ہو کر اس پر توریت رکھ دی پہر فرمایا

کہ میں تجھ پر اور جس نے تجھ کو نازل کیا اس پر ایمان لایا پہر فرمایا کہ کسی ایسے

شخص کو بلا وجود تم میں بڑا عالم ہو چنانچہ ایک جوان آیا اور رحمہ توریت

ثابت کرو یا جس کا یہود کو انکار تھا انتہی لخصاً۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ  
 باوجودیکہ اوس زمانہ میں توریت تحریف و تصحیف سے خالی تھی مگر حضرت نے  
 اوسکا بھی ادب کیا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے جس کو  
 کنز العمال میں نقل کیا ہے عن جابر قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 مکة وفي البیت ودخل البیت لثماتہ وسنون صنما تعبداً من دون اللہ فامر بہا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکسبت کلہا بوجہ ہاشم قال جاء الحق وزہق الباطل  
 ان الباطل کان زہوقاً ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیت فصلى  
 فیہ رکعتین فرأى فیہ تمثال ابراہیم واسمعیل واسحق قد جعلوا فی ید ابراہیم  
 الازلام یتقسم بہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم اللہ ما کا  
 ابراہیم یتقسم بالازلام ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزعفران <sup>المنظف</sup>  
 بذلک التماثل ثم رجمہ روایت ہے جابر سے کہ ہم مکہ معظمہ میں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے اوسوقت عین کعبہ شریف میں  
 اور اوس کے اطراف تین سو ساٹھ بت تھے جنکی پرستش ہو ا کرتی تھی حضرت  
 نے حکم فرمایا جتنے بت تھے سب سرنگوں ہو گئے پھر فرمایا **جلد الحق و  
 زهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً** اس کے بعد خانہ کعبہ میں تشریف  
 لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر دیکھا کہ حضرت ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق  
 علیہ السلام کی تصویریں رکھی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کے ہاتھ میں  
 تیرہ دے رکھے ہیں جس سے کفار قال دیکھا کرتے تھے اور فرمایا خدا انکو قتل کئے  
 ابراہیم علیہ السلام تو تیرہ دن سو فال نہیں لیتے تھے پھر حضرت نے زعفران منگوا کر

تصویرون کو لگا دیا جس سے وہ مشتبہ ہو گئیں انتہائی - ظاہر ہے کہ یہ تصویریں  
 بھی بتوں ہی کے قطار میں تھیں جنکی توہین کا حکم ہو چکا تھا اور فی الواقع اول  
 تصویروں کو ادن حضرت سے نسبت بھی کیا تھی وہ تو چند احمقوں نے  
 اپنی طبیعت سے جیسے چاہا بنا لیا تھا۔ مگر اتنی بات تو ضرور تھی کہ نام اور خیر  
 وہاں آگیا تھا جس کے لحاظ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکوار اٹھایا  
 بھی تو معطر زعفران سے در نہ مٹا نیوالی چیز و نکی و ٹان کچھ کی تھی سبحان اللہ  
 کس قدر پاس ادب تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آگیا پیرو، چیز کسی درجہ کی  
 کی باطل ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے ساتھ بھی خاص ایک قسم کی رعایت ادب  
 ہی لگائی۔ جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک  
 ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء سے بڑا ہوا ہو۔ ایسی بے اصل چیز کے ساتھ لجا کر نام  
 ادب کریں۔ تو ہم آخری زمانہ کے مسلمانوں کو کس درجہ کا ادب اور آثار  
 کے ساتھ کرنا چاہئے جن کا بطور واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
 منسوب ہونا لاکھوں مسلمانوں کے عقیدوں سے ثابت ہے۔ اگر ہم نے  
 فرض کیا کہ واقع میں وہ چیزیں منسوب بھی نہیں۔ مگر آخر نام تو لگایا اس کا  
 لحاظ بھی ضرور ہو جیسا کہ اس حدیث سے ابھی ثابت ہوا۔ طرفہ یہ ہے کہ اس  
 عقیدہ والوں کو الٹا مشرک بناتے ہیں اگر سلسلہ اس کلام کا بڑا یا جاوے  
 تو ظاہر ہے کہ انتہا اوسکی کہاں ہوگی۔ اور بروایت ابی ایوب انصاری  
 وغیرہ یہ حدیث صحاح ستہ میں وارد ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اذا ایتم الغایط لا تقبلوا القبلة ولا تستبرؤا بول ولا غایط یعنی پیشاب

پاخانہ آئے وقت قبلہ کی ہر طرف پیٹ اور مونہ کرنے سے حضرت نے منع فرمایا  
 اس سے صرف ادب قبلہ کا پیش نظر تھا چنانچہ یہی بات صراحتہ بھی وارد ہے  
 کافی کنز العمال عن سراقہ بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اذا اتی احدکم الغائط فليکرم قبلہ اللہ فلا یستقبلہ قبلہ رواہ حرب بن  
 اسماعیل والطبرسی والبوہاقم ومحمد الرزاق وموتوفیاً ومسنداً ترجمہ طبری اور  
 ابوہاقم اور عبد الرزاق وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاوے کوئی شخص قضاے حاجت کو تو اللہ تعالیٰ  
 کے قبلہ کی تکریم اور بزرگی کرے اور منہ نہ کرے اس طرف اور اسی میں یہ  
 روایت بھی ہے عن الحسن مرسلًا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس  
 یبول قبالة القبلة فذکر فحرفہ عنہا اجلالاً لہا لم یقیم من مجلسہ حتی ینفر لہ رواہ الطبرسی  
 وفیہ کذاب ترجمہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سہواً پیشاب  
 کے وقت قبلہ کی طرف مونہ کرے پہر یا د آتے ہی پہر جائے بخیاں تعظیم قبلہ  
 کے تو قبل اٹھنے کے بجٹے جائے ہیں گناہ اس کے انتہی اگر عقل نارسا  
 کام لیا جائے تو یہ بات کبھی سمجھ میں نہ آئیگی کہ ان حالتوں میں قبلہ کی طرف  
 منہ یا پیٹ کر نا منع کیوں ہوا خصوصاً اس مقام میں جہان سے کعبہ شریف  
 سیکڑوں ہزاروں کوں دور ہو۔ اگر اس موقع میں کوئی شخص کہے کہ نہایت  
 از قسم جادات ہے اور اسکی طرف صرف نماز میں متوجہ ہونا امثال امر کیلئے  
 کافی تھا ہمیشہ اسکی تعظیم دل میں جائے رکھنا اور سوائے حالت نماز کے  
 بھی اسکا ادب کرنا کیا ضرورت تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے

امور میں عامیوں کے سمجھ کو کچھ دخل نہیں جو لوگ آداب و انہیں اون کی خود  
طبیعت گواہی دیتی ہے کہ ذوات فاضلہ اور امان شریفہ کے ساتھ ہر حالت  
اور ہر وقت میں خواہ قریب ہوں یا بعید مودب رہنا ضرور ہے اور جسکی  
طبیعت میں یہ بات نہ ہو اگر طالب صادق ہے تو اسکو اتنا تو ضرور ہے  
کہ اس قسم کے تعلیمات میں غورا ور فکر کیا کرے تا معلوم ہو کہ دین میں  
ادب کی کس قدر ضرورت ہے کسی بزرگ کامل بالغ النظر نے کہا ہے ۔

طرق العشق کلہا ادب  
پایہ رفعت خرد ادبست  
برحد و خدائے استادان  
بموازین شرع بنجیدان  
رہ سپردن بمقتضائے طریق  
راست کردن بحکم دین ہوا  
پاک کردن ز شوب نفس تمام  
اکفر و طغیان ز شوم بے ادبی است

ادب و النفس ایہا الاحباب  
مایہ دولت ابد ادب است  
چیت آن داد بندگی دادن  
قول و فعل از شنیدن و دیدن  
باحق و خلق و شیخ و یار و رفیق  
حرکات جوارح و اعضا  
خطرات و خواطر و اوہام  
دین و اسلام در ادب طلبی است

جب بیت اللہ تشریف کو بسبب شرافت اضافت کے یہ رتبہ حاصل ہو  
کہ ہر نزدیک اور دور والے پر اس قسم کا ادب ضرور ظہیر یا گیا تو جسکو  
ذری بھی بصیرت ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ خاص حبیب رب العالیین  
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آداب کی کس قدر ضرورت ہوگی۔ ہر چند  
سوائے اس کے اور بہت آیات و احادیث وارد ہیں جنہیں تعلیم ادب

کی کیلگی ہے مگر چونکہ طالب حق کو اس قدر بھی کافی ہو سکتی ہیں اس لئے اسی پر  
اکتفا کر کے اب چند آداب صحابہ کے نقل کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ممکن نہیں  
کہ آداب ان حضرات کے کما فی بغی تحریر میں آسکیں اس لئے کہ ادب ایک  
کیفیت قلبی کا نام ہے جس سے اقسام کے آثار و افعال ظہور میں آتے ہیں  
اوسکو بیان کرنا امکان سے خارج ہے مگر ان چند آثار کے بیان کرنے سے  
غرض یہ ہے کہ اہل اسلام اور ان حضرات کی کیفیت قلبی کو پیش نظر رکھ کر ان قسم  
کی کیفیت قلبی حاصل کر سکی کوشش کریں۔ بخاری شریف میں ہے عن ہبل

بن سعد الساعدي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فهدى الى بنى عمرو بن

عوف ليصلح بينهم فحانت الصلوة فجاء المودون الى ابى بكر فقال اتصلى

لناس فاقم قال نعم فصلى ابو بكر فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس

في الصلوة فمخلص حتى وقف في الصف فصنف الناس وكان ابو بكر لا

يختلف في صلوة فلما اكثر الناس التصفيق التفت فرأى رسول الله صلى الله

عليه وسلم فاشار اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امكث مكانك فرفع ابو بكر رضى الله

فيه يده فحمد الله على ما امره به رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلما انصرف

قال يا ابا بكر ما منعك ان تعبت اذا مرتك فقال ابو بكر يا كان لابن ابى جحافة

ان يصلى بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

مالى رايتكم اكثرتم التصفيق من رابة تنسى في صلوة فليسج فانه اذا سج التفت

اليه وانا والتصفيق للنسار ترجمہ روایت ہے سہل بن سعد ساعدی سے

کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح



کرانیکے واسطے تشریف لینگے جب نماز کا وقت ہوا موزن نے صدیق اکبر رضی اللہ  
 سے پوچھا کہ اقامت کہی اور انہوں نے اقامت کی اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہو گئے اور صف میں قیام فرمایا جب مصلیوں نے  
 حضرت کو دیکھا دستکین دینے لگے اس غرض سے کہ صدیق اکبر خبردار ہو جائیں  
 کیونکہ اوکی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب صدیق اکبر  
 نے دستکون کی آواز سنی گوشہ چشم سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 تشریف فرما ہیں پیچھے ہٹنے کا قصد کیا حضرت اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر  
 قائم رہو صدیق اکبر نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے اور اس نوازش پر کہ حضرت  
 نے اقامت کا امر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے  
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا  
 کہ اے ابوبکر جب خود میں نے تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے  
 رہنے سے کون چیز مانع ہوئی عرض کیا یا رسول اللہ ابی تمہارا بیٹا اس میں نہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھے انتہی لمخضا۔ اور مسلم شریف  
 میں ہے عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عازب يقول کتب علی بن ابی طالب  
 الصلح بن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم و بین المشرکین یوم الحی بیتی فکتب ہذا ما کا علیہ  
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا لا تکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فلو تعلم انک رسول اللہ لم نقا ملک فقال ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اسمہ فقال  
 ما انا بالذمی امحاء تمحاء ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الحدیث ترجمہ روایت ہے  
 براء بن عازب سے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلحنامہ لکھا جو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھہرا تھا جس میں یہ عبادت  
 تھی ہذا کا تب علیہ محمد رسول اللہ مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ مت لکھو  
 کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوئی تو پھر لڑائی کیا تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو انہوں نے عرض کیا کہ میں  
 وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں حضرت نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے  
 مٹایا انتہی۔ اب یہاں تعین نظر کی ضرورت ہے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا اور علی کرم اللہ  
 کو لفظ موصوف مٹانیکا امر فرمایا تھا مگر اذن حضرت سے امتثال نہ ہو سکا  
 حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ  
 فَانْتَهُوا ترجمہ جوین تک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لو اس کو اور جس چیز  
 منع کریں باز رہو انتہی اور دوسرے محل میں ارشاد ہوتا ہے وَمَا كَانَ  
 لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوَدَّةٍ إِذْ أَقْضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ  
 الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا  
 ترجمہ اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھہراوے اللہ اور اس کا  
 رسول کچھ کام کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جو کوئی بے حکم حلا اللہ کے  
 اور اس کے رسول کے سوا وہ بھولا صریح چوک کر انتہی یہاں ایک ظنجان پیدا  
 ہوتا ہے جس کے دفعیہ کے لئے تعین نظر درکار ہے وہ یہ ہے کہ اس کا تو انکار ہی  
 نہیں ہو سکتا کہ ان حضرات سے عدول حکمی عمل میں آئے وہ بھی کس موقع میں کہ  
 خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس روبرو سے حکم فرما رہے ہیں اور اس کا

بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ان حضرات میں گویا سرتابی کا مادہ بھی تھا اس سے بڑھ کر  
 انقیاد کیا ہو کہ ایک اشارہ پر جان وینا اون کے پاس کوئی بڑی بات نہ تھی۔  
 اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ عدول حکمی خلاف مرضی خدا و رسول تھی کیونکہ اگر  
 یہ بات ہوتی تو خود حضرت اذکوز جبر فرما دیتے بلکہ کوئی آیت نازل ہو جاتی  
 کہ ان حضرات کی تادیب کا لحاظ پیش از پیش مرعی تھا اسوجہ سے کہ ایک عالم  
 کے مقتدا ہونیوالے تھے غرض ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے  
 مگر یہ خلیجان اس طرح سے دفع ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کا پاس ادب جو سچے دل  
 سے تھا وہ کچھ ایسا با فروغ تھا کہ اوسکے مقابلہ میں وہ عدول حکمی قابل التفات  
 نہ ہوتی۔ اگر اس حالت کو خیال کیجئے بشرطیکہ دل میں وقعت و عظمت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر ہو تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے دلوں کا  
 اسوقت کیا حال ہوگا۔ او وہر خود بنفس نفیس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم  
 روبرو سے حکم فرما رہے ہیں اور ایک طرف سے آیات و احادیث باوازیل بند  
 کھ رہے ہیں کہ خبردار امر واجب الاتقیاد سے سرمو اخراج نہ ہونے پائے  
 اور ادھر ادب کا دل پر اسقدر تسلط ہے کہ امتثال کے لئے نہ ہاتھ پیرا دیں  
 نہ پاؤں آخراں و دونوں صدیقیوں کو ادب نے اسقدر مجبور کیا کہ امتثال امر  
 ہو ہی نہ سکا اور انہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب تھا۔ اب ہر شخص  
 سمجھ سکتا ہے کہ جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوتی تو دین  
 میں اوسکو کس قدر با وقعت اور ضروری چیز سمجھنا چاہئے

طاقت بے ادب نثار و سود

شد ادب جملہ طاقت محمود

اسی طرح امام شافعی کا ادب ہے جو امام سیوطی رح نے تنزیہ الانبیاء عن تشبیہ لانبیاء میں امام سبکی رح کی کتاب تریج سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رح نے بعض نصائے میں وہ قصہ نقل کیا جو کسی شریف عورت نے کچھ جرایا تھا اور حضرت نے اوس کے قطع بدکارا وہ فرمایا اور کسی نے سفارش کی یہ وہ حدیث نقل کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ اگر فلان عورت بھی (جو ایک شریفہ تھیں) چراتین اون کا بھی ہاتھ قطع کرتا) امام سبکی رح لکھتے ہیں کہ امام شافعی رح کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام مصرح ہے اگر بعینہ حدیث نقل کر دیتے تو کوئی بے موقع بات نہ تھی لیکن ازراہ محال ادب صراحتہ نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ حالانکہ الفاظ حدیث کو بعینہ نقل کرنا ضروری سمجھا جاتا اور وہ نام مبارک جو حدیث شریف میں وارد ہے لفظ لہو کے تحت میں ہے جو محال پر علی سبیل فرض محال آتا ہے مگر با این ہمہ چونکہ حدیث شریف میں مقام تو ہیں میں وارد تھا اس لئے ادب نے اجازت نہ دی کہ اوس نام مبارک کو صراحتہ ذکر کریں گو حدیث شریف میں وارد ہے سمجھتے جو مقربین بارگاہ ہوتے ہیں اونہیں کو ادب نصیب ہوتا ہے ہر کس و ناکس میں وہ صلاحیت کہان اور کنز العمال میں یہ روایت ہے قال ابن الاعرابی روی ان اعرابیا جادالی ابی بکر فقال انت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قال فما انت قال الخالفۃ بعدہ ترجمہ روایت ہے کہ ایک اعرابی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہو فرمایا نہیں۔ کہا یہ کیا ہو۔ کہا خالفہ ہوں بعد حضرت کے انتہی

جو پہری نے صالح میں لکھا ہے فلان خالفة ال بیتہ اذا کان لا یر فیہ یعنی خالفة  
 اوس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جس میں کچھ خیر نہ ہو چونکہ  
 خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں صدیق اکبر کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپکو  
 اس لفظ کے مصداق سمجھیں اور اوسکو ایسے طور سے بد لاجسمین مادہ خلاف  
 باقی رہی اور ادب بھی مانتے نہ جائے۔ حالانکہ خلافت آپ کی قطع نظر جماع  
 کے خود احادیث سے کنائیہ بلکہ صراحتہ ثابت ہے۔ جب صدیق اکبر اپنے کو  
 حضرت کے خلیفہ کہنے میں تامل کریں تو اب ان لوگوں کو کیا کہنا چاہیے جو  
 کمال فخر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھائی پنہ کی نسبت لگا  
 جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس برابری کے مقصود کیا ہے اگر اپنے کو ادھر  
 ملانا اور اپنی فضیلت ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ خصوصیات کہاں جو نہ کسی  
 نبی مرسل کو نصیب ہوئیں۔ اور نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ اور اگر تنزل شان  
 اور اپنے ساتھ برابر کر دینا مطلوب ہے تو ان اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کا  
 مضمون صادق آجائے گا جسکا حال ابھی معلوم ہوا۔ اور پیراؤن ازی  
 سابقون کو کیا کرینگے جنہوں نے ذات والا کو تمامی کائنات سے منتخب کر کے  
 ابد الابد کے لئے علوشان اور برتری منزلت کا خاتمہ اور منتہی بنا دیا غرض  
 دونوں صورتوں میں کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جس سے مقصود حاصل ہو سکے  
 اس صورت میں مثل عمر کے نسبت عبدیت اور غلامی کی کیوں نہ جائیں  
 جس سے کچھ کام نکلے اور بیہقی رح نے دلائل النبوة میں روایت کی ہے  
 عن ابی الحویرث قال سمعت عبد الملک بن مروان یقول لقیات بن سیم الکناکی

ثم البیثی یا قباث انت اکبر ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اس منه ولد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل ودفعت بنی امی علی روث الفیل محیلاً فقله  
 ترجمہ روایت ہے ابی الجوزیث سے کہ پوچھا عبد الملک بن مروان نے  
 قباث بن اشیم سے کہ تم اکبر یعنی بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 بڑے تھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے اور میں عمومن زیادہ  
 ہوں اس لئے کہ ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام فیل میں ہے  
 اور مجھے یاد ہے کہ میری والدہ اوسی ہانی کی لید کے پاس مجھے لیکر کٹر تھیں  
 انتہی لطفاً اور یہ روایت بھی اسی دلائل النبوة میں ہے سال عثمان بن  
 عفان قباث بن اشیم غائبی یحمر بن لیث انت اکبر اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اقدم منه فی المیلاد  
 روایت خذ فی الفیل احضر محیلاً ورواہ محمد بن یسار عن وہب ابن جریر  
 فقال خذ فی الطیر احضر محیلاً (قولہ محیلاً یقال احوال الدار واولت اقی علیہ  
 حول وکذلک الطعام وغیرہ فهو محیل اصحاح) خلاصہ مضمون اس روایت کا  
 یہ ہے عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں قباث سے اسی قسم کا سوال کیا  
 جو روایت سابق میں ہے اور انہوں نے وہی جواب دیا کہ حضرت اکبر  
 تھے اور ولادت میری پیشتر ہے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی  
 یہی ادب ملحوظ رکھا چنانچہ ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کیا ہے  
 عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قبل للعباس رضی اللہ عنہ انت اکبر

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ہوا کبر منی وانا ولدت قبلہ کرد ابن النجار  
 کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے ابن عباس سے کہ پوچھا کسی نے عباس  
 رضی اللہ عنہما سے کہ آپ اکبر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا اکبر  
 حضرت تھے لیکن میں حضرت سے پیشتر پیدا ہوا انتہی اور صدیق اکبرؓ نے  
 بھی کمال ادب سے یہی عرض کیا عن زید بن الاصم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 قال لابی بکر انا اکبر وانت قال انت اکبر واکرم وانا لاسن منك حو  
 فی تاریخ و خلیفہ بن خیاط کہ قال ابن کثیر مرسل غریب جدا کذا فی کنز العمال  
 ترجمہ روایت ہے زید بن الاصم سے کہ استفسار فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ میں بڑا ہوں یا تم عرض کیا  
 کہ آپ اکبر اور اکرم ہیں اور عمر میری زیادہ ہے روایت کیا اسکا امام  
 بن حبیل نے تاریخ میں اور خلیفہ بن خیاط اور ابن عساکر نے انتہی۔ اب  
 اس ادب کو دیکھئے کہ باوجودیکہ اس موقع میں لفظ اکبر اور اس دونوں کے  
 ایک معنی ہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ لفظ اکبر مطلق بزرگی کے معنی میں بھی  
 مستعمل ہوتا ہے صراحتہ اسکی نفی کر دی اور مجبوراً لفظ اسن کو ذکر کیا کیونکہ  
 صراحتہ مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اسکے کوئی لفظ نہ تھا۔ جب  
 حضرت عباس رضی اللہ عنہ جبکی تعظیم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے  
 تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو ہم کو کشفِ رادب  
 کا لحاظ رکھنا چاہئے اور سنن ابی داؤد میں ہے عن عبد بن یزید قال  
 سالت البراء بن عازب ما لایجوز فی الاضاحی فقال ائینا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم واصحابی اقصر من اصابعہ واما علی اقصر من انا لہ فقال ارجع لا تجوز  
 فی الاضاحی الخورار بن عمر یا والمریضۃ بین مرضہا والعرجار بن طلحہا  
 والکسیر الہی لا تقی الحدیث ترجمہ روایت ہے عبید بن فیروز کہتے ہیں  
 کہ برابر بن عازب سے میں نے پوچھا کہ کن جانور و کنی قربانی درست نہیں  
 کہا کہ کڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں اور میری انگلیاں  
 چھوٹی ہیں حضرت کی انگلیوں سے پہر فرمایا کہ چارہ قسم کے جانور ہیں جن کی  
 قربانی درست نہیں ایک وہ جسکی آنکھ چھوٹی ہو اور جو سخت بیمار ہو اور جسکا  
 لنگ ظاہر ہو اور جو نہایت دہلی ہو انتہی۔ خلاصہ یہ ہے کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارہ سے  
 تعین فرمادیا کہ چار جانور ہیں جنکی قربانی درست نہیں پہر انکی تفصیل کی۔  
 برابر بن عازب نے جب اس واقعہ کو بیان کیا۔ ادب نے اجازت ندی  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے  
 کریں آخر عند ظاہر کیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا  
 اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعین عدد ہے ظاہر انہ اس میں کوئی  
 مساوات کا شائبہ ہے نہ سوے ادب باوجود اس کے ادب صحابیت نے  
 دست مبارک کی حکایت کو بھی گوارا کیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی  
 اب دوسرے آداب کواسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ ہر چند اعتراض کی نگاہ  
 سے دیکھنے والوں کو یہاں شاید موقع ملجائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



نے کب فرمایا تھا کہ اس قسم کے آداب کیا کریں۔ مگر جو لوگ منجانب اللہ موفّق ہوئے  
 صحابہ کے عمل کی کبھی اعتراض نہ کریں گے بلکہ مقتضائے حدیث شریف اصحاب کا لہجہ  
 کے ادب کے عمل کو اپنا مقتدا بنا کر ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھیں گے کہ  
 اس بارگاہ مقدس میں کوئی ایسی نسبت نہ لگائی جائے جس سے کسی تسمیہ کی  
 بے ادبی لازم آجائے اس مضمون کو کسی بزرگ نے کیا ہی خوش اسلوبی کے ساتھ  
 ادا کیا ہے شعر نسبت خود سبکت کر دم و بس منفعلم ہذا کہ نسبت بساگ کوئے تو  
 شد بے ادبی ہا اور کنز العمال میں یہ حدیث ہے عن عثمان قال لقد اختلفت عند

عند اللہ عشر آانی لرایع الاسلام قد زوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہ

وقد بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ہذہ الیمینی فہا مست ہا وکری

ولا تفتیت ولا تفتیت ولا تشریت خمرانی جاہلیۃ ولا اسلام وقد قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من یشتري ہذہ الریۃ ویزید ہا فی المسجد ولہ بیت فی الجنۃ

فاشتريہا وزدتہا فی المسجد و ابن ابی عاصم فی السنۃ ترجمہ روایت ہے

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ امانت رکھی ہیں میں نے

اللہ تعالیٰ کے پاس دس چیزیں اسلام میں میں جو تھا شخص ہوں اور میرے

بچ میں دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک صاحبزادی پہر و دہری۔

اور جب سے کہ بیعت کی ہے میں نے اور ملایا سید ہا ہاتھ حضرت کے دست مبارک

سے تو پہر کبھی نہ چھیا اوس سے شرمگاہ کو۔ الی آخر الحدیث اور اسی مضمون

کی کئی روایتیں کنز العمال میں مذکور ہیں۔ اور کنز العمال ہی میں یہ روایت

بھی ہے عن انس قال جاز البنی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل الی بیتان فانی آت

فدیق الباب فقال یا انس قم فافتح له البشیرة بالجنۃ وبالمخلۃ من بعدی قلت  
 یا رسول اللہ اعلّمہ فقال اعلّمہ فخرجت فاذا ابو بکر قلت له البشیر بالجنۃ وبالمخلۃ  
 من بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جازأت فدیق الباب فقال یا انس  
 قم فافتح له الباب وبشیرہ بالجنۃ وبالمخلۃ من بعد ابی بکر قلت اعلّمہ قال اعلّمہ  
 فخرجت فاذا عمر فقلت البشیر بالجنۃ والبشیر بالمخلۃ من بعد ابی بکر ثم جازأت  
 فدیق الباب فقال یا انس قم فافتح له الباب وبشیرہ بالجنۃ وبالمخلۃ من بعد  
 عمر وانه مقتول فخرجت فاذا عثمان قلت البشیر بالجنۃ وبالمخلۃ من بعد عمر  
 وانه مقتول فدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ واللہ انّی  
 ولانیت ولاست ذکر یمینی منذ بایتک بہا قال ہو ذاک یا عثمان کر  
 ورواہ عن کر من طریق عبد اللہ بن ادریس ترجمہ روایت ہے انس سے  
 کہ تشریف لیگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں۔ پس آیا کوئی شخص  
 اور ٹھونکا دروازہ فرمایا حضرت نے اے انس دروازہ کہولہ وادخو شجرہ  
 وادکو جنت کی اور یہ کہ میرے بعد وہ خلیفہ ہونگے میں نے عرض کیا اذکو  
 یہ بات کہدون یا رسول اللہ فرمایا کہد وجب میں نکلا تو دیکھا کہ ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ میں نے وہ بشارت اذکو دی۔ پھر کسی شخص نے دروازہ  
 ٹھونکا فرمایا حضرت نے اے انس دروازہ کہولہ وادخو جنت کی خوشخبری  
 اور یہ کہ بعد ابی بکر کے وہ خلیفہ ہونگے۔ میں نے عرض کیا معلوم کر ادون اذکو  
 یا رسول اللہ فرمایا معلوم کر ادد۔ دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اون کو بھی  
 وہ بشارت سنا دی۔ پھر اور کسی نے دروازہ ٹھونکا۔ فرمایا حضرت نے امر

انس دروازہ کھول دیا اور خوشخبری دواؤں کو جنت کی اور یہ کہ بعد عمر کے وہ خلیفہ  
 ہونگے اور قتل کئے جائیں گے۔ جب میں نکلا تو عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا  
 کہ کھڑے ہیں اور ان سے بشارت اور قتل کا حال ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 میں نے کبھی تغنی کی بات نہ سنی اور نہ کبھی سیدھے ہاتھ سے اپنا شرمگاہ کو چھایا  
 جب سے کہ اس ہاتھ سے بیعت کی ہے فرمایا حضرت نے یہ وہی بات ہے۔  
 اے عثمان انتہی۔ اب یہاں پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
 نے بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ جو دے دیا تھا  
 اس سے کس قسم کا اثر درست مبارک کا ان کے ہاتھ میں رہ گیا تھا جسکی استقدر  
 رعایت کی گئی۔ باطن کا حال تو وہی لوگ جانیں جنکی باریک بین نظریں غرض  
 شرمیہ میں بلند پر دازبان کرتی ہیں۔ لیکن ظاہر میں کوئی ایسی بات معلوم  
 نہیں ہوتی جسکو عقل متوسط تسلیم کر لے۔ رہا اعتقاد سے مان لینا وہ دوسری  
 بات ہے۔ اور وہ ہر کسی کو کب نصیب ہو سکتا ہے۔ غرض کچھ بھی سہی کسی  
 مسلمان سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر اعتراض کئے  
 اور فعل بھی کیا جس پر خود شائع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی کی ہر  
 لگی ہوئی ہے۔ پہرہ بھی نہیں کہ اس قسم کا خیال صرف انہیں کا تھا بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ  
 آئندہ تبصر معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی باتیں اکثر کبار صحابہ و تابعین سے  
 مروی ہیں۔ احوال اگرچہ حقیقت اور سبکی معلوم نہ ہو سکے لیکن اعتقاد مان لینا  
 پڑے گا کہ جس چیز کو دست مبارک یا جسم شریف کے لمس سے شرافت حاصل

ہو گئی اوسمین کسی نہ کسی قسم کی فضیلت ضرور آگئی۔ دوسری یہ بات بحث طلب ہے  
 کہ شرمگاہ میں کونسی برائی رکھی تھی جسکو وہ متبرک ہاتھ لگانا مذموم سمجھا گیا۔  
 اکثر احادیث و آثار سے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی ایک عضو ہے مثل اور اعضا  
 کے چنانچہ موطائین عن قیس بن طلق ان اباہ حدثہ ان رجلا سال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل مس ذکرہ ایتوضو قال ہل ہوا لا بضعتہ من جسدک  
 ترجمہ روایت ہے طلق سے کہ پوچھا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کہ کیا مس ذکر سے وضو تو ٹپتا ہے فرمایا وہ تو ایک مضعہ ہے تیرے جسد کا  
 انتہی۔ اسی بنا پر علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں عن علی ابن ابی طالب قال ابائی  
 اباہ امن او انقی او اذنی کذا فی الموطا للامام محمد رحمہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ  
 نے کہ مجھے کچھ پروا نہیں کہ ذکر کو مس کروں یا نہ کہ کو یا کان کر لینے ان تمام  
 اعضا کے جھننے کا ایک حکم ہے عن ابراہیم ابن ابن مسعود سئل عن الوضو من  
 مس الذکر فقال ان کان نجسا فاقطعہ کذا فی الموطا ترجمہ روایت ہے ابراہیم  
 سے کہ کسی نے پوچھا ابن مسعود سے کہ مس ذکر سے وضو تو ٹپتا ہے یا نہیں کہا اگر  
 وہ نجس ہے تو کاٹ ڈال انتہی۔ اس مضمون کی اور بہت سی روایتیں ہیں۔  
 الحاصل شرعاً مس ذکر میں نجاست کی وجہ سے کوئی گراہت نہیں البتہ اگر  
 گراہت ہے تو طبعی ہے۔ پھر اس گراہت طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ  
 بڑھایا کہ مشابہ بلکہ زیادہ گراہت شرعی سے کر دیا جسکی وجہ سے عمر پھر اس فعل  
 سے بچتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر  
 کرنے میں نہ غفلت امر ہے نہ محتاج نظیر۔ بلکہ اہل ایمان میں وہ ایک قوت راسخہ

جسکو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور نشا او سکا عظمت و وقعت اس  
 شخص یا اس چیز کی ہے جسکے آگے ادب کرنیوالا اپنے کو کم درجہ اور ذلیل سمجھتا ہے  
 اور بخاری شریف میں ہے عن ابی رافع عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم لقیہ فی بعض طریق المدینۃ وہو جنب فاختنعت منہ فذہبت فاقبل  
 ثم جارت فقال این كنت یا ابا ہریرۃ قال كنت جنباً فکبرت ان اجاسک  
 وانا علی غیر طہارۃ فقال سبحان اللہ ان المؤمن لا یخس ثمر جمیعہ ابو ہریرۃ  
 کہتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے  
 کسی راستہ میں دیکھا چونکہ جنب تھا چھپ گیا اور غسل کر کے حاضر خدمت  
 خدمت شریف ہوا فرمایا کہاں تھے تم اے ابو ہریرہ عرض کیا  
 کہ مجھے بھاننے کی ضرورت تھی اسلئے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو  
 مکروہ سمجھا فرمایا سبحان اللہ مسلمان نجس نہیں ہوتا انتہی ابو ہریرۃ اس حالت  
 میں جو الگ ہو گئے اس سے ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت حضرت کی اونکے  
 دل میں تھی جس نے اونکی عقل کو مقہور کر کے ادن کے دل کو اس ادب پر  
 مجبور کر دیا تھا کیونکہ آخر سمجھتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک  
 امر حکی ہے حسی نہیں جس سے دوسرے کو کراہت ہو اور یہ بھی ظاہر ہے  
 کہ اسکا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہو سکتا۔ ہر چند آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے مسئلہ شرعیہ بیان فرمادیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا مگر کلام میں  
 ہے کہ اس حالت میں حاضر ہونیکو انہیں کونسی چیز مانع تھی۔ اگر نعوذ باللہ  
 طبیعت میں بیباکی ہوتی تو خیال کر لیتے کہ اس حالت میں مجالست سے

کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آ سکتا تھا کہ چل کر تو دیکھتے  
 اگر حضرت ہی متع فرما دیں تو ایک مسئلہ معلوم ہو جائیگا خصوصاً اوس زمانہ  
 میں کہ ہر روز نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی غرض کہ  
 ادب نے اونکو جرات کرنے ندیا پھر حضرت نے جو مسئلہ کہ بیان فرمایا  
 اوس سے یہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ شرعیہ معلوم ہو جائے  
 اون کے ادب سے اوس میں کچھ تعارض نہیں حالانکہ حضرت جانتے تھے کہ  
 صرف ادب کی وجہ سے وہ حاضر نہ ہو سکے۔ اگر یہ حرکت اون کی ناگوار  
 طبع مبارک ہوتی تو تبصریح اس سے زبرد فرمادیتے۔ اور زر قافی رح نے  
 شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے روى البطرانی من طریق البیہقی  
 ابن زریق عن ابیہ عن الاسلع بن شریک قال کنت ارحل ناقۃ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم فاصابتنی جنابہ فی لیلة بارودۃ فاراد صلی اللہ علیہ وسلم  
 الرحلة فکمرہت ان ارحل ناقۃ وانا جنب وخصیت ان اغتسل بالمار البارود  
 فاموت وادامرض فامرت رجلا من الانصار فرحلبا ووضعت اجمارا فانت  
 بہا مارا فاعتسلت ثم لحقت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فقال یا  
 اسلع مالی اری راحلتک تنفیرت فقلت یا رسول اللہ لم ارحلہا رحل رجل  
 من الانصار قال ولم فقلت انی اصابتہ فی جنابہ فخصیت القر علی نفسی فامرت  
 فرحلبا ووضعت اجمارا فاعتسلت بہ فانزل اللہ تعالیٰ یا اھھا الی الدین  
 امنوا لا تقربوا الصلوة و انتم کما ذکرت الی قولہ عفا عفوہا  
 ترجمہ اسلع بن شریک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈنٹی

میں کجاوہ باندھا کرتا تھا ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضرت  
 نے کچ کا ارادہ فرمایا اور سوقت مجھے نہایت ترود ہوا کہ اگر تہنڈے پانی  
 سے نہاؤں تو مارے سردی کے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے  
 اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کجاوہ اٹوئی  
 پر باندھوں۔ مجبوراً کسی شخص انصاری سے کہدیا کہ کجاوہ باندھئے۔  
 پہرین چند تپہر رکھ کے پانی گرم کیا اور نہا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور صحابہ سے بالا۔ حضرت نے فرمایا اے اسلع کیا سبب ہے کہ تمہارا  
 کجاوہ کو متغیر پاتا ہوں میں۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے نہیں باندھا  
 تھا۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا۔ اسوقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور  
 تہنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا اسلئے کسی کو باندھ نہ سکیلئے  
 کہدیا تھا۔ اسلع کہتے ہیں کہ اسی کے بعد آیہ شریفہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ إِلَّا بِطَهَارٍ** نازل ہوئی جس سے سفر میں تیمم کرنے کی اجازت  
 ملی انتہی۔ امام سیوطی رح تفسیر در فضو میں لکھتے ہیں کہ روایت کی اس حدیث  
 کو حسن ابن سفیان نے اپنی مسند میں اور قاضی اسمعیل نے احکام میں اور  
 طحاوی نے مشکل الآثار میں اور بغوی اور ماوردی اور دارقطنی اور  
 طبرانی اور ابونعیم نے معرفت میں اور ابن مردودہ نے اور بیہقی نے  
 سنن میں اور حنائے مقدسی نے مختارہ میں انتہی۔ سبحان اللہ کیا اوجہ  
 کہ جس کجاوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اسکی  
 لکڑیوں کو حالت جنابت میں ہاتھ لگانا گوارا نہ تھا۔ اگر بختم انصاف

دیکھا جائے تو نفاذ کا محض ایمان دکھائی دیکھا جس نے ایسے پاکیزہ خیالات  
 ان حضرات کے دلوں میں پیدا کر دیے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم  
 کے امور کی تعلیم تھی نہ صراحتہ ترغیب و تحریریں۔ اب اگر کوئی شخص اپنی نسبت  
 ایمان تحقیقی کا دعویٰ کرے کہ یہ خیالات ایام جہالت کے ہونگے تو مجھے  
 یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص ایسا نادر اس کلام کی طرف التفات کرے گا  
 یا بطیب خاطر جواب دے گا۔ کیونکہ ہوسکے کہ چودھویں صدی و الانوش  
 اعتقاد میں خیر القرون والے صحابیوں سے بڑھ چکے۔ پھر اگر کسی  
 نظر پڑائی جائے تو معلوم ہو کہ سلسلہ اس الزام کا کہاں ختم ہو گا۔ کیونکہ  
 جس امر کا ذکر خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں ہو جائے اور  
 اسی کے بعد کلام الہی اسی کے مناسب نازل ہو ویسے خیال میں آخری  
 زمانہ والوں کی اصلاح کی بغور باللہ اگر ضرورت سمجھی جائے تو نیداری  
 کے نہایت خلاف ہو گا۔ **الحاصل** جب اُن لکڑیوں کا اس قدر ادب کیا گیا  
 تو معلوم ہوا کہ بزرگان دین کا جس قدر ادب کیا جائے محمود ہے۔ اور  
 مستدرک حاکم میں یہ روایت ہے عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کنا  
 اذا قعدنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم نرفع رؤسنا الیہ اعظا بآلہ  
 ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولا احفظ لہ علتہ ترجمہ عبد اللہ بن بریدہ  
 اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرت  
 کی طرف سر نہ اٹھاتا انتہی کہا حاکم رح نے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط الشیخین پر



حضرت کے روپر وہ اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا وہ حضرات حدیث شریف کے حلقوں میں جب بیٹھتے تھے تو اس خضوع و خشوع کے ساتھ سر جھکا بیٹھتے تھے کہ گویا گردنوں پر سر ہی نہیں چنانچہ مستدرک ہی میں ہے عن عبد الرحمن بن قرقط قال دخلت المسجد فاذا حلقۃ کا نما قطعے رؤسہم و اذ اربل بچہم فاذا ہو حذیفۃ قال کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر و کنت اسأله عن الشر و ذکر الحدیث بطولہ ترجمہ عبد الرحمن بن قرقط کہتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ گویا اونکی گردنوں پر سر ہی نہیں اور ایک شخص حدیث بیان کر رہے ہیں دیکھا تو وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں انتہی ملخصاً یعنی سب حدیث شریف سننے والے کچھ ایسے مودبانہ سر جھکائے بیٹھے تھے کہ گردنوں پر سر نہیں دکھائی دیتے تھے۔ اب فرما زمانہ کے انقلاب اور طبعیتوں کی رفتار کو دیکھنا چاہئے کہ بعد خیر القرون نے اُن حضرات کے مسلک سے کس قدر دور کر دیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ معاملہ بالکل بالعکس ہو گیا ہے۔ اُس زمانہ میں حالانکہ ان امور کی تعلیم عموماً انتہی مکرول ہی کچھ ایسے مہذب اور مودب تھے کہ اقسام کے آداب اور طرح کے حسن عقیدت پر دلالت کرنیوالے افعال ایجاد کر لیتے اور اصول شرعیہ پر انکو منطبق کر دیتے تھے جس کا سمجھنا بھی شاید اس زمانہ میں آسانی نہ ہو سکے کیونکہ نہ ہوا ان حضرات کے وہ دل تھے جنکو تمام بندوں کے دلوں پر فضیلت ہونے کی وجہ سے حق تعالیٰ نے صحابیت کی واسطے

منتخب فرمایا تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے عن النبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا اتقى من قلوب اصحابی ولذلک اختارہم فجلہم اصحابا فما استحسنوا فہو عند اللہ حسن وما استقبحوا فہو عند اللہ قبیح رواہ الدیلمی یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو میرے اصحاب کے دلوں سے پاکیزہ تر کوئی دل نہ پایا اسی واسطے ان کو میرے اصحاب ہونے کیلئے پسند فرمایا جو کام وہ اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو وہ برا سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی وہ برا ہے انتہی غرض وہ ہر قسم کے آداب ایجاد کرتے تھے اور اوپر کوئی اعتراض بھی نہیں کرتا تھا۔ اسلئے کہ اسوقت تک بنیائے ادبی کی پڑھی تھی۔ اور اگر چند خود سرون نے بنیاد ڈالی بھی تھی جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا تو اسوجہ سے کہ انکی بداعتقاد یوں نے انکو دائرہ اتباع سے خارج اور دوسرے نام کے ساتھ مشہر کر دیا تھا۔ انکی باتیں کسی کی سمع قبول تک پہنچی ہی نہ تھیں۔ الحال خیر القرون کا یہ حال تھا کہ ہر قسم کے آداب ایجاد کئے جاتے تھے اور اس آخری زمانہ کا یہ حال ہے کہ باوجود ان حضرات نے جن کا اتباع بحسب ارشاد شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ضروری ہے اقسام کے آداب تعلیم کر کے اگر کسی سے اس قسم کے اغفال صادر ہو جائیں تو ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے اور صرف اعتراض ہی نہیں شرک تک نوبت پہنچا دی جاتی ہے حق تعالیٰ

بہم مسلمانوں کو ادب نصیب فرماوے۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے سفیان  
 لکھا ہے وقال مالک رحمہ اللہ وقد سئل عن ابی ایوب السخثانی رحمہ اللہ  
 عن احمد الا وایوب افضل منہ وقال وجج جتین فکنت ارقمہ ولا اسمع منہ  
 غیر انہ کان اذا ذکر البنی علی اللہ علیہ وسلم مکی حتی ارحمہ فلما رایت منہ  
 ما رایت کتبت عنہ ترجمہ کسی نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ابو ایوب  
 سخثانی رحمہ اللہ کا کیا حال تھا کہا کہ میرے اساتذہ میں جنگی روایتیں تھیں مجھے  
 سنی ہیں ان سب سے وہ افضل ہیں۔ انہوں نے دو وجہ کئے اور میں انکا  
 حال دیکھا کیا اس مدت میں کوئی روایت ان سے نہ لی مگر حالت اون کی  
 یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو اس قدر روتے کہ  
 مجھے اون کے حال پر رحم آ جاتا جب اون کا یہ حال دیکھا تو اونکی شاگردی  
 اختیار کی اور اونکی حدیثیں لکھ لیا انتہی۔ امام مالک رحمہ اللہ ابو ایوب سخثانی رحمہ اللہ  
 کو نظر اس حالت کے جو ترجیح دیتے ہیں اور سب اساتذہ سے افضل کہتے ہیں  
 تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خیالات محدثین اور اکابر دین کے اس بارہ  
 کس قسم کے تھے۔ اب ذرا سخثانی رحمہ اللہ کے دل کی کیفیت کو خیال کیجئے کہ کس قدر  
 کی عظمت و محبت اور خدا جانے کونسی کونسی چیزیں اون کے دل پر پورا  
 تسلط کر لیتی تھیں جس سے وہ حالت پیدا ہو جاتی تھی جو ادب سے بھی بڑھی  
 ہوئی ہے یہ اثر اسی ذکر مبارک کا تھا جو مسلمانوں کے دلوں میں علی حسب  
 مراتب ایمان کو تازہ کر دیا کرتا ہے۔ سبحان اللہ وہ ان تو ذکر خریف سے  
 وہ حالت پیدا ہو رہی ہے جو بڑے بڑے فاضل معاصرون سے افضل نہایتی

اور یہاں ہنوز اسکے جواز و عدم جواز میں اختلاف پڑا ہوا ہے بلکہ وہ بہتر  
 نکالی جاتی ہیں کہ کہیں ذکر شریف کی مجلسیں نہ ہونے پائیں۔ پہلا ذرا تو سوچنا  
 چاہئے کہ اگر ذکر شریف کے مجلسیں ہوا کریں اور برکات اس کے مسلمانوں پر  
 قایض ہوتے رہیں تو اس سے کسی کا کیا نقصان ہوگا۔ حق تعالیٰ بظہیر  
 اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کی کج فہمیوں کو دفع فرما دے  
 اور درمنظم میں ابن حجر ہیشمی رح اور شفا میں قاضی عیاض رح نے بسند متصل  
 روایت کی ہے عن ابن حمید قال ناظر ابو جعفر امیر المومنین مالک فی مسجد  
 صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا امیر المومنین لا ترفع صوتک فی ہذا المسجد اللہ قال  
 ادب قوماً فقال لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت البنی و مع قوماً فقال ان الذین  
 یفیضون اصواتہم عند رسول اللہ الایہ و ذم قوماً فقال ان الذین ینادونک  
 من وراء الحجرات الایہ و ان حرمتہ میثاکم حرمتہ حیفا ستکان لہا ابو جعفر و قال  
 یا اب عبد اللہ استقبل القبلة و ادعوا م استقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فقال ولم تصرف و جبک عنہ و ہو وسیلتک و وسیلۃ ابیک آدم علیہ السلام  
 الی اللہ یوم یقیمہ بل استقبلہ و استشفع بہ فیشفعک اللہ و قال اللہ تعالیٰ  
 و لو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الایہ ترجمہ امیر المومنین ابو جعفر منصور نے  
 جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہیں) امام مالک رح کے سامنے منجبر  
 میں کسی مسئلہ میں مباحثہ کیا جس میں اونکی کچھ آواز بلند ہو گئی۔ امام مالک رح  
 نے کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ حق تعالیٰ نے  
 تادیب کی ایک بہتر قوم کی اس آیت شریفہ میں یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا

أَصَوًّا تَكُونُ فَوَقَّ صَوْتِ النَّبِيِّ - اور مع کی ان لوگوں کی جو حضرت کے  
 پاس آواز بست کیا کرتے تھے فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يُعْضُونَ أَصْوَاهُمْ  
 عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أَكَلِيهَا وَرَمَتْ كِي اوس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے  
 حضرت کو بجاتے تھے چنانچہ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ  
 أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت بعد انتقال  
 کے وہی ہے جو قبل انتقال تھی۔ امیر المؤمنین یہ سنتے ہی متادوب اور منڈل  
 ہو گئے۔ پہرہ چاہے ابا عبد اللہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوں۔ کہا حضرت سے کیونکہ  
 پہرے ہو وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام  
 کے قیامت کے روز۔ تو حضرت کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت و سفارش  
 طلب کیجئے کہ حق تعالیٰ شفاعت حضرت کی قبول کرے گا کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا  
 وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَعْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ  
 الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی تو  
 پر اگر آجین آپ کے پاس اور مغفرت چاہیں اللہ تعالیٰ سے اور مغفرت  
 چاہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کیلئے تو البتہ پاوین گے وہ اللہ تعالیٰ  
 کو مغفرت کرنیوالا اور رحم کرنیوالا انتہی۔ اب اون حضرات کے اعتقادوں  
 کو دیکھئے کہ امام مالک رحم نے آواز نہ بلند کرنے کے باب میں ان آیات پر  
 استدلال کیا یا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَابَكُمْ فَوَاقَّ صَوْتِ  
 النَّبِيِّ - اور إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ اور طیفہ و

نے بوجھاگ نہیں کہ فوق صوت البتّی اور یناد و ناک کے معنی یہاں کیونکر  
 صادق آتے ہیں اور اگر اجتہاد کیا گیا تو طریقہ اس کا کیا ہے پہر یہ بھی نہ تھا  
 کہ خلیفہ موصوف کچھ جاہل ہوں کیونکہ تاریخ خمیس وغیرہ کتب تو تاریخ میں مصرح ہے  
 کہ وہ نہایت کامل العقل اور فقیہ النفس عالم جمید اور ادیب و متدین تھے  
 مگر معلوم نہیں اس استدلال میں کس درجہ کی قوت تھی جس نے خلیفہ وقت کو  
 عین مباحثہ میں ساکت کر دیا۔ اگر اس زمانہ میں کوئی شخص اس قسم کا استدلال  
 کرے تو صد ہا شاخ شانے او سین نکالے جائیں گے۔ اب اگر کوئی شخص اس  
 استدلال کی نزاکت کو نہ سمجھ کر اس میں کچھ کلام کرے تو کسی مسلمان سے یہ نہو سکیگا  
 کہ معترض کی رائے کو امام مالک رحمہ اللہ کی رائے پر ترجیح دے۔ کیونکہ امام مالک  
 وہ شخص ہیں کہ جن کے شاگردوں کے شاگرد ہونے پر امام بخاری و مسلم وغیرہ  
 اکابر محدثین رحمہم اللہ کو فخر ہے بلکہ یہ سمجھنا اس کا اس کی غباوت اور جلیبی بر مجہول  
 ہونا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ جیسے قوت ایمانیہ میں ضعف بڑھتا چلا جاتا ہے  
 ویسا ہی قوت نظری و فکری میں بھی روز بروز کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اگر  
 کوئی اکثر تصانیف کو پیش کر کے کچھ دعویٰ کرے تو اس کا ابطال ان احادیث و روایات  
 سے ہو جائے گا جنہیں خیر القرآن ہونا اس زمانہ کا اور کم ہو جانا علم کا آخری  
 زمانہ میں وارد ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رفع الملام عن الأئمة الاعلام میں لکھا ہے  
 بل الذین کانوا قبل جمع ہذہ الدواوین کانوا علم بالستہ من المتاخرین بشیر  
 لان کثیرا ما بلغہم و صح عندہم قد لا یبلغنا الاعن مجہول او باسنا و منقطع او لا یبلغنا  
 بالکلیہ۔ کانت دواوینہم صدورہم التی تخری اصناف مافی الدواوین و ہذا

امر لای شک فیہ من علم القضیۃ یعنی کوئی عالم اس میں شک نہیں کر سکتا کہ قدامت  
 متاخرین سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے بہت سی حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں  
 اور اگر پہنچی تو ضعیف ہو کر ان کے نزدیک وہی حدیثیں صحیح تھیں  
 اگرچہ اس روایت سے کئی مباحث متعلق ہیں۔ مگر بخوف تطویل صرف اسی پر  
 اکتفا کیا گیا انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بحسب موقع ذکر کیجائیں گی یہاں اسی قد بیان  
 کرنا مقصود ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ان آیات سے وہ ادب استنباط کیا کہ  
 قیامت تک اہل ایمان جسکی بدولت بہرہ اندوز اور متمتع رہیں گے جزا اللہ تعالیٰ  
 عنا خیر الجزا رہنما رہی شریفین روایت ہے عن السائب بن یزید قال کنت  
 قائما فی المسجد فصبنی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فانتمی بہن  
 فجمیۃ لہا قال من انتما اذن من این انتما قال من اہل الطایف قال لو کنتما من  
 اہل البلد لا وجتکما ترغان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ترجمہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایکبار مسجد نبوی میں کھڑا تھا  
 کہ کسی نے مجھے ٹکڑی ماری دیکھا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں کہا جاؤ اور  
 ان دو شخصوں کو لے آؤ جب ان دونوں کو انکے پاس لے گیا تو پوچھا تم  
 کون ہو یا کہاں والے ہو کہا طایف والے فرمایا اگر تم اس شہر والے ہو تو میں  
 ضرور تم کو اذیت پہنچاتا اور مارتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں  
 تم آواز بلند کرتے ہو انتہی۔ اس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی آواز  
 بلند نہیں کر سکتا تھا اور اگر کرتا تو مسحق و مغریر سمجھا جاتا تھا باوجودیکہ سائب بن  
 یزید چند ان دور نہ تھے مگر اسی ادب سے عمر رضی اللہ عنہ نے انکو بکرا نہیں

بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ تمام ادب اسی وجہ سے تھے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم بحیات ابدی وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر لحاظ صرف  
مسجد ہونے کا ہوتا تو فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی کوئی ضرورت  
نہ تھی۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہ تعزیر اہل بلد کیلئے خاص فرمایا جنکو مسجد شریف  
کے آداب بخوبی معلوم تھے اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طایف بھی مخدور  
نہ رکھے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدین تھیں۔ اس سے بھی قول امام مالک رحمۃ  
اللہ علیہ کا صادق آگیا جو خلیفہ منصور رحمہ اللہ سے کہا تھا ان حرمتہ میتا  
کحرمتہ حیّا۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا  
سے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ جب کبھی ذکر مبارک آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کا کرتیں باجی کہتیں فرماتی ہیں وقلنا ذکرک البنی صلی اللہ علیہ وسلم  
وسلم الا قالت باجی یعنی کم اتفاق ہوتا تھا کہ ذکر شریف کے وقت یہ لفظ کہتیں جو  
معنی اس کے یہ ہیں کہ میرے باب فدا ہوں حضرت پر سے صحابہ اکثر باجی انت  
وامی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے چنانچہ سب صحابہ میں  
موجود ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ آپ کے اشفاق و مراحم کے روبرو مہر و ادنیٰ  
و پیرمی کی کچھ حقیقت نہیں ان دونوں کو آپ پر سے فدا کرنا چاہتے ہیں سبحان اللہ  
کیا ادب تھا کہ روبرو تو روبرو غائبانہ بعد وفات شریف کے بھی وہ ادب  
مرعی تھا کہ جب تک ماننا پ کو فدا نہیں کرتے نام مبارک کو ذکر نہیں کرتے غمی  
کیون نہو یہ نام مبارک وہ تھا کہ کفار بھی جس کے ذکر نے میں بساقت متنازع  
ہو جاتے تھے چنانچہ قسطلانی رحمہ اللہ نے مواہب میں اور زرقانی رحمہ اللہ نے اوسکی



شرح میں لکھا ہے کہ ایک جماعت قبیلہ کندہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ الفاظ تحیت کے ادا کئے جو اس زمانہ میں سلاطین کے حضور میں کہے جاتے تھے یعنی ابیت اللہ حضرت نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں محمد ابن عبد اللہ ہوں کہا ہم آپ کو نام لیکر نہ پکار سینگے فرمایا میں ابو القاسم ہوں کہا اے ابو القاسم فرمائیے کہ ہم نے اپنے ذہن کیا چھپایا ہے فرمایا یہ تو کا ہنونا کام ہے اور کاہن اور ادبکا پیشہ و وزخی کہا پس کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا دیکھو یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور ساتھ ہی کنکریاں دست مبارک میں تسبیح کرنے لگیں پس تو سب کے سب کہ اٹھئے کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور سب مشرف باسلام ہوئے انتہی لخصاً ظاہر ہے کہ یہ لوگ قبل امتحان مشرف باسلام نہیں تھے باوجود اسکے نام لینے میں ترک ادب سمجھا۔ کیا تعجب ہے کہ یہی ادب پسند آگیا ہو جس سے ابدالکاباد کے لئے عزت و شرافت حاصل ہو گئی۔ ہر خند کہ نام پاک خود ایک ایسا لقب جامع ہے جس میں تمام القاب پسندیدہ اور محامد برگزیدہ شامل کر دئے گئے ہیں مگر باہین ہمہ ادب والوں کی زبانیں و بان خود بخود رک جاتی ہیں۔ اور جبکی زبانوں نے خیرہ سہری کی اور بیابانہ نام لینا شروع کیا حق تعالیٰ کی جانب سوا دہی تاویب ہو گئی چنانچہ امام سخاوی رح نے بروایات متعدد ثابت کیا ہے کہ بعض لوگ جو نام لیکر حضرت کو پکارتے تھے ان کو حق تعالیٰ نے منع فرمادیا

عظمت آفرین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہو گا کہ قال فی القول البید علی الضحیٰ  
 عن ابن عباس انہم کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فمنہا ہم اللہ عز وجل اعطانا  
 لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قتلوا یا بنی اللہ یا رسول اللہ وکذا قال مجاہد  
 وسیمہ بن جبر و قال مقاتل ابن حیان لا سمیوہ اذا دعوتہ یامحمد ولا تقولوا  
 یا ابن عبد اللہ و لکن شرفہ لقتلوا یا رسول اللہ یا بنی اللہ و قال قتادہ اللہ  
 ان یہا بنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وان یجبل وان یغطم وان یسود و قال  
 مالک عن زید بن اسلم امرہم ان یشرفوہ و قیل فی معنی الایۃ غیر ہذا یہا  
 یہا ب معلوم کرنا چاہیے کہ اہل اسلام پہلے ہی سے جانتے تھے کہ نام لینا  
 بے ادبی ہے اسلئے بحال ادب یا رسول اللہ وغیرہ القاب کے ساتھ خطاب  
 کیا کرتے تھے البتہ کفار جو اس بے ادبی کے مرتکب ہوتے تھے او ان کے لڑ  
 آیت شریفہ لا تجعلوا ادعاء الرسول نازل ہوئی چنانچہ ابن قیمرح نے  
 جلاء الافہام میں لکھا ہو حیث قال ان اللہ تعالیٰ قال لا تجعلوا ادعاء الرسول  
 بکن کوا دعاء بعضکم لبعضا فامر سحانہ ان لا یدعی رسولہ بما یدعوا الناس  
 بہ بعضہم بعضا بل یقال یا رسول اللہ ولا یقال یا محمد و انما کان ہذا فی خطابہ  
 تسمیہ بالسمہ وقت الخطاب للکفار و اما المسلمون فکانوا یسخطونہ بیا رسول  
 نقلہ القطلانی فی مسالک الخفاء عن جلاء الافہام لابن قیمرح - یہاں ایک  
 اعتراض کو گنجائش مل سکتی ہے کہ ابی امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ ایک  
 شخص کسی ضرورت سے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ہر روز حاضر ہو کر باتھا  
 مگر آپ اسکی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے - ایک روز انہوں نے عثمان بن

سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا کروا لَہُمْ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتُوْجِّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ وَسَلَّمُ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِہِ الْوَحْدَہُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتُوْجِّہُ بِکَ اِلَیْ رَبِّیْ فَيَقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ اور پھر اپنا مقصود بیان کرو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے حضور میں گئے وہ ہنوز وہاں چھوٹے نہ تھے کہ بواب سبقت کر کے انکے پاس آیا اور انکا ہاتھ پکڑ کے عثمانؓ کی خدمت میں حاضر کیا۔ عثمانؓ انکو باعزاز تمام قالین پر بٹھا کر حال دریافت کیا انہوں نے اپنی احتیاج بیان کی فرمایا میں نے اب تک سمجھا نہ تھا کہ تمہاری یہ حاجت تھی اور فوراً وہ حاجت روا کر کے فرمایا کہ جب کبھی تمہیں کچھ احتیاج ہو کہد یا کرو راوی کہتے ہیں کہ وہ عثمانؓ کے پاس رسید ہی عثمان بن ضیف کے پاس آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی سفارش سے پہلے عثمانؓ نہ میری طرف دیکھے تھے نہ میری حاجت کی طرف کہا مجھ سے اتنے تو بات ہی نہیں ہوئی یہ اثر اوسی نماز و دعا کا ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رد و بھیجی اس قسم کا واقعہ درپیش ہوا تھا کہ ایک نابینا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ بصارت اپنی پھر عود کر حضرت نے اسی نماز و دعا کی تعلیم کی چنانچہ وہ شخص فوراً بینا ہو گیا امام بخاریؒ نے قول بدیع بن لکھا ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور امام احمد بن حنبل اور ابن خزیمہ اور حاکم اور بیہقی نے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح اور شرط بخین ہے انشاء اللہ تعالیٰ کے مقام پر

یہ حدیث بعینہ بھی نقل کی جائیگی مقصود یہاں اس قدر ہے کہ اس دعائیں صراحتہ نام  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا لقب کے مذکور ہے حالانکہ ابھی مانعت  
اوسکی ثابت کی گئی ہے۔ جو اب اس اشکال کا امام سخاوی رح نے قول بجمع میں  
دیا ہے کہ وہ دعا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی تھی بعینہ انہیں  
الفاظ کے ساتھ عثمان بن حنیفؓ نے بھی تعلیم کی اس لئے کہ دعاؤں کے  
الفاظ میں تصرف اور کمی و زیادتی نہیں چاہئے اور جانتے تھے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط و جلال ہر مسلمان کے دل میں ہوا کرتی ہے

حیث قال یحتمل ان یکون الصحابی ومن شخا کحو فہم اختصاص ہذا الموطن بما

ارشاد الیہ صلی اللہ علیہ وسلم درای ان الفاظ الدعوات والاذکار لایتصرف

فیہا بالزیادۃ والنقص بل یقتصر فیہا علی النص او لکن فی با و ترقی قلب کل مسلم

من تعظیم البنی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ واللہ الموفق امام سخاوی رح نے

جو لکھا ہے کہ الفاظ دعائیں کمی و زیادتی نہیں چاہئے اسی بنا پر بزرگان میں

اور مشائخ میں رح کے نزدیک جو اعمال و اشغال یا عزائم وغیرہ سینہ بسینہ

چلے آتے ہیں اس میں کمال درجہ کا احتیاط کیا جاتا ہے کہ کمی و زیادتی بالکل

نہونے پائے اور تجربوں سے بھی ثابت ہے کہ اگر ان الفاظ معینہ میں فرق

کر دیا جائے یا بغیر اجازت کے وہ اعمال عمل میں لائے جائیں تو کچھ تاخیر بھی

نہیں ہوتی **الحاصل** اس دعائیں نام مبارک ضرورہ بلا لقب ذکر کیا گیا

ورنہ صحابہ و تابعین جب کبھی نام مبارک کو ذکر کرتے لقب کے ساتھ ذکر کیا کرتے

اسی وجہ سے متاخرین رحمہم اللہ نے مستحسن سمجھا ہے کہ نام مبارک آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا جب لیا جائے خواہ درود شریف میں یا سوائے اس کے  
 لفظ سیدنا کہنا چاہئے خصوصاً حرمین شریفین کے علما و مشائخین کو تو اس میں  
 ہی اہتمام ہے۔ اور چونکہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں ایمان  
 کا مرجع مدینہ منورہ ہی ہوگا کما فی مشکوٰۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیا زرا لی المدینۃ کما تارزاعیۃ الی حجر متفق علیہ  
 اسلئے طالبین حق کو چاہئے کہ جن امور کو وہاں کے علماء دینی حیثیت سے تحسن  
 سمجھتے ہیں اوسین اونکا اتباع کیا کریں۔ یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن  
 شخیر کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفد بنی عامر میں تشریف  
 لگئے اور میں بھی ساتھ تھا میں نے عرض کیا (انت سیدنا) فرمایا السیدنا اللہ  
 تبارک و تعالیٰ۔ ظاہر اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے  
 اس لفظ کو جائز نہیں رکھا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اس موقع میں تو اضاعاً یہ فرمایا  
 ہوگا ورنہ اطلاق اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور دن پر کسی حدیث میں  
 وارد ہے چنانچہ حدیث قوموا الی سیدکم بخاری شریف سے بحث قیام میں ابھی  
 نقل کی گئی۔ اور عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما کو بلفظ سیدنا  
 ذکر کیا چنانچہ کنز العمال میں یہ روایت ہے عن عمر قال ابوبکر سیدنا و عقیق سیدنا  
 یعنی بلال ابن سعد بن خک و انحرطی فی مکارم الاخلاق یعنی عمر رضی اللہ عنہ  
 نے کہا کہ ابوبکر ہمارے سید ہیں اور ہمارے سید یعنی بلالؓ کو آزاد کیا۔ جب  
 اطلاق اس لفظ کا صحابیوں پر جائز ہوا تو سید الانبیاء والمرسلین پر جائز و تحسن  
 ہونے میں کیا کلام خود حضرت فرماتے ہیں کما فی المستدرک للحاکم عن جابر بن

عبد اللہ قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال  
 من انا قلنا رسول اللہ قال نعم ولكن من انا قلنا انت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب  
 بن ہاشم بن عبد مناف قال انا سید ولد آدم ولا فخر قال السحاکم ہذا صحیح الاسناد۔  
 ترجمہ روایت ہے جابر بن عبد اللہ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 منبر پر چڑھے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا میں کون ہوں ہم نے عرض کیا  
 اللہ کے رسول ہیں پھر وہی سوال فرمایا ہم نے عرض کیا آپ محمد بن عبد اللہ  
 بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں فرمایا میں سید اولاد آدم ہوں اور  
 کچھ فخر نہیں کہا حاکم رح نے یہ حدیث صحیح ہے انتہی۔ اور مواہب اللدنیہ اور  
 زرقانی میں ہے و قد روی الترمذی وقال حسن صحیح و احمد ابن ماجہ و صحیح الحاکم  
 عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم  
 یوم القیمہ ولا فخر و فی حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً عند البخاری و مسلم و الترمذی  
 و احمد انا سید الناس یوم القیمہ و فی روایت لیسبقی انا سید العالمین انتہی مختصاً  
 ان احادیث سے سید اولاد آدم بلکہ سید الناس بلکہ سید العالمین ہونا حضرت کا  
 ثابت ہے غرض حضرت کی سیادت اور لفظ سیدنا کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا  
 البتہ اس میں کلام ہو سکتا ہے کہ ہم میں صلاحیت ہے یا نہیں۔ اسی وجہ سے  
 بزرگوں نے کہا ہے نسبت خود بسگت کر دم و لبس منفعل ام ہذا کہ  
 نسبت بسگ کوئے تو شنیدی بے ادبی۔ مگر چونکہ یہ بارگاہِ رحمتہ للعالمین ہے  
 اس لئے امید قوی ہے کہ اس قسم کی بے ادبیوں کا لحاظ نہ ہوگا۔ اب رہا یہ کہ  
 صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ جن درودوں

کی تعلیم حضرت نے کی ہے اور میں لفظ سیدنا نہیں بہر بند تو اذنا یہ لفظ نہ فرمایا ہو  
 مگر تاہم امثال امر اولیٰ ہے اور اسی طرح شیخ السنوی رحمہ اللہ نے لفظ سیدنا کی زیادتی  
 میں اسوجہ سے تردد کیا ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس مسئلہ کی بنیاد  
 اسی پر رکھی ہے کہ امثال امر افضل ہے یا سلوک ادب۔ امام سخاوی رحمہ اللہ نے قول اربع  
 میں اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ادب بلفظ سیدنا شرعاً مطلوب ہے چنانچہ بہ روایت  
 صحیحین ثابت ہے کہ قوموا الی سیدکم خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو  
 جس سے معلوم ہوا کہ اطلاق اس لفظ کا عموماً درست ہے۔ پھر اگر یہ لفظ  
 درود شریف میں زیادہ کیا جاوے تو امثال امر میں کوئی نقصان لازم نہ آئے گا  
 اور ایک ایسے امر واقعی کا بیان ہوگا جس میں ادب ملحوظ ہے اسلئے زیادتی  
 اس لفظ کی افضل ہے۔ قال وقرأت بخط بعض محقق من اخذت عنه مافض  
 ان الادب مع من ذکر مطلوب شرعاً بذکر السید نفی الصحیحین قوموا الی سیدکم  
 اسی سعد بن معاذ و سیادۃ بالعلم والدین وقول المصلین اللہم صل علی سیدنا  
 محمد فیہ الاتیان بما امرنا بہ ذریادۃ الاخبار بالواقع الذمی ہو ادب فہو افضل  
 من ترکہ فیما ینظر من الحدیث السابق وان تردد فی افضلیۃ الشیخ الاسنوی رحمہ اللہ  
 ان فی حفظہ قد یمان الشیخ عزالدین بن السلام نیاہ علی ان الافضل سلوک الادب  
 او امثال الامر واللہ المعین یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر لفظ سیدنا  
 زیادہ کیا جاوے تو امثال امر میں کس قدر فرق لازم آئے گا جسکی وجہ سے  
 صاحب قاموس رحمہ اللہ نے اس لفظ کو ترک کرنا مناسب سمجھا ہے یہ تو ظاہر ہے  
 کہ مقصود درود شریف کے پڑھنے سے یہ ہے کہ بارگاہ ربوبیت میں غاہر کیا جاوے

کہ سیرا لکھنؤ میں صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا گو اور خیر خواہوں میں ہم بھی شریک ہیں  
 درندہ خود حق تعالیٰ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ صلوٰۃ بھیجتا ہو  
 تو یہ اسی دعا و صلوٰۃ کس شمار میں و دوسرا یہ کہ اگر درود دعا ہی ہوتا تو ہر شخص  
 درود پڑھتا درست ہوتا حالانکہ کئی روایتوں سے کراہت اور مانعت او کی  
 ثابت ہے چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے کسی پر درود پڑھنا نہیں چاہئے۔ اور ایسا ہی سفیان ثوریؒ رح بھی اسکو  
 مکروہ سمجھتے تھے۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ رح نے کسی عامل کو لکھا کہ قصہ گو یوں  
 بادشاہوں اور امیروں پر درود بھیجنا ایسا بجا و کیا ہے انکو حکم کر دو کہ صلوٰۃ  
 خاص انبیاء پر پڑھا کرین اور عام مسلمانوں کے حق میں دعا کیا کرین چنانچہ امام  
 سخاویؒ رح نے قول بدیع میں لکھا ہے عن ابن عباسؓ قال ما اعلم الصلوٰۃ یُسبغ  
 علی احد من احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و لکن یدعی المسلمون والسلام  
 اخرجہ ابن ابی شیبہ و اسمعیل القاضی فی احکام القرآن و الصلوٰۃ النبویہ  
 و الطبرانی و البیہقی و سعد بن منصور و عبد الرزاق بلفظ لا یُسبغ الصلوٰۃ من حد  
 علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رجالہ رجال الصرح و قال سفیان الثوریؒ  
 یکرہ ان یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ البیہقی و فی روایۃ اخرجہ  
 ہو و عبد الرزاق ایضا یکرہ ان یصلی الا علی نبی و جاء عن عمر بن عبد العزیز  
 فیما رویناہ فی فضل الصلوٰۃ لاسمعیل القاضی و احکام القرآن لہ من طریق  
 ابن بکر بن ابی شیبہ باسناد حسن ان عمر کتب اما بعد فان ما ساء من الناس  
 قد اتسوا عمل الدنیا بعل الاخرۃ و ان ما ساء من القضا ص قد احدثوا فی الصلوٰۃ



علی خلفاً ہم و امرأہم عدل صلواتہم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جازک کتابی  
 فمرہم ان تکون صلواتہم علی البینین خاصۃ و دعاؤہم للمسلمین عامۃ و یدعوا  
 ماسوی ذلک انتہی اور یہ بھی قول یدیع ہی میں لکھا ہے قال البیہقی <sup>رح</sup> عب  
 حریث ابن عباس د قول النوری بالمنع مانقصہ و انما ارادوا اللہ اعلم اذا کان علی  
 وجہ التکریم عند ذکرہ تجتہ فانما ذلک للبنی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ فاما اذا کان  
 ذلک علی وجہ الدعاء و التبرک فانہ ذلک جائز لغير انتہی نہد عبارتہ فی <sup>شعب</sup> اب  
 و قال نحوہ فی السنن الکبریٰ یعنی بیہقی <sup>رح</sup> نے شعب الایمان اور سنن کبریٰ  
 میں لکھا ہے کہ ابن عباس اور سفیان ثوری <sup>رح</sup> سے غیر انبیاء پر درود دیکھنے کی  
 ممانعت جو مروی ہے مقصود اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بطور تکریم و تہ  
 نہ چاہئے کہ وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اگر بطور دعا و  
 تبرک ہو تو کچھ مضائقہ نہیں انتہی اس سے بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ جو مخصوص آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے وہ صرف دعا نہیں جن کو حضرت کی پہلائی مقصود ہو  
 بلکہ مقصود اس سے ہماری بھلائی ہے اور فائدہ اسکا ہماری ہی طریقت  
 عود کرتا ہے چنانچہ امام فاکہانی <sup>رح</sup> نے فجر المنبر فی صلوٰۃ علی النبی النذیر میں  
 لکھا ہے فان قلت اذا کان اللہ صلی علیہ <sup>رح</sup> فما فائدۃ طلب الحاصل  
 و ایجاد الموجد قلت صلواتنا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادۃ لنا زیادۃ  
 حسنات فی اعمالنا و تزلی البرکات البتۃ فیما التزمہ علینا یعنی اگر کوئی کہے  
 کہ جب حق تعالیٰ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے تو پھر یہ  
 دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ حضرت پر صلوٰۃ بھیجے اس سے کیا فائدہ یہ تو تحصیل حاصل

اور ایجا موجود ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ صلوٰۃ طلب کرنا ہمارے لئے عبادت  
 جس سے اعمال ناموں میں ہماری زیادتی حسانت کی ہووے اور ہم پر برکات  
 نازل ہوں اسی طرح ابن حجر ہیثمی رح نے درمنصفو دین لکھا ہے فان جمیع فائدہ  
 للمصلی لذلالتہا علی وضوح العقیدۃ و خلوص العینۃ و اطہار المحبتۃ و المداد ممتہ  
 علی الطاعۃ و الاحترام للواسطۃ الکریمۃ فی محبتہ لہ و توقیرہ من اعظم شعب الایمان  
 فیہا من ادا شکرہ الواجب علیہا بعلیہا بنجانا من اعظم ذنوبنا بالنعیم  
 المقیم یعنی فایہ درود شریف کے درود پڑھنے والے کیلئے ہیں اسلئے  
 کہ اس سے حسن اعتقاد اور خلوص نیت معلوم ہوتا ہے اور اس امر کا اظہار  
 ہوتا ہے کہ ہم محبت اور طاعت و احترام میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے سرگرم ہیں جو مکرم واسطہ ہیں ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان میں اور  
 اس سے محبت و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیجاتی ہے جو ایک بڑا شعبہ  
 ایمان کا ہے کیونکہ اس سے حضرت کے احسانوں کی شکر گزاری ہوتی ہے  
 جو ہم پر ثابت ہیں انتہی الحاصل مقصود درود شریف سے اپنی بھبودی ہے  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہوں اور دعا گو یوں میں شریک ہو کر  
 مغفرت و نوب کا استحقاق حاصل کریں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اکثر و الصلوٰۃ  
 علی فان صلوٰۃ علی مغفرتہ لذنوبکم الحدیث ابن عساکر عن الحسن بن علی ت ک  
 عن ابی ہریرۃ رواہ فی کنز العمال ترجمہ ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ  
 سے اور ترمذی و حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ  
 فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے زیادہ درود پڑھا اسلئے کہ تمہارا چہرہ درود

پڑھنا تمہارے گناہوں کی مغفرت ہے انتہی جب مقصود یہ ٹھہرا تو جس قدر شرفنا  
 و صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درود شریف میں کیجاوے یہ موقع نہ ہوگی  
 موبد اسکی یہ حدیث شریف بھی ہو سکتی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 انکم تقرأون علی باساکم و یساکم فاحسنوا الصلوۃ علی عبد الرزاق عن مجاہد بن  
 صحیح کذا فی کنز العمال مع ترجمہ مجاہد بن سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ پیش کئے جاتے ہو مجھ پر ناموں اور علامتوں کے  
 ساتھ اس لئے ابھی طرح سے مجھ پر درود بھیجا کر دینا روایت صحیح ہے انتہی حال  
 لفظ سیدنا کی زیادتی میں اس اعتبار سے تو کوئی نقصان نہیں بلکہ  
 من وجہ مقصود کی تائید ہی ہوگی۔ ہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو الفاظ زبان مبارک  
 سے نکلے تھے ان میں فرق پڑ گیا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امثال امرین  
 کوئی بے اعتنائی ہوئی ہو۔ اس لئے کہ جتنے الفاظ کہنے کا ارشاد ہوا تھا اس  
 زیادتی سے ان میں کوتاہی نہ ہوئی۔ اگر کہا جائے کہ خاص اور الفاظ کی  
 برکت اس میں نہ ہوگی تو ہم کہیں گے کہ اس برکت کے لئے وہ الفاظ بعینہا  
 موجود ہیں اگر صرف اس لفظ زاید میں وہ برکت نہیں تو ادب و تعظیم و توقیر  
 جو اس لفظ سے معلوم ہوتی ہے خالی از برکت نہ ہوگی۔ اور اس وجہ سے کہ  
 مقصود اس لفظ سے ادب ہے تو اس کے زیادہ کرنے میں کوئی محل تردد  
 نہیں اس لئے کہ جہاں قطعاً امثال امرین کوتاہی لازم آتی تھی صدیق اکبر اور  
 علی رضی اللہ عنہما نے ادب ہی کو ترجیح دی جس کا حال ابھی معلوم ہوا تو پھر  
 یہاں ادب کے اختیار کرنے میں کیا کلام۔ بادی تاہل یہ بات سمجھیں اسکی ہر

کہ جب حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اولین و آخرین بلکہ تمام  
 عالم کا سرور بنا دیا ہے جسکی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے  
 تو ہم کو بھی چاہئے کہ اس سیادت کا اقرار ہر وقت حق تعالیٰ کے روبرو  
 لینے بحضور قلب کیا کریں جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ خستین  
 حق تعالیٰ کے روبرو عرض کرینگے بلکہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے اوسکا القا ہوگا  
 چنانچہ کنز العمال میں مسند امام احمد اور دارمی اور ابن راہویہ اور حارث  
 اور ابو یعلیٰ اور ابو عوانہ اور صحیح بن جبان وغیرہ کتب حدیث سے ایک حدیث  
 طویل ابو بکر صدیقؓ سے منقول ہے جس میں اوسکی تصریح ہے فیفتح اللہ علیہ  
 شہداءہ فیفتحہ علی بشر قط فیقول اے رب خلقتنی سید ولد آدم ولا فخر الحدیث  
 یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کی اجازت لینے کا قصد فرماینگے  
 اوسوقت حق تعالیٰ ایک ایسی دعا کا الہام حضرت کو فرمایگا کہ کسی کو وہ الہام  
 نہ ہوا ہو عرض کریں گے اے رب تو نے مجھے سرور بنی آدم کا پیدا کیا اور  
 کچھ نفع نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس سے اور ایک بات معلوم ہوگی کہ سیادت حضرت  
 کی تخلیق ہی کے وقت ملحوظ تھی۔ جو لفظ خلقتنی سے ظاہر ہے۔ پہر اس سیادت کا  
 کون انکار کر سکے۔ **الحاصل** لفظ سیدنا سے چونکہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی ذات کی تعظیم مقصود ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے کہا قال تعالیٰ  
 لَمُنْعِنْدُوهٗ وَتَوَقَّرُوْهُ اوسین کسی مسلمان کو کلام کی گنجائش نہیں۔ بطفیل  
 حضرت کے اوس شخص کی تعظیم کی ضرورت ہے جس کا نام محمدؐ ہو جیسا کہ حدیث  
 میں وارد ہے عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم محمداً

فلا تضربوه ولا تخمروه رواہ البزار ترجمہ روایت ہے ابی رافعؓ کہ فرمایا  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اس کو موت مارو  
اور مست محروم کرو انتہی۔ عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اذا سمیتم الولد محمدًا فاکرمہ وادعوا لہ فی المجلس ولا یقوالہ وہا خط ترجمہ  
روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب  
تم کسی لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی بزرگی کرو اور مجلس میں اس کے لئے  
جائے کشادہ کرو اور مست کرو اس کی خدمت اور توہین انتہی عن جابرؓ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم محمدًا فلا تخبیوہ ولا تخمروہ و  
تقجبوہ بورک فی محمد و فی بیت فیہ محمد و مجلس فیہ محمد رواہ الدیلمی ترجمہ  
جابرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو  
اس کو بے نصیب اور محروم مت کرو برکت و گہنی ہے محمد میں اور اس گھر  
میں جس میں محمد ہوا اور جس مجلس میں محمد ہوا انتہی عن انسؓ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سمون محمدًا ثم تسبونہ رواہ عبد بن حمید ترجمہ روایت ہے  
انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ نام محمد  
رکھتے ہو پھر اس شخص کو گالیان دیتے ہو عن انسؓ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سمون اولادکم محمدًا ثم تلعنونہم البزاج کہ ترجمہ روایت ہے  
انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی اولاد کا نام محمد رکھو  
پھر ان پر لعنت کرتے ہو انتہی یہ پانچوں روایتیں کنز العمال میں ہیں۔  
الحاصل ان روایتوں سے ثابت ہے کہ علاوہ نام مبارک کی بزرگی کے

جس شخص کا وہ نام رکھا جائے اس شخص کی بزرگی اور اس سے ادب کرنا  
 ضرور ہو جاتا ہے۔ اب بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس نام والے کی  
 بزرگی کیوں کیجائے اگر نام کی توہین کا لحاظ ہے تو صرف نام لیکر بدگوئی کرنا  
 ممنوع ہوتا تاکہ ایہام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ہو جیسا کہ عمر کے ارشاد کو  
 معلوم ہوتا ہے عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال نظر عمر بن الخطاب الی ابی عبد الحمید  
 وکان اسمہ محمدًا ورجل یقول لہ فعل اللہ بک وفعل وجعل یسبہ فقال عند ذلک  
 یا ابن زید اذن منی الا اری محمدًا یسب بک واللہ لاندعی محمدًا وامت حیا  
 وسماء عبد الرحمن ثم ارسل الی بنی طلحہ وسم یوسفہ سبۃ اکبرہم وسمیدہم محمد  
 بن طلحہ فاراد ان یغیر اسمہ فقال محمد بن طلحہ یا امیر المؤمنین اللہک اللہ ان  
 سمائی محمد الا محمد فقال عمر قوموا فلا سبیل الی شئ ساء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن  
 سعد حم و ابو نعیم فی المعرفہ ذکرہ فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے عبد الرحمن  
 بن ابی لیلی سے عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص ابی عبد الرحمن کو جھکا  
 نام محمد تھا سخت ست کھ رہا ہے او کو اپنے نزدیک بلایا اور فرمایا کہ میں  
 دیکھتا ہوں کہ محمد تمہاری وجہ سے گالیان دے جاتے ہیں قسم ہے خدا تعالیٰ  
 کی آج سے تم بنام محمد کبھی نہ پکارتے جاؤ گے اور ان کا نام عبد الرحمن رکھ دیا  
 پھر فرزدان طلحہ کو بلوائے بنہین بڑے فرزند کا نام محمد تھا اس غرض سے  
 کہ اونکا بھی نام بدل دین محمد بن ابی طلحہ نے کہا کہ خدا کے لئے آپ یہ کیا کرتے ہو  
 خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام محمد رکھا ہے فرمایا جب حضرت نے یہ  
 نام رکھا ہے تو اس کے بدلنے کی کوئی سبیل نہیں اور او کو اجازت تھی

اگرچہ بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد کا گالیان دے جانا ناگوار تھا  
 مگر اصل واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس شخص نے نام لیکر گالیان نہیں دیں  
 جس میں شائبہ تو یہیں نام کا ہوتا اور اس نے تو خطاب کر کے فعل اللہ تک فعل  
 کہا تھا نہ یہ کہ فعل اللہ مجھ و فعل اگر باوجود اونکی حضوری کے نام لیکر یہ کہتا  
 تو عمر رضی اللہ عنہ بے سزا دے، و سکو کبھی نہ چوڑتے بہر حال عمر رضی اللہ عنہ  
 بھی لال چڑھا سو اس شخص ہی کی توہین سے ہوا اور مذکورہ احادیث سے  
 بھی ثابت ہے کہ اس نام والے کی تعظیم و توقیر چاہئے کیونکہ اسکو مجلس میں  
 کشادہ جگہ دینا اور محروم نہ کرنا ذات سے متعلق ہے نام سے ان امور کو کچھ  
 تعلق نہیں۔ نہیں معلوم اس قدر شرافت اس شخص کی ذات میں کہاں ہو گئی  
 کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ ذات میں سرایت کر جائے وہ تو ایک لفظ ہے  
 جو زبان پر جاری ہوتا ہے سچی سے اسکو کیا علاقہ پھر اس نام کی شرافت عقلاً  
 ثابت ہونا دشوار ہے جب خود اس نام کی شرافت ثابت نہ ہو سکے تو دوسرے شخص  
 اس نام کی وجہ سے کیونکر مشرف و مکرم ہو سکے گا۔ مگر چونکہ اسباب میں صراحت  
 حدیث میں وارد ہو گئیں تو اہل ایمان سے پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ارشاد کے  
 مقابلہ میں عقل کی سینیں ایمان تو اس کا نام ہے کہ جو کچھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا اسکو مان لیا پھر اگر وہ مطابق عقل کے بھی ہو تو فیہا در نہ عقل کو اس  
 ارشاد کے آگے قربان کر دیا۔ غرض کہ کسی چیز پر متبرک نام آنے کی وجہ سے  
 اسکا مکرم ہونا شائع علیہ السلام کے ارشاد سے ثابت ہے اب نام مبارک  
 کی برکت کو دیکھئے و فی الحکمۃ لابی نعیم عن وہب بن منبہ قال کان بل علیہ

مائے سنتہ ای فی بنی اسرائیل ثمرات فاخذوه فالتوه فی مزبلة فادھی اللہ تعالیٰ  
 الی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اخرجہ فصل علیہ قال یارب ان بنی اسرائیل  
 شہدوا انہ عصاک مائے سنتہ فادھی اللہ الیہ کہذا الا انہ کان کلما انشر التورۃ  
 ونظر الی اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ ووضعه علی عینہ فشرکت لہ ذلک  
 وغفرت لہ وزوجتہ سبعین حورا انتہی ذکر وہ فی سیر الحلیی ترجمہ وہیب بن  
 منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گناہگار تھا  
 جس نے سو برس تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ جب اوسکا انتقال ہوا تو  
 اوسکو لوگوں نے کسی مزیلیہ میں پہنکدیا جہاں بچا ست ڈالی جاتی تھی۔  
 ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اوس شخص کو وہاں سے نکال لاؤ  
 اور اوس پر نماز پڑھو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب بنی اسرائیل  
 گواہی دیتے ہیں کہ وہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا۔ ارشاد ہوا  
 یہ سچ ہے لیکن اوسکی عادت تھی کہ جب توریت کو کہوتا اور محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے نام کو دیکھتا تو بوسہ دیکر اوسکو آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا اس  
 میں نے اوسکی شکر گزاری کی اور اوسکو بخش دیا۔ اور نثر حورین اوس کے  
 نخل میں دین انتہی۔ اب یہاں کس کس چیز کا بیان کیا جائے اگر اون بزرگوں  
 کی بیباکی کو دیکھئے تو موسیٰ علیہ السلام کے سے بنی کے وقت میں خمسہ بھر  
 نافرمانی کر کے ایمان سلامت لیجانا بغیر کسی تائید باطنی کے ایک امر خطرناک  
 اور اگر خوش اعتقاد می کو سوچئے تو باوجود اوس ظاہری بیگانگی اور مخاصی  
 کبھی یہ خیال نہ کیا کہ ایسے علون کے ساتھ اس قسم کے ادب سے کیا ہوگا



اور اگر سابقہ ازلی کی طرف نظر پڑ جائے تو کیا مقبول ذریعہ قائم کیا گیا کہ سو برس کے گناہ ایک طرف رکھے رہے اور اس سے وہ کام نکال لایا گیا کہ تمام عمر کی جان فحشانی سے نکلنا دشوار ہو۔ اگر اس ادب کی وقعت کا خیال کیا جائے تو حق تعالیٰ کو غضب میں لانیوالے عمر بہر کے اعمال پر تفت کر کے سب کو بخشوالینا اسی کا کام تھا۔ غرض کہ جب ادب کا یہ رتبہ ہو کہ گزشتہ امت والوں کو اس خوبی کے ساتھ سرفراز کر اویں تو ہم خاص غلاموں کو اس سے کس قدر توقع رکھنا چاہئے۔ اسپر بھی اگر ہم نام مبارک کو دیکھ کر اور شکر کبھی بوسہ نہ لیں تو اتنا تو ضرور چاہئے کہ حق تعالیٰ سے اس کی توفیق طلب کیا کریں۔ اگر فضل الہی شامل حال ہوا اور ہم لوگ حضرت کا نام مبارک شکر تقبیل کیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ برکات دارین کے مستحق ہو سکتے ہیں چونکہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں مختلف فیہ ہو رہا ہے اسلئے کسی قدر اس میں بحث کیجاتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ اہل انصاف کو اس سے خطا و فریب نصیب ہوگا۔ تفسیر روح البیان میں قہستانی کی شرح کبیر اور محیط۔ اور علی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب موزن اشہدان محمد رسول اللہ ہے تو سننے والے کو مستحب ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یاد کرے اور دوسرے بار میں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے اور قرۃ عینی یا رسول اللہ کہریہ دعا پڑھے اللہم متعنی بالسمع والبصر۔ اور محیط میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک موزن سے شکر انگوٹھوں کے ناخن اپنے آنکھوں پر رکھے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام

جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے مشتاق ہوئے حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کو انکے دونوں ابہام کے ناخون میں جلوہ کر فرمایا انہوں نے اوپر بوسہ دیکر اپنی آنکھوں پر بلا پس یہ سنت انکی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبریل علیہ السلام نے یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا حضرت نے جو شخص اذان میں یہ انا نام سنے اور انگوٹھوں پر بوسہ دیکر اپنی آنکھوں پر ملے تو کبھی اندہا نہوگا۔ پوری عبارت تفسیر روح البیان کی یہ ہے قال القہستانی

فی شرحہ البکیر نقل عن کنز العباد اعلم انہ یحب ان یقال عند سماع الاولی

من الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ

عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللہم تعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الالبان

علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کیون قائداً لہ الی الختہ انتہی (قال بعضهم)

نیشیت ابہامین بر چشم مالیدہ این دعا بخواند۔ اللہم تعنی الخ و در صلوات

نجمی فرمود کہ ناخن ہر دو ابہام را بر چشم ہند بطریق وضع نہ بطریق مد و محبط

آوردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ مسجد درآمد و نزدیک ستون نشست

و صدیق رضی اللہ عنہ و برابران حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ عنہ

برخواست و باذان اشتغال فرمود چون گفت اتہدیان محمد رسول اللہ ابو بکر

رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ گفت قرۃ عینی

بک یا رسول اللہ چون بلال رضی اللہ عنہ فارغ شد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فرمود کہ یا ابابکر ہر کہ بکند چنین کہ تو کردی خدا بیا مزد گناہان جدید و قدیم

اور اگر بعد بوده باشد و گریختا و حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی المکی  
 رفع الله درجته در قوت القلوب روایت کرده از این عینیہ رحمہ اللہ کہ حضرت  
 پنجم علیہ الصلوٰۃ والسلام سجد در آمد و رو بہ محرم و بعد از آن کہ نماز جمعه  
 ادا فرموده بود نزد یک اسطوانہ قرار گرفت و ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطہر  
 ابہا میں چشم خود را مسح کرد و گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ و چون بلال  
 رضی اللہ عنہ را اذان فراموشی روئے نمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرمودہ کہ اے ابابکر ہر کہ گوید آنچه تو گفتی از روئے شوق بقاء من  
 و بکند آنچه تو کردی خداے در گذار و گناہان ویرا آنچه باشد نو و کهن خطا و  
 عمد نہان و آشکارا و من در خواستگیم حرایم ویرا و در مضمرات برین وجہ  
 نقل کردہ۔ و فی قصص الانبیاء و غیرہ ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین کان فی النجۃ فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ہو من صلیک  
 ویظہر فی آخر الزمان فسال لقاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین کان فی النجۃ  
 فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ فجعل اللہ النور المحمدي فی اصبعہ المبتعہ من یدہ الیمنی  
 فبیع ذلک النور فلذلک سمیت تلک الاصبع مبعۃ کما فی الروض الفائق  
 و اظهر اللہ تعالیٰ جمال حبیبہ فی صفات ظہری ابہامیہ مثل المرآۃ تقبل آدم  
 ظہری ابہامیہ مسح علی عینیہ فصارا صلا لذریۃ فلما اخبر جبریل النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم بذلہ القصۃ قال علیہ السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل  
 ظہری ابہامیہ مسح علی عینیہ لم یعمأ قال الامام السخاوی فی المقامات  
 ان ہذا الحدیث لم یصح فی المرفوع و المرفوع من الحدیث ہو ما اخبر الصحابی عن

قول رسول اللہ علیہ السلام و فی شرح الیما فی دیکرہ تعقیل الظفرین و وضعها علی  
 العینین لانہ یرد فیہ حدیث الذی فیہ تصحیح انتہی۔ یقول الفقیر قد صرح  
 عن العلماء بتجذیرہ لاخذ بالحديث الضعیف فی العمیات فیکون الحديث المذكور  
 غیر منوع لا یتلزم ترک العمل بمضمونہ وقد اصاب القہستانی فی القول باستحسان  
 و کفانا کلام الامام المکی فی کتابہ فانہ قد شہد الشیخ السہروردی رحمہ فی  
 عوارف المعارف بوفور علمہ و کثرة حفظہ و قوۃ حالہ و قبل جمیع اوردہ فی کتاب  
 قوت القلوب و شد در ارباب الحال فی بیان الحق و ترک الجدل انتہی  
 اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے حدیث صحیح العینین  
 بباطن انملکتی السبائین بعد تعقیبہا عند سماع قول الموزن اشہدان محمد  
 رسول اللہ مع قولہ اشہدان محمد عبدہ و رسولہ رضیت باللہ بعدا لاسلام  
 دینا و محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث  
 ابی بکر الصدیق انہ لما سمع قول الموزن اشہدان محمد رسول اللہ قال ہذا و  
 قبل باطن الاکتین السبائین مسح عینہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم بن فعل  
 مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ولا یصح و کذا ما آوردہ ابوالعباس  
 احمد بن ابی بکر الرود الیما فی المنصوف فی کتابہ موجبات الرحمة و عزائم النفرة  
 بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ من قال حين یسبح  
 الموزن یقول اشہدان محمد رسول اللہ مر جا جیبی و قرۃ عینی محمد بن عبد  
 صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقبل ابیہا یدیکلہا علی عینی لم یرد ابداتہم روى  
 بسند قیہ من لم اعرفہ عن اخیه الفقیہ محمد بن الباہانیا حکى عن نفسه انہ نہبت

يسبح فوقت منه حصاة في عينيه واعياه خروجا والمتة اشده الالم وانه لما سمع  
الموزن يقول اشهد ان محمدا رسول الله قال ذلك فخرت الحصة فمحن  
قال الرداد وهذا السير في جنب فضائل الرسول صلى الله عليه وسلم وحكي  
الشمس محمد بن صالح المدني اماها وخطيبها في تاريخه عن المجدا احد القداماء  
من المصريين انه سمعه يقول من صلى على النبي صلى الله عليه وسلم اذا سمع  
ذكره في الاذان وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلها ومسح بها عينيه  
لم يربدا قال ابن صالح وسمعت ذلك ايضا من الفقيه محمد بن الرزدي  
عن بعض شيوخ العراق او الحجاز انه يقول عند المسح عينه صلى الله عليه  
يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا قرة عيني وقال لي  
كل منها منذ فعلته لم ترد عيني قال ابن صالح وانا والله الحمد والشكر منذ سمعت  
منها استعملته فلم ترد عيني وارجوان عافيتها تدوم واني اسلم من العي انتشار الله  
قال وروى عن الفقيه محمد بن سعيد النخولاني قال اخبرني الفقيه العالم ابو الحسن  
علي بن محمد بن حديد الحسيني اخبرني الفقيه الزاهد البلال عن الحسن عليه السلام  
انه قال من قال حين يسمع الموزن يقول اشهد ان محمدا رسول الله من جنابيه  
وقرة عيني محمد بن عبد الله صلى الله عليه وسلم ويقبل ابهاميه ويجعلها على  
عينيه لم يعم ولم يرد وقال الطائوسي انه سمع من الشمس محمد بن ابي نصر البخاري  
خواجه حديث من قبل عند ساعده من الموزن كلمة الشهادة ظفري ابهاميه وسهما  
على عيني وقال عند المس اللهم اخطأ حدثي ونورها ببركة حدثي محمد رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ونورها لم يعم ولا يصح في المرفوع من كل هذا شي انتقل

ترجمہ روایت کی دلیلی ح نے فردوس میں کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
 موزن سے اشہدان محمد رسول اللہ سنتے تو کہتے اشہدان محمد عبدہ و رسولہ  
 رضیت باللہ رباً وبالاسلام دینا و ب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا اور بوسہ دیتے  
 کلمہ کی انگلیوں کے باطن پر اور ملتے اونکو اپنی آنکھوں پر اور کہا اونہوں  
 نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی کرے جیسا کہ کیا  
 خلیل نے میرے تو ثابت ہوگی اوس کے لئے شفاعت میری۔ لیکن یہ حدیث  
 درجہ صحت کو نہیں پہنچتی اور ایسا ہی روایت جسکو ابو العباس احمد  
 بن ابی بکر الرود الیہانی نے کتاب موجبات الرحمة و عزائم المغفرة میں  
 علیہ السلام سے ذکر کیا ہے کہ جو شخص موزن سے اشہدان محمد رسول اللہ  
 سکر مر جا بھیجی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے پر بوسہ دے  
 اونکو ٹھون پر اپنے اور کہے اونکو آنکھوں پر تو اسکی آنکھوں میں رمد کی ہاری  
 کبھی نہوگی۔ اس حدیث کی روایت میں بعض مجاہل ہیں اور انقطاع بھی ہے  
 پھر روایت کی ابو العباس ح نے اپنے بھائی نقیہ محمد بن ابی بکر سے کہ کیا  
 سخت ہوا چلی جس سے ایک کنکری اون کی آنکھ میں گری بہتیرا اونکو نکالا  
 نہ نکلی اور شدت سے آنکھ میں درد ہونے لگا جب موزن سے اشہدان محمد  
 رسول اللہ سنا حدیث مذکور پر عمل کیا فوراً آنکھ سے کنکری نکل پڑی رداد  
 کہتے ہیں کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیلتوں کے مقابلہ میں  
 بہت کم ہے۔ اور شمس محمد بن صالح مدنی اپنی تاریخ میں مجروح سے جو قدام  
 مصر میں سے ہیں حکایت کرتے ہیں کہ جو شخص نام مبارک آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا اذان میں سکندر دوڑ پڑا اور انگشتان شہادت اور انگلوٹھو نکد  
 جمع کر کے اون پر بوسہ دیا۔ پہرے کے درون آنکھوں پر تو مرضِ رمیدہ بھی  
 مبتلا نہوگا۔ ابنِ صانع نے کہہ دیا کہ نقیہ محمد بن الرزندی سے بھی مینے  
 ایسا ہی سنا ہے لیکن وہ روایت کرتے تھے بعض شیوخ عراق سے کہ  
 آنکھوں پر انگلوٹھے لگانے سے آنکھیں تھک جاتی ہیں یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب  
 قلبی و یا نور بصری و یا ذرۃ عینی ابنِ صانع کہتے ہیں کہ وہ دونوں شیخ کہتے تھے  
 کہ جب سے ہم نے یہ شروع کیا ہے ابھی ہمیں آشوب چشم نہوا اور الحمد للہ  
 جب سے میں نے سلسلے میں بھی عمل اور ہرجاری ہے اور مجھے بھی کبھی  
 آشوب چشم نہوا۔ **الحاصل** دین میں ادب کی نہایت ضرورت ہے۔ اور  
 جس کسی کی طبیعت میں گستاخی اور بے ادبی ہو ضرور ہے کہ تین تین اسکے  
 کچھ نہ کچھ علت ہوگی۔ سبب اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب شیطان نے  
 آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں گستاخانہ اناخیر منہ کہا اور ابدالاباد کے لو  
 مرد و بارگاہ کبریائی ٹھہرا اوس وقت سے آدمیوں کی عداوت اوس کے  
 دل میں جمی اور اونکی خرابی سے درجے ہو اگلا قال و لا غفر لکم **اچھ** کلائے  
 اقسام کی تدابیر سوچیں مگر اس غرض کو پوری کرنے میں اوس سے بہتر  
 کونسی تدبیر ہو سکتی تھی جس کا تجربہ خود اوسی کی ذات پر ہو چکا تھا۔ یعنی  
 دعویٰ انانیت اور ہمہ سری بزرگان دین۔ جب دیکھا کہ گستاخی اور بے ادبی  
 کو مرد و دہانے میں نہایت درجہ کا اثر و کمال ہے اس لئے ان آنکھوں  
 الا بقیہ مثلنا کی عام تعلیم شروع کر دی چنانچہ ہر زمانہ کے کفار انبیاء علیہم السلام

کے مقابلہ میں بھی کہا گئے اب اس کلام کو دیکھیے تو اس میں بھی وہی بات ہے  
 جو ان اخیر میں تھی۔ اور اگر کسی قدر فرق ہے تو وہ بھی بموقع نہیں کیونکہ  
 تابع و متبوع کی ہمتوں میں اتنا فرق ضرور ہے جس پر تفاوت درجات و درجہ کا  
 مرتب ہو۔ غرض کہ انبیاء علیہم السلام نے ہزار ہا معجزہ دکھائے مگر کفار  
 کے دلوں میں ان کی عظمت اوس نے جتنے ندی پہر جن کو گون نے اونکی  
 عظمت کو مان لیا اور مسلمان ہوئے ان سے کسی قدر اوسکو مایوسی ہوئی  
 کیونکہ ان سے تو وہ بیباکی نہیں ہو سکتی تھی جو کفار سے ظہور میں آئی۔  
 یہاں اس فکر کی ضرورت ہوئی کہ کوئی ایسی چیز دکھائی جائے جو دین میں بھی  
 محمود ہو آخر یہ سوچا کہ راست گوئی کے پردہ میں یہ مطلب حاصل ہو سکتا ہو  
 بس یہاں سے دروازہ بے ادبی کا کھول دیا۔ اب کیسی ہی ناشائستہ  
 بات کیون نہو اس لباس میں آراستہ کر کے احمقوں کے فہم میں ڈال دیتا  
 اور کچھ ایسا بے وقوف بنا دیتا ہے کہ راست گوئی کی دہن میں نہ اونکو کسی  
 بزرگ کی حرمت و توقیر کا خیال رہتا ہے نہ اپنے انجام کا اندیشہ چنانچہ کسی  
 بیوقوف نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جو یہ مال بیٹھے  
 ہیں اوس میں عدل و انصاف کیجئے چنانچہ بخاری شریف میں ہے عن ابی  
 سعید الخدری رضی اللہ عنہ انہ قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 وهو یقیم قسما اذا اتاہ ذوا الخویصرۃ و هو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ  
 اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم  
 اکن اعدل فقال عمر یا رسول اللہ انک انک فیہ فاحرب عنقہ فقال دعه



فان له اصحابا يحقر احدكم صلواته مع صلواتهم وصياهم مع صياهم يقرءون القرآن  
 لا يجاوزون تراقيمهم يقرءون من الدين كما يقرء السهم من الرمية ينظر الى نصله  
 فلا يوجد فيه شئ ثم ينظر الى رصافه فلا يوجد فيه شئ ثم ينظر الى نصيته وهو قدح  
 فلا يوجد فيه شئ ثم ينظر الى قدوه فلا يوجد فيه شئ قد سبق الفرس والدم تيم  
 رجل اسود احدى عضديه مثل ندى المرأة او مثل البضعة تدرور فيخرج  
 حين فرقة من الناس قال ابو سعيد فاشهد اني سمعت هذا الحديث من النبي صلى الله عليه وسلم  
 صلى الله عليه وسلم واشهد ان علي ابن ابى طالب قاتلهم وانا معه فامرنك  
 الرجل فالتمس فاني به حتى نظرت اليه على نعت النبي صلى الله عليه وسلم الذي  
 ترجمه روايت ہے ابو سعيد خدری سے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ  
 ذوالخویصر آیا جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے حضرت نے  
 فرمایا تیری خرابی ہو جب میں ہی عدل نہ کروں تو پہر کون کرے گا اور جب  
 میں نے عدل نہ کیا تو تو محمد ام اور بے نصیب ہو گیا۔ عمرؓ نے عرض کی  
 یا رسول اللہ حکم دیجئے کہ اسکی گردن ماروں۔ فرمایا جانے دو۔ اوسکے  
 زلفا ایسے لوگ ہیں کہ اذنی نماز اور روزوں کے مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز  
 و روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لکن اون کے گلے کے  
 نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے  
 کہ باوجودیکہ اوس جانور کے پیٹ کی الایش و فون میں سے پار ہوتا ہے  
 مگر نہ اوس کے پچان میں کچھ لگا ہوتا ہے۔ نہ اوس کے بدن میں جس سے

پیکان باندھا جاتا ہے۔ نہ لکڑی مین نہ پر مین۔ نشانی اونکی یہ ہے کہ اونمین  
 ایک شخص سیہ فام ہوگا جسکی ایک بازو مثل عورت کی پستان کے امثل  
 گوشت پارہ کے حرکت کرتی ہوگی۔ وہ لوگ اوسوقت نکلیں گے۔ جبے کوئین  
 تفرقہ ہوگا۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ مین گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو مینے  
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں  
 کہ علی کرم اللہ وجہہ نے اون لوگوں کو قتل کیا اور مین بھی علی کے ساتھ تھا  
 انہوں نے بعد فتح کے حکم کیا کہ اوس شخص کی تلاش کیجائے جسکی خبر حضرت  
 نے دی تھی چنانچہ جب اوسکی لاش لائی گئی دیکھا مین کہ جہنی نشانیاں  
 اوسکی حضرت نے کہی تھیں سب اوسمین موجود تھیں انتھی الحاصل  
 شیطان نے اوس احمق کے ذہن مین یہی جمایا کہ عدل بیشک عہدہ ہے  
 اگر صاف صاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوس بارہ مین کہدیا جاوے  
 تو کیا مضائقہ۔ اوس بیوقوف نے یہ نہ خیال کیا کہ بات تو چھوٹی ہے۔ مگر  
 بہ نسبت شان نبوی کتنی بڑی ہے ادبی ہوگی اور انجام اوسکا کیا ہوگا چنانچہ  
 اسی بے ادبی پر واجب القتل ہو گیا تھا مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو منظور تھا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے اپنے تمام ہم مشربوں کے ساتھ  
 مارا جائے اسلئے باوجود عمر کی درخواست کے اوسوقت اغاض فرمایا چنانچہ  
 اس حدیث سے ظاہر ہے عن بیط بن شریط قال لما فرغ من قتال اهل النهروان  
 قال قتلوا القتلى فقبلناهم حتى خرج في آخرهم رجل اسود على كتفه مثل  
 حلقة الندي فقال علي الله اكبر والله ما كذبت ولا كذبت كنت مع النبي

صلی اللہ علیہ وسلم وقد قسم فیما فجار ہذا فقال یا محمد اعدل فواللہ ما عدت منذ انزلت  
 فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثک اثمک ومن یعدل علیک اذالم اعدل  
 فقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ الا اقمک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 لا دعه فان لم یقتله فقال صدق اللہ خط کذا فی کنز العمال ترجمہ و آیت  
 ہے بنیٹ ابن شریط سے کہ جب فارغ ہوئے علیؑ اہل نہروان کے قتل سے  
 کہا کشتون میں اوس شخص کو تلاش کرو جب ہمیں خوب دھڑا تو سب کے  
 آخر میں ایک شخص سیہ نام نکلا جسکی شانہ پر ایک گوشت پارہ مثل رستہ بان  
 کے تھایہ دیکھتے ہی علیؑ نے کہا اللہ اکبر قسم ہے خدا کی نہ مجھے جھوٹی خبر  
 دیگی نہ میں اوسکا مرتکب ہوا ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
 تھے اور حضرت غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا ا  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم عدل کیجئے کہ آج اپنے عدل نہیں کیا حضرت نے فرمایا  
 تیری ماں تجھ پر رو دی جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کر گیا عمرؓ نے  
 عرض کی یا رسول اللہ کیا اسکو قتل نہ کروں فرمایا نہیں چھوڑ دو اسکو قتل  
 کر نیوالے کوئی اور شخص ہیں۔ علیؑ نے یہ کہہ کر کہا صدق اللہ انکھے۔  
 اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے  
 کہ اوسکی لاش سب لاشوں کے نیچے تھی۔ اب دیکھئے کہ اوس ایک گستاخی  
 نے اوس شخص کو کہاں پہونچا دیا اور وہ کثرت عبادت اور ریاضت اوسکی  
 کس کام پر آئی جسکی تصریح اس حدیث میں ہے عن ابی ہریرۃ قال اتی  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدنا یرفعہل یقسمہا وغندہ رجل اسود مظلوم

الشعر علیہ ثوبان ابيضان بین عینیہ اثر السجود وکان یتعرض لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعطہ فاما ہ فرض من قبل وجہ فلم یعطہ واما ہ من قبل یمینہ فلم یعطہ شیئاً  
 ثم اتاہ من قبل شمالہ فلم یعطہ شیئاً ثم اتاہ من خلفہ فلم یعطہ شیئاً فقال یا محمد عدلت  
 منذ الیوم فی القسمۃ فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضباً شديداً ثم قال  
 واللہ لا تجدون احداً عدل علیکم منی ثلاث مرات ثم قال یتخرج علیکم رجال من  
 قبل المشرق کان ہذا منہم کذا یقرؤن القرآن لا یجادز تراقیمہم یمرقون من الدین  
 کما یمرق السہم من الرمیۃ ثم لا یعودون الیہ و وضع یدہ علی صدرہ سیما الہم یخلق  
 لا یزالون یخرجون آخرہم مع المسیح الدجال فاذا راہتموہم فاقلوہم ثلاثا سلم  
 شر الخلق و الخلیفۃ لیلوہا ثلاثا حم و ابن جریر طب ک کذا فی کنز العمال  
 ترجمہ روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ کہین سے دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے پاس آگئے تھے اوسکو تقسیم فرمانا شروع کیا اور حضرت کے پاس ایک شخص  
 سیہ فام تھا سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا جس کے دونوں  
 آنکھوں کے بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا چاہتا تھا کہ حضرت کچھ عنایت فرمائیں  
 مگر کچھ نہ دیا۔ ردبرو اگر سوال کیا کچھ عنایت نہ فرمایا واپسے طرف سے آکر  
 سوال کیا جب بھی کچھ نہ ملا بائیں طرف سے آکر بائیں کچھ نہ ملا پیچھے سے آکر  
 سوال کیا جب بھی کچھ نہ پایا کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج اپنے تقسیم  
 میں عدل نہ کیا حضرت اس بات سے نہایت خفا ہوئے اور شدت غضب  
 میں تین بار فرمایا خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کر نیوا لا تم کسی کو نہ پاؤ گے  
 پہر فرمایا یہ اون لوگوں سے ہے جو تم پر مشرق کے طرف سے مہلکین گے وہ قرآن

پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیگا  
 جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے پہرہ لوٹیں گے دین کی طرف اور حضرت  
 نے دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا نشانی اونکی یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا  
 کریں گے۔ ہمیشہ وہ لوگ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہونگے  
 بہترین بار فرمایا کہ جب تم اونکو دیکھو تو قتل کر ڈالو وہ لوگ تمام مخلوقات  
 بدترین یہ جلتہ میں بار فرمایا روایت کیا اسکو امام احمد اور نسائی اور ابن جریر  
 اور طبرانی اور حاکم نے انتہی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت  
 عابد تھا کہ کثرت صلوٰۃ سے پیشانی میں اوس کے گٹھا پڑ گیا تھا۔ غرض کہ  
 ان احادیث میں تامل کرنے کے بعد ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ باوجود کثرت  
 عبادت اور ریاضت شاقہ کے وہ شخص اور اوس کے ہم خیال جو واجب القتل  
 اور بدترین مخلوقات ٹھہرے وجہ اوسکی سوائے بے ادبی اور گستاخ طبعی  
 کے اور کوئی نہ نکلتے گی۔ اب اوس قوم کا حال سنئے جسکی نسبت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس بے ادب کے اصحاب فرمایا ہے۔ ابن اسیر نے  
 تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ ابتدا اس گروہ میں خوارج کی یہ ہوئی کہ جب حضرت  
 علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہؓ میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں طرفین سے ہزار ہا  
 صحابہ اور تابعین شہید ہوئے آخر یہ ٹھہرا کہ دونوں طرف سے وہ شخص معتد  
 قرار پائیں جو موافق کتاب و سنت کے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ لڑائی  
 موقوف ہو اور باہمی جھگڑے مٹ جائیں چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ کی طرف  
 سے ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اور معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ مقرر

ہوے اور طرفین سے عہد نامہ لکھا گیا۔ پھر اشعث بن قیس اس کاغذ کو لیکر ہر  
 قبیلہ میں سنا، اور اس کا اشتہار دینا شروع کیا جب قبیلہ بنی تمیم میں پہنچا  
 عروہ بن اویہ تمیمی نے سنکر کہا کہ اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم نہ آتے ہیں  
 سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا یہ کہہ کر اشعث بن قیس کے سواروں  
 کے جانور کو تلوار ماری اور اسپر سخت جھگڑا ہوا جب علیؑ کو یہ خبر پہنچی  
 فرمایا بات تو سچی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے۔ اگر وہ لوگ سکوت کریں  
 تو ہم اون پر مصیبت ڈالیں گے اور اگر گفتگو کریں تو اون پر دلیل قائم کرینگے  
 اور اگر مقابل ہوں تو ہم اون سے لڑینگے یہ سنتے ہی یزید بن عاصم محاربہ  
 اٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے  
 جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے یا اللہ پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے کہ اپنے دین  
 میں ونازت اور کم ہمتی کو عمل میں لا دین کیونکہ اوس میں ممانعت ہے اللہ  
 کے امر میں اور ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غصہ کی طرف لیجاتی ہے۔ اڑی  
 کیا ڈراتے ہو تم ہکو قتل سے آگاہ رہو قسم ہے اللہ کی میں امید رکھتا ہوں  
 کہ مارینگے ہم نکو تلوار و نکی دھار سے تب تم جانو گے کہ ہم میں سے کون مستحق  
 عذاب ہے پھر وہ اور اسکے بھائی نکلے اور خراج کے ساتھ مل گئے اس طرح  
 روز بروز جمعیت اونکی بڑھتی چلی ایک روز سب عبداللہ بن وہب ابسی  
 کے گھر میں جمع ہوئے اور اس نے خطبہ پڑھا جس میں دنیا کی بے ثباتی اور  
 خواہش دنیا کی خرابیاں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت  
 بیان کی۔ پھر کہا کہ اس شہر کے لوگ ظالم ہیں ہمیں ضرور ہے کہ پہاڑوں یا

دوسرے شہروں کے طرف نکل جائیں تاکہ ان گمراہ کرنیوالی بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت ہو جائے۔ اوس کے بعد حروفص ابن زبیر کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا کہ لوگو متاع اس دنیا کی بہت تھوڑی ہے اور جدائی اس سے قریب ہے۔ کہیں زینت اور تازگی اوسکی تمہیں اوسی میں مقام کرنے پر آمادہ نہ کرے اور طلب حق اور انکار ظلم سے نہ پھرے اور یہ آیت پڑھی

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ اس خطبہ کے بعد حمزہ ابن سنان اسدی نے کہا کہ قوم راسی وہی ہے جو تم نے سوچی ہے مگر اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک شخص مقرر ہو جو متولی تمامی امور کا ہو سکے سب نے زید بن حصین طائی پر اتفاق کیا مگر اوس نے امارت کو قبول نہ کیا۔ پھر حروفص ابن زبیر سبکی رائے قرار پائی اوس نے بھی انکار کیا اسی طرح حمزہ بن سنان اور شیرج ابن اوفی عبسی نے بھی انکار کیا۔ پھر سب نے عبداللہ بن وہب کی طرف رجوع کیا جب اوس نے دیکھا کہ کوئی قبول ہی نہیں کرتا مجبوری قبول کیا اور کہا خدا کی قسم مجھے اس امارت کے قبول کرنے میں مطلقاً خواہش دنیوی نہیں اور نہ موت سے خوف ہے کہ اوس سے باز رہوں غرض کہ میں نے صرف اللہ کے واسطے قبول کیا ہے اگر اس میں مرجاؤں تو کچھ پروا نہیں۔ پھر شیرج ابن اوفی عبسی کے گہر جمع ہوئے۔ اوس مجلس میں ابن وہب نے کہا اب کوئی شہر ایسا دیکھنا چاہئے کہ ہم سب اوس میں جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہل حق اب تمہیں لوگ ہو سب نے بالاتفاق ہر ایک کو

پسند کیا اور روانہ ہو گئے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اونکو نام لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** طرف سے عبد اللہ علی امیر المومنین کے زید بن حصین اور عبد اللہ بن وہب اور اون کے اتباع کو معلوم ہو کہ وہ دو حکم جن کے فیصلہ پر ہم راضی ہوئے تھے اونہوں نے کتاب اللہ کے خلاف کیا اور بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ جب اونہوں نے قرآن و سنت پر عمل نہیں کیا تو اللہ اور اللہ کے رسول اور سب اہل ایمان اون سے بری ہو گئے۔ تم لوگ اس خط کو دیکھتے ہی ہماری طرف چلے آؤ تاکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمن کی طرف ٹھکین اور اب ہم اپنی اوسی پہلی بات پر بہن انتہی۔ اس نامہ کے جواب میں اونہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اس میں نفسانیت شریک ہے۔ اب بھی اگر اپنے کفر پر گواہی دیتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تمکو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالو کو دوست نہیں رکھتا انتہی۔ اب دیکھئے کہ وہ لوگ کیسے بڑے موجد تھے کہ جنگ کے نزدیک آدمی کو حکم بٹانا شرک تھا اور بدعت سے اونہیں کس قدر نفرت تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہر کو اس خیال سے کہ بدعتیوں کا شہر چھوڑ دیا اور دنیا کی بے ثباتی اور زہد و تقویٰ کی ترغیب و تحریریں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انتہام۔ اور امارت کے قبول کرنے میں ہر ایک کا غہر و حیلہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ایسے ہیں کہ جو شخص نے کمال و بنداری اور اس گروہ کے گواہی دینے کو مستعد ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خود صحابی کی



او کی حقانیت کا دھوکا ہوتا تھا جیسا کہ جذبہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے  
 عن جناب قال لما فارتق الخراج علیا خرج فی طلبہم وخرجنامہ فانتہی الی  
 عسکر القوم فاذا بہم دوی گوی الخلل من قرۃ القرآن واذا فیہم اصحاب  
 النقیات واصحاب الجبال فلما رآہم دخلی من ذلک شدۃ فتخیت  
 فرزت رحمی ونزلت عن فرسی ووضعت برشی ففشرت علیہ رحمی اخذت  
 بمقودہ فرسی ففشت اصلی الی رحمی وانا اقول فی صلاتی السہم ان کان قبل ہوا  
 القوم اکب غلغلة اذن لی فیہ وان کان معصیۃ فارنی برکاک فاناکذلک  
 اذا قبل علی بن ابی طالب علی نعلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جاوا الی  
 قال اعود باللہ یا جناب من شر السنۃ یا ففشت اسعی الیہ ونزل فلما یصلی اذ  
 اقبل رجل فقال یا امیر المؤمنین اکب حاجتہ فی القوم قال وما ذاک قال قطعوا  
 النہر فذہبوا قال ما قطعوه قال سبحان اللہ ثم جار آخر فقال قطعوا النہر فذہبوا  
 قال ما قطعوه قال سبحان اللہ ثم جار آخر فقال قد قطعوا النہر فذہبوا قال علی  
 ما قطعوه ثم جار آخر فقال قطعوا النہر فذہبوا فقال علی ما قطعوه ولا یقطعوه ولا یقتلن  
 وودعہم من اللہ ورسولہ ثم ركب فقال لی یا جناب اما انا فابعث الیہم رجلا  
 یقر المصحف یدعو الی کتاب ربہم وستمۃ نبیہم فلا یقبل علینا بوجہ حتی یرشقوہ  
 بالنبل یا جناب اما انہ لا یقتل منا عشرة ولا ینجو منہم عشرة ثم قال من یاخذ ہذا  
 المصحف فیشی بہ الی ہولاء القوم فیدعہم الی کتاب اللہ وستمۃ نبیہم وہو  
 مقتول ولہ النجۃ فلم یجہ الا شاب من بنی عامر بن صعصعۃ فقال لہ علی خذ ہذا  
 المصحف اما انک مقتول ولست مقبلا علینا بوجہک حتی یرشقوک بالنبل فخرج

الشاب بالمصحف الى القوام فلما دنا منهم حيث يسعوا قاموا وانشبوا القتلي قبل ان  
 يرجع فراه انسان فاقبل علينا بوجه فقه فقال نعلي وذكركم القوم قال جندت كنت  
 بمضي هذه ثمانية قبل ان اصل الطهر واما قتل ساعشرة ولا نجانهم عشرة كما قال الحسن  
 كذا في كثر العال ثم رحمه ردايت ہے جذب سے کہ جب خواب علیحدہ ہو گئے  
 علی رضی اللہ عنہ اوکلی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے جب ہم اون کے  
 لشکر کے قریب پہنچے تو ایک شور قرآن شریف پڑھنے کا سنا گیا اور جا  
 اوکلی یہ کہ تہذیب ہے ہوے اور ٹوپیاں اڑ رہے ہوئے یعنی کمال درجے کے  
 زاہد دعا بد نظر آتے تھے اونکا یہ حال دیکھنے سے تو ادنکا مثال مجھ پر نہایت  
 شاق ہوا اور ایک طرف نیزہ گاڑ کر ٹوپی اور زرہ اوپر لگا دیا۔ اور  
 گھوڑے سے اتر کر نیزہ کی طرف نماز پڑھنا شروع کیا۔ اور اوسین یہ دعا تھی کہ  
 الہی اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر  
 معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو مہنوز اس سے فارغ ہوا نہ تھا کہ  
 علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا اے جذب شہنا رضا مند می سے  
 پناہ مانگو میں یہ سنتے ہی اوکلی طرف دوڑا اور وہ اتر کر نماز پڑھنے لگے انہیں  
 ایک شخص آیا اور کہا یا امیر المومنین کیا آپ کو ادن لوگوں سے کچھ حاجت ہو  
 فرمایا کیا بات کہا وہ سب نہرے پار ہو گئی بخواب ادنکا تعقب شکل ہو فرمایا پانچ سو  
 اسے کہا سبحان اللہ پیر و سر شخص آیا اور کہا کہ وہ لوگ نہر کے پار تار گئے فرمایا نہیں کہا سبحان  
 پیر تیسر شخص آیا و سیاہی کہا اور وہی جواب پایا پھر چوتھا شخص آیا اور وہی کہا فرمایا  
 نہ وہ پار تارے اور نہ اتر گئے اس طرف قتل کئے جائینگے۔ خدا و رسول کی طرف سے یہ بات

ٹھہری ہوئی ہے۔ پہر سوار ہوے اور فرمایا اے جذبہ میں ایک شخص اور انکی طرف  
 ہیجا ہونے قرآن پڑھے اور انکو اون کے رب کی کتاب اور اون کے نبی کی  
 سنت کی طرف بندھے دیکھ لینا کہ وہ شخص ہماری طرف متوجہ ہونے نہ پائے گا  
 کہ اوکو تیروں سے مار لیں گے۔ اے جذبہ ہم میں سے دس شخص نہ مارے  
 جائیں گے اور ادین سے دس آدمی نہ بچیں گے۔ پہر فرمایا کوئی ہو کہ یہ مصحف  
 اس قوم کی طرف لیجائے اور اوکو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اونکے نبی کی  
 سنت کی طرف بلائے اور مارا جائے پہر اس کے لئے جنت ہو۔ کسی نے  
 جواب نہ دیا سوائے ایک جوان کے جو نبی عام سے تھا فرمایا کہ یہ مصحف ایجا  
 اور تم لوٹ کر نہ آؤ گے۔ وہ جوان قرآن لیکر انکی طرف روانہ ہوا جب  
 ایسے موقع پر پہونچا کہ اوکی آواز اون تک پہونچنے لگی وہ لوگ کہہ رہے ہو گئے  
 اور تیر مارنا شروع کیا۔ قبل اسکے کہ وہ لوٹے ایک شخص کا تیرا دیکھ لگا  
 وہ جوان تیر کے لگتے ہی ہمارے لشکر کی طرف منہ کیا اور بیٹھ گیا۔ ادبوت  
 علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ اب اس قوم کو لو۔ جذبہ کہتے ہیں کہ میں نے  
 قبل نماز ظہر اس ہاتھ سے آٹھ آدمیوں کو قتل کیا اور جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ  
 نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوے اور انکے  
 دس آدمی نہ بچے روایت کیا اسکو طبرانی نے انتہی دیکھے جذبہ رضی اللہ عنہ  
 پر اون کے زہد و عبادت کا کس قدر اثر پڑا کہ انکے ساتھ جنگ  
 کرنے میں اوکو ٹرود ہو گیا تھا۔ اگر وہ تمام پیشین گوئیان علی کرم اللہ وجہہ  
 کی وقوع میں نہ آتیں معلوم نہیں کہ طلال اسکا کیونکر رنج ہوتا۔ باوجود اسکے

قتل کے بعد پہراؤ نکلے حالات کا سب کو خیال آیا اور یہ فکر ہوئی کہ کہیں بہترین  
 مردم ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہوئے ہوں اور اس نکرے یہاں تک اثر ڈالا  
 کہ سب کے سب رونے لگے کھائی کنز العمال عن طارق بن زیاد قال خرجنا  
 مع علی الی الخوارج فقتلہم قال اطلبوا فان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انہ  
 یخرج قوم یشکلون بکلمۃ الحق لایجاوز حلو قہم یخرجون من الحق کما یخرج السم  
 من الرمیۃ سیماہم ان فیہم رجلاً اسود مخدج فی یدہ شعرات اسود فانظروا  
 ان کان ہو فقد قتلتم شر الناس وان لم یکن فقد قتلتم خیر الناس فلبکنا فقال  
 اطلبوا فطلبنا فوجدنا الخدیج فخرنا سجدوا وخر علی معنا الدورنی وابن جریر  
 ترجمہ روایت ہے طارق بن زیاد سے کہ نکلے ہم علی کرم اللہ وجہہ کے  
 ساتھ خوارج کی طرف اور انکو قتل کیا پہر علی نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ ایک قوم نکلے گی جنکی بات حق ہوگی لیکن  
 اون کے حلق سے نیچے وہ بات نہ اترے گی نکل جائیں گے وہ لوگ حق سو  
 جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ علامت اونکی یہ ہے کہ اونہیں ایک شخص  
 سیہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص اور اوپر سیاہ بال ہوں گے۔ اسکو دھونڈو  
 اگر وہ شخص انہیں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے سب آدمیوں سے بدتر لوگوں کو  
 مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھو کہ سب سے اچھے لوگوں کو تم نے قتل کیا یہ منکر  
 سخت پریشانی ہوئی اور سب رونے لگے فرمایا دھونڈو تو وہی جب خوب  
 تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی تمام اہل لشکر ماری خوشی کے  
 سجدہ شکر میں گرے اور علی نے بھی ہمارے ساتھ سجدہ شکر بجالایا اتہی

اب خیال کرنا چاہئے کہ اس قوم کا تقویٰ اور تہجد اور عبادت و زہد کس جہ  
 بڑا ہوا تھا کہ بعد قتل کے ان حضرات کو استعد زخوف ہوا ورنہ یہی حضرات  
 لشکر معاویہ کو برابر قتل کرتے رہے جنہیں ہزار ہا صحابہ و تابعین شریک تھے  
 پھر کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ ان کے قتل میں ایسے متردد ہوئے ہوں  
 اس قوم کی عبادت کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباس کے سے شخص کہتے ہیں  
 کہ ایسے زاہد و عابد میں نے کبھی نہیں دیکھے جیسا کہ اس حدیث میں مصرح ہو  
 جسکو امام نسائی رحمہ اللہ نے خصایص علی کرم اللہ وجہہ میں اور حاکم نے مستدرک  
 میں روایت کیا ہے عن ابی زریل سماک الخنفی قال حدثنا عبداللہ بن عباس  
 قال لما خرجت الحرة وریة واجتمعوا فی دارہم ستہ الاف آیت علیا علیہ السلام  
 فقلت یا امیر المومنین ابرہہ النضر لعلی آتی ہولاء القوم فاکلہم قال انی اخاف  
 علیک قلت کلا قال فخرجت الیہم ولبست احسن ما یکون من حلل الیمین قال  
 ابو زریل کان ابن عباس جمیلا جہیرا قال ابن عباس فایتہم وہم محبتہون  
 فی دارہم قالون فسلمت علیہم فقالوا امر جبابک یا ابن عباس فما ہذا الحلة  
 قال قلت ما تعیبون علی القدرایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن  
 ما یکون من الحلل و نزل قل من حرم زینۃ اللہ الی الخرج لعبادہ والطیبات  
 من الرزق قالوا فما حالک قلت اتیتکم من عند صحابۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 من المهاجرین والانصار لا یبلغکم ما یقولون و تخبرون بما یقولون فعلمتہم  
 القرآن و ہم اعلم بما یوحی منکم ولیہم انزل ولیس فیکم منہم احد فقال بعضهم  
 لا یشاصموا قریش فان اللہ تعالیٰ یقول ہم قوم خصمون قال ابن عباس

واثبت قريالما ر قوماً قطاشدا اجتباوا منهم منبهته وجوههم من السهر كان ايهم  
 وركبتهم تنقني عليهم قمص مرضته فقال بعضهم لعلكنه ونظنن ما يقول قلت اخبروني  
 ماذا انقسم على ابن عمر رسول الله صلى الله عليه وسلم وصهره والمهاجرين انصا  
 قالوا انما قلت ما هن قالوا اما احدا هن فان حكم الرجال في امر الله تعالى  
 وقال الله تعالى ان الحكم الا لله والللرجل والللحكم فقلت هذه واحدة واما  
 الاخرة فانه قاتل ولم يسيب ولم يغير فعلن كان الذي قاتل كفاراً للعدل بينهم  
 ونعيمهم ولئن كانوا مومنين ما حل قتالهم قلت هذه ثنتان فما الثالثة قالوا انه  
 محي نكته من امير المؤمنين فهو امير الكافرين قلت اعندكم سوى هذا قالوا حبنا  
 هذا فقلت بهم ارايتم ان قرأت عليكم من كتاب الله ومن سنة نبيه صلى الله  
 عليه وسلم ما يرد به قولكم اترضون قالوا نعم فقلت لهم اما قولكم حكم الرجال في  
 امر الله تعالى فانا اقرأ عليكم ما قدر وحكمه الى الرجال في ثمن ربع درهم في ارض  
 ونحوها من الصيد فقال - يا ايها الذين آمنوا لا تقتلوا الصيد وانتم حرم  
 الى قوله تعالى يحكم به ذو العدل منكم فثبتكم بالله احكم الرجال في ارض  
 ونحوها من الصيد افضل ام حكمهم في دماهم وصلاح ذات بينهم وان تعلموا ان الله تعالى  
 لو شاء احكم ولم يصير ذلك الى الرجال وفي المرأة وزوجها قال الله عز وجل  
 وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكماً من اهله وحكماً من اهلها ان يريدوا اصلاحاً  
 يوفق الله بينهما فجعل الله تعالى حكم الرجال سنة ماضية - اخرجت من هذه قالوا  
 نعم قلت واما قولكم قاتل ولم يسيب ولم يغير اتسبون امكم عايشة رضي الله عنها  
 ثم تسلمون منها ما يستحل من غير ما فعلن فعلن فقد كفرتم وهي امكم وان قلت لم يست

یا منّا لقد کفرتم ان اللہ تعالیٰ یقول البنی ادلی بالمومنین من انفسہم وازوجہ  
 امہاتہم فانتہم تدورون بین ضلالتین لہما صرتم الیہما صرتم الی ضلالتہ  
 فنظر بعضهم الی البعض قلت اخرجت من ہذہ قالوا نعم قلت اما توکم محمد  
 من امیر المومنین فانما انبئکم بمن ترضون واراکم قد سمعتم ان البنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم یوم السحد بیۃ کاتب سہیل بن عمرو و اباسفیان بن حرب فقال  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا امیر المومنین اکتب یا علی ہذا ما اصطلح علیہ  
 محمد رسول اللہ فقال المشرکون لا واللہ ما نعلم انک رسول اللہ لو علم انک  
 رسول اللہ ما قاتلناک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انک تعلم  
 انی رسول اللہ اکتب یا علی ہذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبد اللہ فواللہ رسول اللہ  
 خیر من علی و ما اخرجہ من النبوة سین محی نفسه قال عبد اللہ بن عباس فرج  
 من القوم الفان و قتل سائرہم علی ضلالتہ انتہی قال الحاکم ہذا حدیث صحیح  
 علی شرط مسلم ترجمہ روایت ہے ابو زمیل سماک حنفی سے کہ ابن عباس ۳  
 نے کہا کہ جب نخلے حروزیہ اور جمع ہوئے چھ ہزار شخص اپنے مقام میں  
 میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کیا امیر المومنین نماز ظہر میں کسی قدر  
 توقف کیجئے میں چاہتا ہوں کہ اس قوم میں جاؤں اور ان سے کچھ گفتگو  
 کروں۔ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ تمہیں کہیں حذر نہ پہنچائیں میں نے کہا  
 کچھ خوف نہ کیجئے پہرین عمدہ حلہ یعنی پہنکر نکلا۔ ابو زمیل کہتے ہیں کہ ابن عباس  
 رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت اور بلند آواز تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں  
 کہ میں اس قوم میں گیا جہاں وہ سب جمع تھے اور ان پر سلام کیا انہوں نے

اوس کے جواب میں کہا مر جا اے ابن عباس اور یہ حلقہ کیا میں نے کہا جھپیر  
 کیا عیب دہرتے ہو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے عمدہ سے عمدہ  
 حلقہ دیکھا ہے اور یہ آیت قرآن شریف میں موجود ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ  
 الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ یعنی کہئے اے محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کون حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اپنے بندوں کے لئے۔  
 پہرین نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے پاس سے جنین چلا جبرین  
 و انصار موجود ہیں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں اونکے اقوال بھونچا دوں  
 وہ لوگ وہ ہیں جنہر قرآن نازل ہوا اور وہ تم سے زیادہ وحی کو جانتے ہیں  
 انہیں کے معاملات میں قرآن نازل ہوا ہے اور انہیں سے تم میں کوئی  
 نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو بعضوں نے کہا کہ قریش سے مباحثہ  
 مست کرو کیونکہ حق تعالیٰ اونکی شان میں فرماتا ہے هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ یعنی  
 لوگ جھگڑنیوالے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ایسی قوم میں گیا کہ عبادت میں  
 کوشش کرنے والے ان سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ چہرے اون کے  
 زیادہ جگنے سے سوکھے سوکھے ہاتھ پانوں ٹیڑھے ٹیڑھے سفید کپڑے پہنو ہو  
 غرض بعضوں نے مباحثہ سے انکار کیا اور بعضوں نے کہا کہ ہم مباحثہ کرتے ہیں  
 دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ میں نے کہا یہ تو بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد میں اور جہا جبرین و انصار میں  
 تم نے کیا عیب دیکھا ہے کہا میں عیب میں نے کہا وہ کیا۔ کہا ایک تو یہ کہ  
 انہوں نے اللہ کے کام میں لوگوں کو حکم بنایا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے



اِنَّ الْحُكْمَ لِلّٰهِ یعنی نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے آدمی کو حکم سے کیا علامت  
 کہا دوسرا یہ کہ اونہوں نے جنگ کیا پھر نہ اون لوگوں کو قید کیا نہ اونکا مال لٹا  
 اگر وہ لوگ کافر تھے تو اونکا مال حلال اور عینیت تھا اور اگر مسلمان تھے  
 تو اون کے ساتھ لڑنا ہی درست نہ تھا۔ کہا میں دو ہوسے تیسری بات کیا ہے  
 کہا اونہوں نے اپنے نام سے لفظ امیر المومنین کو مٹا دیا تو اب وہ  
 امیر الکافریں ہیں۔ میں نے کہا اس کے سواے بھی کچھ اور الزامات ہیں۔  
 کہا یہی بس ہیں۔ میں نے کہا اگر ان اعتراضات کے جواب میں قرآن کی  
 آیتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھوں تو کیا تم راضی ہو گے  
 کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ تم جو کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے امر میں اونہوں نے  
 آدمیوں کو حکم نبایا سو یہ آیت سنو کہ حق تعالیٰ نے ربیع درہم کے معاملہ کو  
 آدمیوں کی رائے پر رکھا یعنی محرم اگر خرگوش برابر جانور کو نہ سکا کرے تو  
 اسکی جزا میں جسکا اندازہ ربیع درہم ہوگا دو شخص عدل کے حکم کی ضرورت  
 ہے لکھا قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ  
 إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ بِمَا بَرِحُوا  
 کہ آدمیوں کا حکم ہونا خرگوش کے باب میں افضل ہے یا مسلمانوں کے خون  
 اور اون کے اصلاح کے معاملہ میں۔ اور تم جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا  
 تو اس معاملہ میں خود ہی حکم فرما دیتا۔ اور اسی طرح عورت اور مرد کے مقدمہ میں  
 حکم بنانے کی اجازت اس آیت شریفہ سے ثابت ہے قال تعالیٰ وَإِنْ خِفْتُمْ  
 شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا

اَصْلًا حَيًّا يَوْ قِيَّ اللَّهُ بِبَيْنِهِمَا اس سے معلوم ہوا کہ آدمیوں کو حکم بنانا سنت  
 جاریہ ہے۔ کیا اس اعتراض کا جواب ہو گیا۔ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا تم جو  
 کہتے ہو کہ انہوں نے جنگ کیا مگر کسی کو قیدی نہ بنایا۔ اور نہ غنیمت لی سو  
 میں پوچھتا ہوں کیا تم اپنی مان عابشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنا لو گے اور  
 ان سے حلال سمجھو گے جو اوروں سے حلال سمجھتے ہو اگر اسکے قائل ہو  
 تو کافر ہو گے کیونکہ وہ تمہاری مان ہیں۔ اور اگر تم نے کہا کہ مان نہیں ہیں  
 تب بھی کافر ہو گے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلَيْسَ اَوَّلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ  
 مِّنْ اَلْفَيْحٍ وَّاَزْدَ وَاَجَلُهُ اُتْمَا فَرِحْتُمْ مِنْ تَمْرٍ وَّكَمْ يَهْنُ مِنْ  
 سُرْدَانٍ رَّهْوُكُمْ جِسْكَوْا خَيْرًا كَمَا كَرَاهْتُمْ۔ یہ سنتے ہی ایک دوسرے کو  
 دیکھنے لگے۔ میں کہا اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا۔ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا تم  
 کہتے ہو کہ لفظ امیر المؤمنین کو مٹا دیا سو میں ان کے حال سے خبر دیتا ہوں۔  
 جس سے تم راضی ہو جاؤ گے اور میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے بھی سنا ہو گا  
 کہ جب حدیبیہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو اور ابوسفیان  
 بن حرب کے ساتھ مصالحت کی اور صلح نامہ امیر المؤمنین کے ہاتھ لکھوایا۔  
 فرمایا اے علی لکھو ہذا ما اصطلح علیہ محمد رسول اللہ ان لوگوں نے کہا یہ ہو گا  
 وہ تمہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ورنہ جنگ ہی نہ کرتے۔  
 حضرت نے فرمایا یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں لکھو اے علی  
 ہذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبد اللہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین  
 علی سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لفظ رسول اللہ کو منانے سے رسالت

سے ہرگز نہیں نکلے۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ یہ تقریر سنکر وہ ہزار شخصوں  
 نے توبہ کی اور باقی اسی گمراہی پر مارے گئے انتھے اس حدیث سے انکے  
 عبادات اور خیالات کا حال معلوم ہوا اور احتیاط کا یہ حال تھا کہ بات  
 بات پر قرآن و حدیث سے دلیل طلب کی جاتی تھی اور رائے سے بالکل  
 احتراز تھا جبکہ اس حدیث سے ظاہر ہے عن علی بن ابی ربیعہ قال سمعت علیا  
 علی المنبر واماہ رجل فقال یا امیر المؤمنین مالی اراک تسئل الناس استواء الرجل  
 ابدا بعد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او شئیا رأیتہ قال واللہ لا کذب  
 ولا کذب ولا ضللت ولا ضل بی بل عہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 عہدہ الی وقد خاب من افرسی عہد الی ابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقاتل  
 الناکثین والقاسطین والمارقین البزاع کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت  
 ہے علی ابن ربیعہ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک  
 شخص آیا اور کہا اے امیر المؤمنین میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ آدمیوں کی  
 خوریزی ایسی جلال سمجھ رہے ہیں جیسے کوئی اپنے اونٹوں کو بیچ کر رہا ہے  
 کیا کوئی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسباب میں آیکو ہوئی ہے  
 یا آپ اپنی رائے سے یہ کام کرتے ہو فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ زمین جہنم کا  
 نہ جھکو جہوٹی خبر دی گئی اور نہ گمراہ ہوا نہ گمراہ کیا گیا اور بے نصیب ہو جو  
 افرار کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھکو وصیت کی کہ جو لوگ عہد کنی کرین  
 اور حق بات سے عدول کرین اور خروج کرین تو انکے ساتھ جنگ کرو گے  
 اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہے عن الحسن قال لما قدم علی البصرہ

فی امر طلحہ واصحابہ قام عبداللہ بن الکواثر بن عباد ثغالا یا امیر المؤمنین  
 انہما عن مسیرک ہذا وصیتہ او صاک بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ام عبد عبدہ ام راہی را ایتہ الحدیث رواہ ابن راہویہ صحیح کذا فی کنز العمال  
 ترجمہ روایت ہے حسن بصری رح سے کہ جب علی کرم اللہ وجہہ طلحہ  
 رضی اللہ اور اون کے اصحاب کے بارہ میں بصرہ کو تشریف لائے  
 عبداللہ بن کواثر اور ابن عباد کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین  
 خبر دیجئے کہ یہ آپ کا جانا کیسا ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 وصیت کی ہے یا اقرار لیا ہے یا صرف آپ کی رائے ہے انتہی مقصود یہ کہ  
 اگر رائے ہو تو ہم اتباع نہ کریں گے۔ ان لوگوں کو رائے سے کچھ ایسا خیر از  
 سخاکہ او سکوا بالکل بیکار ہی کر دیا تھا اسی وجہ سے بھانجے اور بھتیجیوں کی  
 لڑکیوں کے ساتھ نواح جا بزرگھے تھے اسلئے کہ قرآن شریف میں صرف  
 لڑکیوں اور بھانجی بھتیجیوں کی حرمت کا ذکر ہے اونکی اولاد کا ذکر  
 نہیں۔ یہ بات عبدالکریم شہرستانی نے مل و نخل میں لکھی ہے اور  
 قرآن شریف پر عمل کرنے میں اونکو اس قدر غلو تھا کہ جب تک نفس طمعی سے  
 کوئی بات ثابت نہ ہو کسی کی نہ مانیں یہاں تک کہ ذاتی کے جسم کے قائل  
 نہ تھے اور نہ اس حد قذف کے قائل تھے جو محسن مرد کو کوئی گالی ہے  
 اسلئے کہ ان دونوں مسنون کا حکم صرف حدیث سے ثابت ہے صراحۃً  
 قرآن شریف میں مذکور نہیں کذا فی الملل والنحل۔ حضرت علی رضی اللہ  
 نے جب دیکھا کہ بات بات پر قرآن سے دلیل طلب کرتے ہیں بتنگ ہو کر

ایک بار قرآن منگوایا اور کہنے لگے اے قرآن ان لوگوں سے تو ہی بات کر  
 کہا درود عن عبداللہ بن عیاض بن عمرو الفارسی قال جاب عبد اللہ  
 بن شداد فدخل علی عایشہ و سخن عنہما جلوس مرجعہ من العراق لیالی قتل  
 علیؑ فقالت لہ یا عبداللہ بن شداد ہل انت صادق عما اسالک عنہ شیئی  
 عن ہولاء القوم الذین قتلہم علی قال ان علیا لما کاتب معاویہ وحکم  
 الحکمین علیہ خرج علیہ ثمانیۃ الاف امن قرار الناس فزولوا ارضا یقال لہا  
 حرور امن اجانب الکوفۃ والہم غلبوا علیہ فقالوا انسخت من قبیل بکدہ  
 واسم ساک اللہ بنہم انطلقت فحکمت فی دین اللہ ولا حکم الا اللہ فلما بلغ  
 علیا ما غلبوا علیہ وفارقہ امر مؤذنا فاذن لا یدخل علی امیر المؤمنین  
 الا رجل قد حل القرآن فلما ان امثلات الدار من قرار الفاس دعا  
 بصحف امام عظیم فوضعه بین یدیر فجعل یصکھ بیدہ ویقول ایہا المصحف  
 حدث الناس فقالوا یا امیر المؤمنین اسال عنہ فانما ہو مدانی و رقی  
 و سخن نبکلم ببار وینا عنہ فارتد قال اصحابکم ہولاء الذین خرجوا بینی و  
 بینہم کتاب اللہ الحدیث حم و العدنی عک کر ص کذا فی کسند اللعالم  
 ترجمہ روایت ہے عبداللہ بن عیاض سے کہ ایک بار عبداللہ بن شداد  
 حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے  
 عایشہ نے اونسے پوچھیں اے عبداللہ صبح بتاؤ کہ علی رضی اللہ عنہ نے  
 جن لوگوں کو قتل کیا او نکا حال کیا تھا کہا جب علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما  
 نے صلح نامہ لکھا اور دو شخصوں کو حکم قرار دیا آٹھ ہزار قاری قرآن علیحدہ

ہو گئے اور حور امین جو ایک مقام ہے کو فد کے گرد و نواح میں جاٹھیرے اور  
 علیؑ الزام لگا یا کہ جو قیص اللہ نے تمہیں پہنایا تھا اور سکو تم نے کمال دیا  
 اور جو لقب کہ اللہ کی طرف سے تمہیں ملا تھا اور سکو تم نے مٹا دیا اور اپنے ہاتھ  
 سے آپ معزول ہو گئے۔ اور اللہ کے دین میں تم نے حکم نبایا حالانکہ حکم خاص  
 اللہ کے لئے ہے علیؑ نے یہ شکر اعلان دیا کہ جو شخص امیر المؤمنین کے پاس ملے  
 قرآن ساتھ لیتے آئے جب دار الحکومت قاریوں سے پڑ گیا مصحف امام کو  
 منگوا کر و برور کہا اور اسکو مار مار کر کہنے لگے اے مصحف ان لوگوں سے  
 بات کر ادھون نے کہا اے امیر المؤمنین ہم قرآن سے نہیں پوچھتے وہ تو  
 سیاہی ہے کاغذ و دین میں ہم اوسین کلام کرتے ہیں جو ہم سے بیان کیا گیا ہے  
 آپ چاہتے کیا ہیں۔ فرمایا یہ لوگ تمہارے ساتھ والے جو غلطیہ ہو گئے ہیں  
 اودن کے اور میرے بیچ میں کتاب اللہ ہے روایت کیا اسکو امام احمد اور  
 عسلی اور ابو جلی اور حاکم اور ابن عساکر نے انتہی قیاس کرنا چاہتے اودن  
 لوگوں نے دلائل پوچھ پوچھ کر علیؑ کو کس قدر وق کیا ہو گا کہ یہ حرکت اودن سے  
 صادر ہوئی۔ اور قریب جناب باری میں اودن لوگوں کو اس بلا کا احتیاط تھا  
 کہ سورہ یوسف کو قرآن شریف اس لحاظ سے خارج کر دیا کہ خدا نے تعالیٰ کی  
 شان سے بعید ہے کہ عشق کا قصہ بیان کرے۔ اور علیؑ میں اذکو اسقدر  
 اہتمام تھا کہ مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار اور صغیرہ پر امر اور نہی کو  
 مشرک کہتے تھے صاحب ملل و فحل نے اودن کا قول نقل کیا ہے کہ نماز کو  
 ترک کر نیوالا کافر ہے نہ اسوجہ سے کہ نماز کو ترک کیا بلکہ اسوجہ سے کہ حق تعالیٰ

کو نہیں جانا کیونکہ اگر جانتا اور اعتقاد رکھتا کہ حق تعالیٰ تمام احوال پر مطلع  
 اور طاعت پر جزا اور معصیت پر سزا دینے والا ہے تو اس گناہ پر جرات  
 نہ کرتا اس جرات سے معلوم ہوا کہ اس نے جانا ہی نہیں اور اگر جانا ہے  
 تو تکلیف کی کچھ بردانگی۔ اس باب میں تارک صلوٰۃ اور بہر مرتکب کبیرہ کا  
 ہونے میں برابر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابلیس صرف کبیرہ کے مرتکب  
 ہونے سے کافر ہوا کہ باوجود حکم کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا ورنہ  
 اسکی توحید میں کسی قسم کا شک نہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ انہی عورت  
 کو دیکھ لینا یا جھوٹی جھوٹ کہنا صغیرہ ہے اور جب اس پر اصرار ہو تو شرک  
 ہو جاتا ہے۔ خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن لوگوں نے یہ اصول مان لیا ہے  
 اور ان کے اعمال کا کیا حال ہوگا۔ جتنے ذریعے نجات کے آدمی خیال کر سکتے  
 وہاں سب منقطع ہیں۔ دوزخ ہر وقت پیش نظر ہے کہ جہاں امر الہی کے  
 امتثال میں سستی ہوئی یا کوئی حرام فعل صادر ہو گیا قطعاً دوزخی بن گئے۔  
 اب نہ کسی کی شفاعت سے کام چلتا ہے نہ خداے تعالیٰ کی رحمت کی امید  
 کیونکہ کفار کا رحمت الہی سے مایوس ہونا نص قطعی سے ثابت ہے انہی سال  
 شبانہ روزی نے ان کے چہروں پر کیسا رنگ خضوع جایا ہوگا۔ اور  
 اعضا پر کیسی کیفیت انحرار طارنی ہوگی۔ اسی وجہ سے ابن عباس نے  
 کہا کہ اونہی سی حالت کسی قوم کی میں نے نہیں دیکھی۔ اور ظاہر بھی یہی  
 اسلئے کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے اور خدا تعالیٰ  
 کی رحمت کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ صرف عمل سے کبھی نجات نہیں

ملکتی پہراون حضرات پر اونکی سی مصیبت ہی کیون آتی جو دینی حالت بنتی۔  
 غرض کہ توحید عبادت زہد تقویٰ وغیرہ امور جن کا حال تفصیل معلوم ہوا  
 ان لوگوں میں نہایت درجہ بڑے ہوئے تھے۔ اگر یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ  
 کے مقابلہ میں نہوتے تو باوصی النظرین اولیاء اللہ سمجھے جاتے اور اونکے  
 مخالف کو معلوم نہیں لوگ کیا سمجھتے۔ مگر الحمد للہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی  
 کارروائیوں اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے تمامی اہل اسلام پر اون کی  
 تعلیمی کھل گئی اور بے دین اور دوزخی ہونا ادنکھا ثابت ہو گیا۔ اب دیکھنا چاہیے  
 کہ وہ کونسی بات تھی جس نے باوجود اون اوصاف کمال کے اون پر بدینگی  
 حکم ثابت کر دیا اصل نشا اگر دیکھا جائے تو صرف بیباکی اور بے ادبی اون کی  
 پیش نظر ہو جائے گی جس سے پہلی خرابی یہ ہوئی کہ بزرگان دین کی عظمت  
 نہونے کی وجہ سے طبیعت میں تقلید کی صلاحیت نہ رہی اور ہمسریا دعویٰ  
 کر کے خود مجتہد بن بیٹھے۔ حضرت علیؑ کے قول کا جب اونکے نزدیک کچھ  
 اعتبار نہ تھا اور ہر بات میں اون سے دلیل طلب کرتے تو اور کسی بزرگ کے  
 قول کو وہ کب مانتے تھے حالانکہ علیؑ کا قول و فعل خود واجب القبول اور  
 بجائے خود دلیل تھا۔ آخر یہی ترک تقلید جسکو انہوں نے تحقیق سمجھا تھا  
 عین مادہ گمراہی ہوا۔ دیکھ لیجئے جب مسئلہ حکم اون کے سمجھ میں نہ آیا اور اوہیں  
 تقلید بھی نہ کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شرک و کفر کا الزام لگا دیا اور خود  
 کافر نے نعوذ باللہ من ذلک اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور بے ادبی  
 ہوگی کہ کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ کی ادنہوں نے تکفیر کی جس کا حال معلوم



اور غیر صادق کی بشارتوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ مل و نخل میں لکھا ہے کہ زیاد بن  
امیہ نے عروہ ابن ادبیہ سے جو خارجی تھا پوچھا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما  
کا کیا حال تھا کہا اچھے تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہا ابتدا  
میں چھ سال تک اونکو میں بہت دوست رکھتا تھا پھر جب انہوں نے  
نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں انے علیحدہ ہو گیا اسلئے کہ وہ آخر میں  
نفوذ باللہ کافر ہو گئے تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا کہا وہ علی اہل  
میں اچھے تھے جب حکم بنایا نفوذ باللہ کافر ہو گئے اسلئے اُنے بھی علیحدہ ہو گیا  
پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا اذکو ایک سخت گالی دی پھر زیاد بن  
امیہ نے اپنا حال پوچھا کہا تمہارا دل حال زینت تھا اور آخر ک زندگی اور  
دونوں حالتوں کے بیچ میں تم اپنے رب کے نافرمان ہو زیاد نے اسکی گردن  
مارنے کا حکم دیا اور اس کے غلام کو بلا کر کہا کہ اسکا مختصر سا حال بیان کر۔  
کہا جب میں اس کے پاس کہانا لیجاتا یا بچھونا کرتے تو جاتا غرض ہر حال میں یہی  
اعتقاد اور اجتہاد اسکا دیکھتا تھا۔ لکھا ہے کہ طلحہ زبیر عایشہ عبداللہ بن  
زبیر اور تمام اہل اسلام جو ان کے ساتھ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین  
بسکی تکفیر کیا کرتے اور حب کو مخلص فی النار کہتے تھے نفوذ باللہ من ذلک اور  
اذ نکایہ بھی قول تھا کہ جائز ہے کہ حق تعالیٰ ایک ایسا نبی بھیجے کہ بعد نبوت  
کے کافر ہو جائے یا قبل نبوت کے کافر رہا ہو اور اونکا یہ بھی عقیدہ تھا  
کہ حق تعالیٰ عمر میں ایک نبی ملت صابریہ سے پیدا کرے گا اور اسپر ایک کتاب  
وقت واحد میں نازل ہوگی جو آسمان پر لکھی جا چکی ہے اور وہ محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ دیگا۔ ملل و خلل میں سوائے اسکے اور  
 کئی اعتقادوں کے نقل کئے ہیں بخوف تطویل اسی پر اکتفا کیا گیا۔ اس سے  
 ظاہر ہے کہ کسر نشان نبوت بھی اذکو مقصود تھی چنانچہ اس حدیث سے یہ بھی  
 بات معلوم ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن ابی یحییٰ قال سمع  
 رجلاً من الخوارج وهو یصلی صلوۃ الفجر یقول ولقد اوحی الیک والی الذین من  
 قبلک لن اشرکت لیحبطن عملک وتکونن من النحاسین قال فترک موثرۃ المتی  
 کان فیہا قال وقرأوا صبراً وعدا للہ حق ولا یتخفک الذین لای یؤمنون  
 روایت ہے ابی یحییٰ سے کہ ایک خارجی صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی  
 وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْکَ یَعْنٰی اَبِیْ طَرَفٍ اور اگلے نبیوں کی طرف یہ وحی  
 کی گئی کہ اگر شرک کر دے گا تو تمہارے عمل اکارتھ ہو جائینگے اور بنو گے  
 تم نقصان پائیو لون سے انتہی۔ پھر اس سورے کو چھوڑ کر دوسرے  
 سورہ کی یہ آیت پڑھی فَاصْبِرْ لِحُکْمِ اللّٰهِ حَقَّ الْکَیْدِ یعنی صبر کرو یقیناً  
 اللہ کا وعدہ سچا ہے اور نہ لگا کرین آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے  
 اس قسم کی آبتین جن جن کے پڑھنے سے مقصود اس شخص کا یہی معلوم ہوتا  
 ہے کہ عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں کے دلوں سے کم ہو جا  
 کیونکہ اگر اسکو قراۃت ہی مقصود ہوتی تو مرتب آبتین پڑھتا راوی کو بھی  
 حیرت ہوئی پھر وہ سمجھ گئے کہ یہ بات مسلمان سے ہو نہیں سکتی بعد تحقیق کے  
 پہلے تصریح اس امر کی کر دی کہ وہ شخص غلطی تھا پھر وہ قصہ بیان کیا اگر وہی  
 شخص کی برائی بیان کرنا راوی کو مقصود نہ ہوتا تو اس قصہ کے بیان کی کوئی

ضرورت تھی اسلئے کہ قرآن ہر شخص نماز میں پڑھتا ہے۔ ان تمام احادیث غلط  
 سے اس قوم کا طریقہ اور طرز رفتار معلوم ہو گیا کہ جب انہی سمجھ کے کوئی بات  
 خلاف بائے اور اعتراض کر بیٹھتے اور ادب کو پاس آنے نہ دیتے۔ توحید کی  
 حفاظت اور شرک و بدعت کے مٹانے کو اپنا فرض منصبی ٹھہرایا تھا۔ پھر  
 اس ٹٹی کے اثر میں ہزار ہا مسلمانوں کی تکفیر کر دی جو آیتین کفار کی شان  
 میں نازل ہوئیں مسلمانوں کو اور نکاح مصداق بنایا جیسا کہ **ہم خاتم النبیین**  
 کو جو کفار قریش کی شان میں ہے صحابہ کے مقابل پڑھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی تنقیص شان کی آیتیں دھونڈا کر لے وغیر ذلک **الحاصل**  
 گستاخیوں اور بے ادبیوں میں وہ لوگ ہر زمانہ کے بے ادبوں کے پیشوا  
 اور مقتدا تھے۔ جس مسئلہ و مقام میں انہوں نے کچھ کلام کیا اور انکے پیروں  
 میں وہ مسئلہ معرکہ آرا بنا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہو گا۔ پھر ان  
 بے دینیوں پر انکو وثوق تھا کہ اپنے مخالفوں کو کافرا و راہوں کے مال  
 کو غنیمت سمجھتے تھے کما فی الملل والنحل ظاہر اس بات پر وہ لوگ دلیل بھی  
 رکھتے تھے کہ نہ اونکا سا کوئی عابد و زاہد اسوقت تھا نہ صاف صاف  
 کہنے والا دینی امور میں کسی کی رو رعایت نہیں خواہ ولی ہو یا صحابی یا بنی  
 جہان خلاف بات دیکھی فوراً کہہ دیا۔ ہر خدیوہ دلیل ظاہر اقویٰ معلوم  
 ہوتی ہے مگر انجام کار کے معلوم ہونے سے ہمیں تو یقین ہو گیا کہ واقعہ میں  
**لواءہ دہلیس بالکل باطل اور سید ہی و دوزخ میں لیجا نیوالی تھی۔** اب اونکے  
 انجام کار کا حال سنئے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے عن سعید بن جبہ ان

قال كانت الخواج قد دعوني حتى كنت ان ادخل فيهم فرأيت اخت ابى بلال فى النار  
 كانها رات ابا بلال قالت فقلت يا اخى ما شانك قال فقال مجلنا بعدكم كلاب  
 اهل النار۔ روایت ہے سعید بن جہان سے وہ کہتے ہیں کہ خواج مجھ اپنے طرف  
 بلاتے اور ترغیب دیتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ میں اودن میں مل جاؤں  
 ایک رات ابی بلال کی بہن کو خواب میں دیکھا کہ وہ کھڑی ہیں کہ میں نے  
 اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہا کہ ہم لوگ  
 تمہارے بعد دوزخ کے کتے بنائے گئے۔ انتہی۔ یہ خواب تصدیق اوس حدیث  
 حدیث شریف کی کچھ کنز العمال میں عن ابی غالب قال كنت فى مسجد دمشق فجاؤ  
 بسبعين راسا من رأس المحرورية فنصبت على درج المسجد فجاؤ ابوامامة  
 اليهم فقال كلاب جنهم ثم قلى قملوا تحت ظل السماء ومن قملوا خير قلى تحت  
 ظل السماء وكي قال يا ابا غالب تقر آل عمران قلت نعم قال منهن ايات محمد  
 هن ام الكتاب واخر تشابهات فاما الذين فى قلوبهم زيغ فيقتعون ما تشابه  
 ابتغارا لقننه وابتغارا تاديله وما يعلم تاديله الا الله وقال تعالى يوم تبيض  
 وجوه وتسود وجوه فاما الذين اسودت وجوههم اكفرتم بعد ايمانكم فذوقوا  
 العذاب بما كنتم تكفرون قلت يا ابا امامة انى رايتك تهرق عتري قال  
 نعم رحمة لهم انهم كانوا من اهل الاسلام قال افرقت بنو اسرائيل على واحدة  
 وسبعين فرقة ومنزلة هذه الامة فرقة واحدة كلها فى النار الا السواد الاعظم  
 عليهم ما حلوا وعليكم ما حملتم وان تطيعوه تهتدوا والسمع والطاعة خير من الفرقة  
 والمعصية فقال له رجل يا ابا امامة اسن رايتك تقول هذا من شى سمعته من

من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اذا بصری بل سمعتہ من رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم غیر مرۃ ولا مرتین ولا لثۃ حتی ذکر سبعا شواہن جبریر ترجمہ روایت  
 ہے ابو غالب سے کہ خارجیوں کے ستر سر و مشق میں مسجد کی سیڑیوں پر نصب  
 کئے گئے ابو امامہ نے اونکی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں اور بدترین  
 تمام روئے زمین کے مقتولوں سے اور ان کے قاتلوں سے خوشنہد ہو  
 وہ تمام روئے زمین کے مقتولوں سے بہتر ہیں پہرہ آئین پڑھیں اور کہا کہ  
 جتنے فرقہ سواد اعظم کے سوا ہیں سب دوزخی ہیں کسی نے کہا اسے ابو امامہ  
 یہ باتیں کیا آپ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں  
 کہا اگر میں اپنی رائے سے ایسی باتیں کہوں تو مجھ میں بڑی جرات ہو گئی یہہ  
 باتیں ایک دو بار نہیں سنیں ساتھ بار سے زیادہ سنی ہیں روایت کیا اس کو  
 ابن شیبہ اور ابن جریر نے انتہا المختصا۔ اور یہی روایت بادی اختلاف  
 مستدرک حاکم میں ووطریقون سے مروی ہے ایک میں اونکا کلاب النار ہونا  
 صحیح ہے۔ غرض کہ اس توہم کا دوزخی بلکہ دوزخ کے کتے ہونا آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے کئی بار کے ارشاد سے ثابت ہے اور تصدیق بھی اس خواب سے  
 ہو گئی۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود ان فضائل کے دوزخ میں آدمی بھی  
 نہیں کتے بنے اسکی کیا وجہ ہوگی۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اونہیں کتوں کی  
 صفت غالب تھی کہ بزرگوں کی شان میں زبان درازی کرنا اور ہر کسی پر  
 بیباکانہ حملہ کر جانا گویا اونکا شعار ہو گیا تھا۔ چونکہ یہ صفت راسخ تھی اس  
 عالم میں اسکا یہ اثر ہوا کہ صورت ظاہری بھی اسکے تابع کر دی گئی نوذبا اللہ تعالیٰ

اس قوم کی ایک ظاہر کبریت یہ تھی کہ جس کے دل میں اذکی محبت آئی آثار برکت  
 کے اوس سے جاتے رہے چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے عن ابی الطفیل  
 ان رجلا ولد له غلام علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا له واخذ بشرة حیثہ  
 فقال بہا کذا وغیر حیثہ ودعا له بالبرکۃ قال فنبت شعرہ فی حیثہ کأنہا ہلب  
 فرس فشب الغلام فلما کان زمن الخواج اجبہ فسقط الشعر عن حیثہ فاخذ  
 ابوہ یقیدہ مخافۃ ان یطیق فیہ قال فدعنا علیہ کو خطناہ وقلنا لہ فیما نقول  
 الم تر ان برکتہ دعوة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قد وقعت من حیثک فما  
 زلنا بہ حتی رجع عن رایہم فرد اللہ الیہ الشعر بعد فی حیثہ وتاب واصلم کذا  
 فی مصنف ابن ابی شیبہ ترجمہ روایت ہے ابو الطفیل سے کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا حضرت نے اوسکو دعا کی  
 اور اوسکی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دیا یا۔ اثر اوسکا یہ ہوا کہ پیشانی پر اوسکی  
 خاص طور پر بال اوسکے جو تمام بالوں سے ممتاز تھے وہ لڑکا جوان ہوا اور  
 خواج کا زمانہ پہنچا اور اون سے اوسکو محبت ہوئی ساتھ ہی وہ بال جو  
 دست مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے۔ اوس کے باپ نے جو یہ حال دیکھا اوسکو  
 قید کر دیا کہ کہیں اونہیں مل نہ جائے ابو الطفیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ اوسکے  
 پاس گئے اور وعظ و نصیحت کی اور دیکھو تم جو اون لوگوں کی طرف بایل ہو  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی برکت تمہاری پیشانی سے جاتی رہی  
 غرض جب تک وہ شخص اذکی رائے سے رجوع نہ کیا ہم اوس کے پاس سے  
 ہٹے نہیں پھر جب اذکی محبت اوسکے دل سے جاتی رہی حق تعالیٰ نے وہی

نشانی دست مبارک کی اوسکی پیشانی میں پہر پیدا کر دی۔ پہر تو اوس نے بالکل  
اونکے عقاید سے توبہ کی اور اچھی حالت پر ہو گیا انتہی اس حدیث سے کئی  
امور مستنبط اور ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کا دست مبارک لگ گیا اوس مقام کو ہمیشہ کے لئے ایک خصوصیت اور برکت  
حاصل ہو گئی پہر کبھی تو حق تعالیٰ نے اوس کے آثار ظاہر بھی فرما دیا اور اگر  
کبھی ظاہر نہ فرمایا تو اوس مقام میں برکت تو ضرور رہی۔ اسی وجہ سے بخاری نے  
وغیرہ کتب صحاح میں ثابت ہے کہ ابن عمر وغیرہ صحابہ حضرت کے آثار و آثار  
کونے میں نہایت اہتمام کیا کرتے تھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی مقام میں سبقت  
بھی مفصل آجائیگی۔ دوسرا یہ کہ اون آثار کے طور پر کیلئے وہ مقامات خاص  
جاتے تھے جو برگزیدہ ہوں پہر جہاں کسی قسم کی اونین خرابی آگئی وہ آثار  
اور صلاحیت وہاں سے جاتی رہی تاکہ طالبان حق کو اوس سے عبرت حاصل  
تیسرا یہ کہ اون آثار کے اثر کے لئے بھی وہی لوگ خاص کئے جاتے تھے جو اہل  
ہوں یعنی اوس برکت قابل اہل ایمان ہی ہوا کرتے تھے اہل باطل کو اوس طرف  
توجہ نہ تھی۔ چوتھا یہ کہ جسکو حضرت نے براہ شفقت دست مبارک لگا دیا عقاید  
باطلہ کا اثر اوس کے دل میں ہونے نہ پایا دیکھ لیجئے اگر اوس شخص کے دل میں  
اول عقاید کا پورا اثر ہو جاتا تو پہر اوس کے رجوع کی امید نہ تھی جیسا کہ ابی ہریرہ  
کی روایت سے معلوم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی معلوم ہوگا کہ اس فرقہ  
کے عقاید کا پورا اثر جس کے دل میں ہو جاتا ہے تو کبھی وہ راست پر نہیں آتا  
احادیث و آثار جو خارج کے باب میں ہیں اس کثرت سے وارد ہیں کہ مذہبی

تقل کے لئے کسی جز چاہئے جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے فہم سلیم دیا ہے اُنہیں بھی  
 اوسکے لئے کافی ہے ہر خدیہ فرقہ خاص ان عقیدوں کے ساتھ جس پر بانی  
 مذہب نے بنا کیا معلوم نہیں اب تک موجود ہے یا نہیں مگر اتنا تو یقین ہے  
 کہ اس رنقار پر چلنے والوں سے کوئی زمانہ خالی نہوگا اسلئے کہ اوپر معلوم  
 ہو چکا کہ مسلمانوں کو گمراہ اور مردود بنانے کے باب میں شیطان کے پاس  
 بے ادبی اور بیباکی سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جس کا تجربہ خود اوسکی ذات پر  
 ہو چکا ہے اور بیباکیان اور بے ادبیان اس فرقہ کے اصول میں داخل ہے  
 اور سوائے اسکے اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ظاہر ہے عن ابی جعفر

القرامولی علی قال شہدت مع علی رضی اللہ عنہ النہر فلما فرغ من قتلہم قال اطلبوا

المخرج فطلبوا فوجدواہ فی وہدۃ رجل اسود منتن الیریح فی موضع یدہ کبیتۃ الثری

علیہ یفصرات فلما نظر الیہ قال صدق اللہ ورسولہ فسمع احد ابنیہ اما الحسن والحسین

یقول الحمد للہ الذی اراہا امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ الاصابۃ فقال

علیؑ لو لم یبق من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلاثۃ لکان احدہم علی راس ہوا

انہم لفی اصلا ب الرجال وراحام النساء کذا فی کنز العمال مترجمہ ابو جعفرؑ

کہتے ہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہر کی لڑائی میں شریک تھا جب علیؑ

اون کے قتل سے فارغ ہوئے فرمایا اوس شخص کو دھونڈو جس کا ہاتھ ناقص ہے

چنانچہ اوس شخص کی لاش ملی وہ شخص سیاہ قام تھا اور اوس سے بد بو آتی تھی

اور اوس کے ہاتھ کی جگہ بشکل پستان ایک گوشت یا رہ تھا جس پر چند بال تھے

علیؑ نے اوسکو دیکھ کر فرمایا سچ کہا خدا تعالیٰ اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم



نے امام حسن یا امام حسین علیہما السلام نے خدا کے تعالیٰ کا شکر بجالایا علی نے فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے صرف تین ہی شخص رہ جائیں ان میں بھی ایک شخص اس فرقہ کی رائے اور طریقہ پر ہوگا وہ لوگ ہنوز مردوں کی بیٹیہ اور عورتوں کے رحم میں ہیں روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط میں انتہی اور اس حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کر گیا۔ عن ابن عمر

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يخرج ناس من المشرق يقرون القرآن لا يجاوز تراقيهم كل باطل قرن نشأ قرن حتی یكون آخرهم يخرج مع مسیح الدجال حم طب ک حل ترجمہ روایت ہے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کئی لوگ مشرق کے طرف سے نکلین گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا جب ایک سینکڑہ کا ٹاجا جائے گا تو دوسرا نکلیگا یعنی جب ایک فرقہ کا استیصال کیا جائیگا تو دوسرا ظہور کرے گا یہاں تک کہ وہ آخر میں دجال کے ساتھ رہیں گے روایت کی اسکو امام احمد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ نے انتہی۔ خیاںچہ ایسا ہی ہوا کہ خواجہ بھی مشرق ہی کے طرف سے نکلے اور دہابی بھی جن کا فتنہ مدتوں ملک عرب میں رہا غالباً یہ وہی فرقہ ہے جسکی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہم بارک لنا فی شامنا و فی بیننا قال قالوا و فی نجدنا فقال قال اللہم بارک لنا و فی شامنا و فی بیننا قال قالوا و فی نجدنا قال قال ہنا لک الزلازل و القتل و ہنا یطلع قرن الشیطان رواہ البخاری ترجمہ روایت ہے ابن عمر سے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الہی ہمارے شام اور یمن میں

برکت دیجیو صحابہ نے عرض کی اور ہمارے نجد میں مقصود یہ کہ نجد کو بھی حضرت  
 دعائین شریک فرمالین پہر وہی دعا کی کہ الہی ہمارے شام اور یمن میں  
 برکت دیجیو پہر صحابہ نے نجد کے لئے عرض کی حضرت نے فرمایا وہاں نہ لے لے  
 اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینکڑے نکلے گا روایت کی اوسکو بخاری نے  
 انتہی اس حدیث شریف سے تبصریح معلوم ہوا کہ نجد سے فتنے برپا ہونگے اور  
 اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مشرق سے نکلیں گے اگرچہ مشرق  
 عام ہے کہ ہندوستان بھی مدینہ طیبہ کے شرق ہی میں واقع ہے مگر  
 مدینہ طیبہ کے عام و خاص لوگ نجد ہی کو مشرق اور وہابیوں کو شرقی کہا کرتے  
 ہیں جنکی اقامت ملک نجد میں ہے پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں سے وہابیوں  
 کا فتنہ مراد ہے پیرائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی چند علامتیں بیان  
 فرمائیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مشرق سے نکلیں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا  
 اور ایک یہ کہ بات نہایت عمدہ کہیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے عن ابن مسعود

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج في آخر الزمان سفهاء الاسلام  
 يقولون من قول خير البرية يقولون القرآن لا يحدون تراقيمهم من لقيهم فليقتلهم  
 فان فيه اجرا لمن قتلهم الحكيم كذا في كنز العمال ترجمہ روایت ہے ابن مسعود  
 سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلیں گے آخر زمانہ میں  
 بیوقوف لوگ بات نہایت اچھے لوگوں کی سی کہیں گے اور قرآن پڑھیں گے  
 مگر وہ ان کے خلق سے نہ اترے گا جو شخص ان سے لئے جائے کہ ان کو  
 قتل کر ڈالے کیونکہ ان کے قتل میں ثواب ہے انتہی ظاہر ہے کہ ان کا دعویٰ

یہی تھا کہ شرک و بدعت کو مٹاتے ہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگ  
 مسلمانوں کو قتل کریں گے چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے عن ابن عمر  
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من امتی قوم یقرؤن القرآن  
 لا یجاوز حناجرہم یقتلون اہل الاسلام فاذا خرجوا قتلوا ہم فطوبی لمن  
 قتلہم وطوبی لمن قتلوا کما طلع منہم قرن قطعہ اللہ عز وجل حم کذا فی کنز العمال  
 مترجمہ روایت ہے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 کہ نکلے گی ایک قوم میری امت سے کہ قرآن پڑھیں گے مگر اون کے حلق سے  
 نیچے نہ اترے گا قتل کریں گے وہ اہل اسلام کو خوش خبری سے اوسکو جس نے  
 اذہین قتل کیا اور جسکو اذہون نے شہید کیا جب کوئی شاخ اذکی نکلے گی  
 حق تعالیٰ اوسکو قطع کرے گا روایت کی اسکو امام احمد نے انتہی یہ بات ثابت  
 ہے کہ ہزار ہا مسلمانوں کو ان لوگوں نے قتل کر کے حرمین شریفین اور تمامی  
 ملک عرب پر تسلط کر لیا تھا اب بیابا کی کوائل دیکھتے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَهَمَّ  
 يُرِيْدُ فِيْهِ بِالْحَاكِیْمِ لَوْ نَدْرَاْهُ مِنْ عَذَابِ الْیَوْمِ یعنی جو شخص مسجدِ حرام  
 میں شرارت سے مجبوری کرنا چاہے چکھائیں گے ہم اوسکو عذاب دردناک  
 حافظ محی السنۃ بغوی رح تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں عباس  
 رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں ان تقتل فیمن لا یتلک و انظلم من لا ینظلم  
 یعنی ایجادِ بظلم یہ ہے کہ قتل کرے تو اس شخص کو جو تجھ کو نہ مارے یا ظلم کرے  
 اوس پر جو تجھ پر ظلم نہ کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے  
 لو ان رجلا ہم بخطیئۃ لم یکتب علیہ ما لم یعلہا و لو ان رجلا ہم یقتل رجل بمکۃ

ہو بعد ان اوبلا و آخر اذ اقامہ اللہ من عذاب الیم۔ اگر کوئی کہیں گناہ کا قصد کرے تو جب تک اس کا وقوع نہ ہو گناہ لکھا نہ جائیگا بخلاف اس کے کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو تو اس کے قتل کے قصد پر عذاب الیم چکھایا جائے گا اگر حیکہ قصد کر نیو لا عدن میں ہو یا دوسرے شہر میں۔ اور مدینہ طیبہ کی نسبت ارشاد ہے عن عائشہ

رضی اللہ عنہا قالت سمعت سعداً قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اهل المدینۃ احد الا انما یمکح ما یمکح الملح فی الماء رواہ البخاری یعنی بخاری شریف میں روایت ہے سعد سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ مکہ و حیکہ کرے تو ایسا گلے کا جیسا نمک پانی میں بگلتا ہے ابن حجر جرح فتح باری میں اس حدیث کے تحت میں مسلم کی روایت نقل کرتے ہیں

کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرید احد اهل المدینۃ بسوا الا اذا به اللہ فی النار ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کو بُرائی پہنچانیکا ارادہ کرے گلائے گا او سکوحق تعالیٰ دوزخ میں مثل سیسہ کے یا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے انتہی جب مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل اور بُرائی کے ارادہ پر یہ منراہیں ہوں تو جنہوں نے وہاں قتل عام کیا اور وہ وہ اذیتیں پھونچائیں جس سے ہزار ہا لوگ جلا وطن ہو گئے اونکا کیا حال ہوگا۔ اور ایک علامت اس قوم کی یہ کہ قرآن پڑھیں گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہو چکی۔ قرآن شریف پڑھنے کا اس قوم میں استعزاز اہتمام تھا کہ دلائل انحراف کے ضد ماننے جلا دے تاکہ اس کا وقت کبھی تلاوت قرآن ہی میں صرف ہو جیسا کہ درالینین مذکور ہے

ایک علامت یہ ہے کہ اس قوم میں جو کوئی داخل ہوا اس کے پہرنے کی توقع نہیں  
 عن ابی بردۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان قوم کان  
 ہذا منہم یقرؤن من القرآن لا یجادز تراقیمہم بحر قن من الاسلام کما یرق السہم  
 من الرمیۃ ثم لا یرجون المیۃ سیما ہم التخلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج آخرہم  
 مع المسیح الرجال فاذا القیتہم فاقتلوہم ہم شر الخلق واخلیقہ ش حسن طلب کہ  
 کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے ابی بردۃ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلیگی وہ قرآن پڑھیں گے  
 مگر وہ اذن کے خلق سے نہ اتریں گے اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر  
 شکار سے نکل جاتا ہے پہرہ پہرہ میں گے اسلام کی طرف علامت اذنی یہ ہے  
 کہ سر منڈایا کریں گے یہ قوم ہمیشہ خرچ کرتی رہے گی یہاں تک کہ آخر وصال  
 کے ساتھ ہوں گے جب کبھی تم اذن سے ملو اذکو قتل کر ڈالو کیونکہ وہ کل آدمیوں  
 اور جانوروں سے بدتر ہیں روایت کی اسکو ابن شیبہ اور امام احمد نسائی  
 طبرانی اور حاکم نے انتہی اس میں شک نہیں کہ کوئی باطنی تکبوت اس فرقہ میں  
 ضرور ہے جسکی وجہ سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہرہ وہ دین  
 میں نہ آئیں گے۔ مگر بظاہر ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حمایت توحید اور  
 دفع شرک و بدعت کے غور میں محبوبان بارگاہ الہی کی نہ صرف توہین کرتے ہیں  
 بلکہ مثل اصول دین کے تعلیم و تعلم میں اذکو داخل کرتے ہیں جسکی وجہ سے غیرت الہی  
 اذکو تباہ کر دیتی ہے۔ اور ایک علامت نبی تہیم سے ہونا جیسا کہ درالسنیہ  
 کتاب جلال النظم سے نقل کیا ہے کہ ظن غالب ہے کہ محمد بن عبدالوہاب

ذوالخوئیرہ تمیمی کی اولاد سے ہو گا جسکی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث

میں دی ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان

من ضعی بذی اوفی عقب هذا قوم یقرؤن القرآن لایجادوا جبرہم یمرقون من الدین

کما یمرق السہم من الرمیۃ یقتلون اہل الاسلام ویدعون اہل الاوثان لن ادرکہم

لاقتلہم قتل عاد رواہ البخاری ترجمہ روایت ہے ابن سعید خدری رضی اللہ عنہ

سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص کے خاندان یا نسل میں ایک قوم

ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر اذان کے حلق سے نہ اتریں گے دین سے وہ ایسے مکمل

جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور بت پرستوں کو

جھوٹ دینگے اگر میں انکو پاتا تو قتل کرتا مثل قوم عاد انتہی روایت کیا اسکو بخاری

نے انتہی اس شخص کا نام ذوالخوئیرہ تھا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو مسلم

میں ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وہو یقسم قسا اتاہ ذوالخوئیرہ وہو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ

اعدل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویلک ومن یعدل اذا لم ادرل حدیث

دخست ان لم اعدل فقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ ائذن لی فیہ اضرب عنقہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فان لہ اصحابا یخیر احدکم صلوۃ مع صلوۃ ہم وصیا

مع صاہم یقرؤن القرآن لایجوزن ان یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ

الحدیث ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار ہم

لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضرت کچھ مال تقسیم

فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ والا ایک شخص آیا جس کا نام ذوالخوئیرہ تھا اوکھا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت نے خرابی ہو تیری اگر میں نہ عدل کروں تو پہر کرے گا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اسکی گردن ماروں فرمایا جانے دو اسکے ساتھ والے ایسے لوگ ہونگے کہ تم اپنی نماز و روزہ کو اونکی نماز و روزہ کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے وہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے آگے نہ بڑھیں گے اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے روایت کی ۳۱ کو مسلم ح نے انتہی لمخضاً اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ذوالنحو یصرہ قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور ابن عبد الوہاب بھی یثیمی ہے تعجب نہیں کہ اسکی نسل سے ہوا دراکر نہ بھی ہو تو ہم خاندان ہونے میں شک نہیں۔ اور ایک علامت یہ ہے کہ سر منڈوا کرین گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے ابھی معلوم ہو چکا عن عمر رضی اللہ عنہ

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج قوم من المشرق حلقان الرؤس قلوب القرآن لا يجاوز خارجهم طوبى لمن قتلوه وطوبى لمن قبله ببطر النجوى في اللبانة وطوبى لمن كذا في كنز العمال ترجمہ روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم مشرق سے نکلے گی جو سر منڈوائے ہوئے ہونگے پڑھیں گے وہ قرآن مگر انکے حلق سے نہ اترے گا خوشخبری ہے اسکو جو ان کے ہاتھ سے شہید ہوا اور جس نے اونکو قتل کیا انتہی۔ درسنیہ میں بخاری اور مسلم سے یہ روایت نقل کیا ہے کہ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج ناس من المشرق ويعتزلون

القرآن لا يجاوزونهم قلوبهم من الدين كما يمرق السهم من الرمية لا يعودون فيه حتى يعود السهم الى فوهة ساهم التحليق جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک فرقہ نکلے گا کہ قرآن پڑھیں گے مگر نکل جائیں گے دین سے پھر نہ لوٹیں گے جیسے تیر شکار

سے نکل کر لوٹتا نہیں علامت اوکی یہ ہے کہ سرمنڈوایا کرینگے انتہی۔ پھر قول عبدالرحمن  
 اہل مفتی زبید کا نقل کیا کہ ابن عبدالوہاب کے رد میں کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت  
 نہیں صرف یہ نشانی کافی ہے جسکی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ  
 (سرمنڈوایا کرینگے) کیونکہ اس شخص نے جیسا سرمنڈوانے میں اہتمام کیا تھا کسی فرقہ  
 میں نہوا اس نے دستور ٹھیرا دیا تھا کہ جو شخص اپنی ملت میں داخل ہوا اسکو سرمنڈوانا  
 ضرور ہے یہاں تک کہ عورتوں میں بھی یہ حکم جاری کر دیا تھا ایک روز کسی عورت کو گرفتار  
 سے بحسب عادت سرمنڈوانیکو کہا اس نے جواب دیا کہ عورتوں کے سر کے بال اور  
 مردوں کی داڑھیان برابر ہیں اگر مردوں کی داڑھیان منڈوائی جائیں تو عورتوں کے  
 سر کے بال منڈوانا سجا ہوگا یہ سنکر مبہوت ہو گیا اور کچھ جواب نہ لیکھا۔ **الحاصل**  
 علامات مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ و ہابیہ  
 کے نکلنے کی خبر دیکھی ہیں اور جو علامتیں بیان فرمائیں سب اس میں پائی گئیں۔ اور سوا  
 احادیث مذکورہ بالا کے در سنیہ میں کئی حدیثیں نقل کئے جن میں علامتیں اس  
 گروہ کی مذکور ہیں اور وہ سب او میں پائی گئیں احادیث مذکورہ سے یہ بات  
 بھی ثابت ہے کہ فرقہ خوارج کی وہ ایک شاخ ہے مگر اسوجہ سے کہ نئے طور پر اسکا فوج  
 اسلئے اوسکا نام جداگانہ قرار پایا اور اس کے بانی کی طرف منسوب کیا گیا اسوجہ  
 سے یہ لوگ محمدی کہلاتے ہیں مگر محتاط علمائے جب دیکھا کہ عوام الناس او کو ضرور  
 محالیاں دینگے اور اس میں تو ہین لفظ نام مبارک کی ہوگی اسلئے محمد بن عبدالوہاب  
 کے نام سے جزو دوم کی طرف منسوب کر کے باختصار لفظ و ہابی مقرر کیا۔ غرض  
 و ہابی اور محمدی کے یہاں ایک معنی ہیں محمد بن عبدالوہاب کا مجملہ حال یہ ہے



اللہ گیارہ سو گیارہ مین وہ پیدا ہوا اور بعد کسی قدر تحصیل علم کے ۴۳ سالہ گیارہ  
 تریالیس مین اپنے خیالات فاسدہ کو رواج دینے کے واسطے خطہ نجد مین گیا پہلے  
 صرف اسی بات پر زور دیا کہ اس زمانہ مین شرک ہر طرف پھیل گیا ہے اور اسلام  
 کی حالت روز بروز گھٹتی جا رہی ہے اسوقت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جوید  
 کو رواج دینے اور شرک کو مٹانے کا فکر کرے۔ چونکہ یہ دعوی قابل تسلیم تھا لوگ  
 اوس کے دام مین پھنسنے لگے چنانچہ سنہ ۱۱۵۷ھ گیارہ سو پچاس مین اوسکی شہرت  
 ہوئی اور درعیہ اوسکے اطراف و جوانب کے لوگ اوس کے تابع ہو گئے اور  
 روز بروز بڑھتی ہونے لگی۔ جب کسی قدر جمع ہو گیا جہاد پر آمادہ ہوا اور اپنے  
 ہوا خواہوں کو جمع کر کے لکچر دیا کہ سوائے اس خطہ کے اسوقت کل روئے زمین  
 پر شرک پھیلا ہوا ہے اور سوائے تم چند شخصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے مین  
 سب مشرک ہیں اب ہکو ضرور ہے کہ جہاد کر کے مشرکوں کو قتل کریں تمہیں یاد دلاؤں  
 کہ جو کوئی مشرک کو قتل کرے اس کے لئے جنت ہے ہر سب سے بیعت لیکر جہاد  
 کا حکم دیا۔ یہ فتنہ ایک مدت تک رہا۔ اس قوم نے ہزار ہا مسلمانوں کو  
 شہید اور جلاوطن کر دیا اور حرمین شریفین پر قبضہ کر کے کئی سال بالاستقلال  
 علم رانی کی آخر سنہ ۱۱۷۲ھ بارہ سو ستائیس مین بحکم سلطان محمود حرین غیر  
 سے نکالے گئے مادہ تاریخ اودن کے اخراج کا قطعہ ۱۱۷۲ھ ابھی انچھوڑا ہے  
 اس فتنہ کی کسی قدر تفصیل اور حال اودن مصیبتوں کا جو اہل حرین شریفین  
 پر گذرین شیخ و حلان مکی رح نے الدرر السنیہ مین لکھا ہے۔ اس فرقہ کو بھی  
 مثل خراج کے عمل مین نہایت اہتمام تھا یہاں تک کہ تارک فرض کو کافر

حلال الدم سمجھتے اور توحید میں اذکوا اس قدر غلو تھا کہ یا رسول اللہ کہنے والے اور بزرگوں  
 سے مدد مانگنے والے کو کافر سمجھتے ابن عبد الوہاب ہر جمعہ کے خطبہ میں کہا کرتا کہ جو  
 شخص نبی کا توسل کرے وہ کافر ہے اور زیارت قبور ناجائز سمجھی جاتی تھی چنانچہ  
 لکھا ہے کہ ایک قافلہ احسا سے مدینہ طیبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 زیارت کے لئے گیا تھا وہاں کی ایسی کے وقت جب درعیہ پھونچا جان وہ تھا اونٹ  
 اون کی یہ سزا ٹھہرائی کہ داڑھیان سب کی منڈ والی جائیں اور گدھوں پر  
 اس رسوائی کے ساتھ سوار کئے جائیں کہ دم کی طرف منہ ہوا اور یہی حالت احسا  
 تک رہے جہاں اونکا گھر ہے تا تشہیر ہو جائے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زیارت کو جائے اسکی یہ سزا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ عجت  
 سے ادن لوگوں کو اس قدر احتراز تھا کہ صد ہا دلائل الخیرات اور دوسرے علوم  
 کی کتابیں جلا دی گئیں اس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نابینا اذان کے بعد منارہ  
 پر باواز بلند درود شریف پڑھا کرتے تھے ابن عبد الوہاب نے اسکو منع کیا  
 جب انہوں نے نہ مانا قتل کر ڈالا اور کہا کہ کسی عورت کے گھر سے رباب کی  
 آواز درود کی آواز سے بہتر ہے جو مناروں پر پڑھا جائے اور مولود شریف  
 کسی کو پڑھنے نہ دیتا صرف دعو و فقہ وغیرہ علوم کے مطالعہ سے منع کرتا۔  
 ادس کا قول تھا کہ اصل شریعت ایک تھی ان لوگوں کو کیا ہوا جو اسمین  
 چار مذہب کر دئے کہیں کہتا کہ قول ائمہ اربعہ بالکل قابل اعتبار نہیں  
 اور کہیں کہتا وہ تو حق پر تھے مگر اونکے اتباع کتابین تصنیف کر کے خود گمراہ  
 ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ شیخ سلیمان بن سعیم حنبلی نے جو معاصر ابن

عبدالوہاب کے ہیں ایک استفتا کیا جس کا جواب علامہ احمد بن علی قتیانی نے دیا ہے۔ استفتائین لکھا ہے کہ ابن عبدالوہاب نے یہاں اقسام کی بدعتیں نکالیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھ ہی ہے منجملہ ان کے چند یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر جمعہ کے دن اور رات میں درود پڑھنے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایسی بدعت ہے کہ اس سے آدمی دوزخی بن جاتا ہے دلائل الخیرات اور روض الریاحین کے کئے نسخے اس نے جلا کر اس کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر لفظ سیدنا کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کبھی جو قدرت ہوگی قبۃ شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈبا دیگا۔ زید بن خطاب اور ان کے ساتھ والے صحابہ کی قبروں کو کہہ واڈالا۔ غرض اسکے بیباکیاں اور گستاخانہ کوئی شمار و حساب نہیں اس سے بڑا کر کیا ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کمال بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے اور سنکر چپ رہتا ہے چنانچہ رسول کے معنی طارش کہتا جو ان لوگوں کی زبان میں ہر کارہ کو کہتے تھے اور اس کی اتباع کہتے تھے کہ جو اس عصا سے کام نکلتا ہے وہ بھی ان سے نہیں نکلتا۔ اور وہ ایسی باتیں سنکر خوش ہوتا اور سوائے اسکے اور صد ہا خرافات اور لوگوں کے زبان زد تھے۔ یہ فرقہ نجد میں اب تک موجود ہے اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ کون مسلمان ایسا ہوگا کہ ان اعتقاد و دعو کو پسند کرے گا مگر ہمارے حضرات زیادتی کر کے ادنیٰ احتمال پر کسی کو بھی دبا بی کہہ دیتے ہیں جو قطع نظر فتنہ و فساد کے شرعاً جائز بھی نہ ہوگا۔

# مَنْ تَرَاوَالْحَمْدُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شکر حق اس نظم میں ہیں ہضامیں دلپذیر  
جس سے ایمان تازہ ہوا اور ہون ل اعدائے  
ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلا ریب نیکر  
جو محدث ہیں وہ اسکو مان لین گے ناگزیر

گرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اس میں نہیں  
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس میں نہیں

لکھا اسکو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں  
تہا یہی لم جو مدح سان کے تھو روح الامیں  
کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی شاعر ہیں  
کعب اور ابن رواحہ کو اسکا تہا یقین

ذکر ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہے  
جو ازل سے تا اب مدح اور محمود ہے

حضرت عباس نے جب نعت میں شاہ کی  
سکے فرمایا صلہ شاعر کو دیتے ہیں سبھی  
اک قصیدہ لکھا جس سے ہو جمل سبحان بھی  
ہمنے دی اسکے صلہ میں سلطنت اسلام کی

مل گیا پر دانہ با مہر قضا اک بات میں  
سلطنت کی کنجیاں دین خاندان کے ہاتھ میں

ٹھیکر افکارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا  
پہر ہو ذکر سرور عالم کا کیسا مرتبا  
اور از قسم عبادت ہو جو ذکر انبیا  
جن کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا

	رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے مطلن ہوتے ہیں دل ذکر شدہ لولہ سے	
اور سبھی حضرت کا دوزخ میں نجات کا کہو کہ قرین ذکر حق ذکر محمد کیجیو		ذکر نام پاک سے نار جنم سرد ہو بوالبشر نے کی وصیت وقت آخر شیش کو
	وخت آدم گئی نام شدہ لولاک سے مردہ زندہ ہو گئے تاثیر نام پاک سے	
میں تفرج کے لئے جب آسمانوں پر گیا اور ہر اک بیتہ چنت کے ہے نام ذکر کا لکھا		حضرت آدم نے اوس فرزند سے بھی کہا دیکھا ذکر احمدی میں ہر ملک مصروف تھا
	سینے خورون کے ملائک کے جبین تابعرش ہر جگہ اس نام کا ہے عالم علوی میں نقش	
ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام اور فرشتہ دائم مشغول ہیں جبین تمام		ہے درود پاک ہی ذکر شدہ عالی مقام بھیجا ہے خود درود اس فخر عالم یردام
	کیسی طاعت ہوگی وہ جبین ہو خود حق بھی شریک ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک	
بھیجا ہے اس پر شتر رحمتیں رب دودو ہو دم اس کی ترقی مدارج زود زود		کیا فضیلت ہے۔ پڑھو بکار گر کوئی درود اور ملائک کے درود اسپر کرین پیچہ درود
	دیکھ لیگا قبل موت اپنا وہ جنت میں مقام اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے با احترام	
دفع ہوں سب ہم و غم جو کوئی پڑتا ہو دم محو ہوتے ہیں گنہ پڑنے سے اس کے لکلام		

انکھیں اسکی وجہ سے دونوں جہانکے ساکام  
جو پڑھتا ہے دایم رہے منصور و محبوب انام

ذکر خالق اور دعا ذکر نبی کے سات ہے  
کیا صلوة احمدی بھی افضل الطاعات ہے

جو وضو کے وقت حضرت پر نہ پڑھتا صلوة  
بے صلوة احمدی کامل نہ ہو ہرگز صلوات  
ہے طہارت اسکی ناقص اسہین ہیں کیا کیا تھا  
الحیات اسکی ہو جاتی ہے بالکل واپس

اور جو نام شاہ دین سنکر نہ پڑھتا ہو درود  
جائے رغمانا رین وہ انجل انسانس غنود

حضرت آدم کو پہلے میل طبعی جب ہوا  
بولایا رب مہر کیا دون حق تعالیٰ نے کہا  
عرض کی خاتون نے حضرت مہر ہوا اولاد  
صاحب لولہ پر پڑھ لودرود با صفا

یعنی استحلال جائے درود پاک سے  
تا کہلین گل رشک افلاک و ملائک خاک سے

جتنا کل اہل زمین یا دین عمل کر کے ثواب  
لکھی جائیں نیکیاں اسکی بدولت جیسا  
لیجے اتنا پڑھ کے دم بہرین درود مستجاب  
ساتھ اوسکے جو دعا کیجئے ہو بیشک مستجاب

ہے فضیلت میں زیادہ تر وہ سب طاعات  
جسے اور صدقات سے اعناق سے غزوات

جو کہ پڑھتا ہو درود اوسکو نفاعت ہو  
عرش کا سایہ ملے گا ہوگا حضرت کے مرتب  
راضی ہوگا حق گواہی دینگے جیسا کہ حبیب  
ہو دے روز عید اوسکو خوشکار و زیہ

اور اس کثرت سے ہوگا فوراً سدن اسکے ساتھ  
جبکی وسعت میں سما سکتی ہو ساری کائنات

کہ کرین وایم تلاش شخص مہنام نبی دیکھئے کس طرح ہے تعظیم نام پاک کی	ہے بہت سارے فرشتوں کی عبادت بھی پہرچاویں ٹھہریں اسکے گہرہ پابصدقی
صرف نام پاک جب ہو دے ملائک کامطاف کیون نہ دراز نکا ہو روحن کا محل اعتکاف	
رزق و برکت سے رہے ملو بصد نشو و نما کہ وسیلہ شاہ دین کے نام اطہر کو کیا	جس مکان میں ہو سہمی حضرت کا وہ گہرا اما تو یہ حضرت صفی اللہ قبول اسد مہوا
خاتم حضرت سلیمان میں جو وہ نسخہ تھی نقش نام شاہ جن دانش کی تاثیر تھی	
وصف انکی کر سکے کیا کوئی بیارہ شہر عقل حیران ہے یہاں دروہم کے جلتے ہیں	گرچہ انکی مدح میں قرآن ہے ناطق لیسر رتبہ انکا کوئی کیا جانے جو دیو کے پچھنبر
ہر مسلمان چھوڑے کیونکر نعت کو بالکلیہ لیس تیرک کل مالاید رکب بالکلیہ	
انبیا وایم رہے ماح ختم المرسلین بت زبان قال ہو کرتے تھے وصف شاہ دین	خود خدا نے کی ننگے رحمۃ للعالمین اور جہاد و جانور بھی نعت سو چھوڑے نہیں
ہاں مگر شیطان کو شاید ہو تو ہوا سمین کلام ماسوی کی اوس نے جب تعظیم سمجھی ہے حرام	
حق تعالیٰ نے لیا جملہ نبیوں سے یہ کام اور جو دشمن ہو تو اس کے کفر میں پر کیا کلام	نعت وہ ہے جسکا حضرت نے کیا خود اہام ہو جو محمد و ماسو ہے ایمان و سکاناتام
اکی بذات خود خدا نے نعت حبیب محبوب کی	

	پہر ننادل سے کرین کیونکر نہ سب محبوب کی	
کیونکر دل میں جب کسی کی ہو محبت جاگزین جس طرح ہوتا ہوں دل میں جب کسی سے بغض و کین		اوسکو بے ذکر و نثارے دوست ہیں آہنہیں اوسکی بدگوئی میں ہتا ہر سدا وہ عیب چین
	قلب کی کیفیتیں اظہار پاتی ہیں خسرو ر دل کی موجیں لب پہ خوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور	
بہر خطبہ جب ہوا منبر کا استحکام اساس عاشق صادق تھا جب یہ کہا کہ ہر فریج کجاں		اور ستون نے جان عالم کو نپایا اینوپاں گریہ دزاری لگا کرنے وہ عکین بے قیاس
	تھا تو عجب مشک پر عشق نبی میں تازہ تھا زمرہ عشاق میں نا در بلند آوازہ تھا	
ہے جو خالق کو محبت اسنے اسکا ذکر کیا جسکو اسنے ہو محبت ہے وہ محبوب خدا		ہو جو تابع اوسکا اوسکو دوست اپنا کہدیا رتبہ اوسکا پانہیں سکتی کبھی عقل رسا
	ہو گا روز حشر خود خیر الوری کے ساتھ وہ پاؤں عالی مرتبہ بے کثرت طاعات وہ	
حق نے جہا دلایا اللہ میں دیکھو کیا کہا جب محبت ہو طفیلیوں سے یہ بے انتہا		کہ میں ہو جاتا ہوں اپنے خیم گوش و دست پا جب شاہ مرسلین ہو کس قدر سوچو ذرا
	انتہا اس جب کی عقلوں سے ہمارے دور ہے مارمیت کی حقیقت جس طرح مستور ہے	
الغرض یہ حمد ہے اور نعت محبوب خدا ہو زبان پر نام احمد کا احد دل میں چہا		لب پہ ہو وصل علی اور قلب میں جل و علا چاہئے اب ہوں سراپا خیم و گوش اہل صفا



	جلوہ نورخدا از خود عیان ہونے کو ہے راز جو مخفی تھا خود صرف بیان ہو نیکو ہے	
اور عبودیت کا ساری خلق میں قرار ہو کیج تار یک عدم جو لا نگہ انوار ہو		یعنی بب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو فیض بخش کن نگاہ غیبینہ اسرار ہو
	نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال اور محمد اس کا رکھنا نام حمداً لا ینزال	
کیونکہ جملہ حمد راجع ہیں سورب العلا پہر محمد ہم نے گراؤ نکو کہا تو کیا ہوا		گرچہ حضرت ہیں محمد پرستو وہ ہے خدا لیک جب خود حق تعالیٰ نے محمد کھدیا
	عقدہ یہ کہتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخ کبریٰ ہیں وہ	
جس نے اونکو کر دیا ذات محمد تاابد پہر بنایا اون کو حامد اپنا وہ رب صمد		حمد ہے اس خالق کون وہ مکان کو بعید اور مقام اونکا کیا محمود با صد شد و
	تھی جو اصل خلق بس لائق انہیں کے تہا یہ کام تا ہو انکا حمد سب کے حمد کے قایم مقام	
لکھا پہر ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ انکا نام دی یہ شہرت اونکو تا جا میں انہیں خفا میں عام		الغرض اس نور سے پیدا کیا عالم تمام نام انکا لیکے نبیوں نے نکالے اپنے کام
	وہ نبی اس وقت تھے کہ آدم آب و گل میں تھے جان جب آئی انہیں وہ جانیں زبان پر دل میں تھے	
رکھ پائیشانی میں تا ہو سجدہ گاہ بوا بشیر		پہر کیا یک شان سے آدم میں اسکو جلوہ گر

پہر ملا یک سہ کرائے سجدے با صد کمر نور	اور لیا اقرار سب پیغمبروں سے معتبر
کہ وہ ختم الانبیاء اور خیر خلق اللہ ہیں	ہیں وہ شمس الانبیاء اگر انبیاء سب ماہ ہیں
تھا جو منظور خدا ہو تھقل اسکا ظہور	نقل ہونے لگا اولاد آدم میں وہ نور
جو کہ قابل تھا ہوا اس نور کا اسمین مرد	جسمین آیا وہ ہوا اس جا کر امت کا نور
ادسکی تہنڈک سے کہیں گلزار بجاتی تھی نار	حسن کی گرمی کہیں کرتی دلون کو بے قرار
الغرض پہر ظہور نور عین جان و دین	ٹھہرے عالم میں عرب منظور رب العالمین
تا کہ ہو دین مطلع اس روضہ سے اہل یقین	کہ ہے جہانی تعین کا عبور اور کچھ نہیں
گو مقرر اسکا عرب ہے پر وہ کل کا شاہ ہے	سایہ گستر و جہان پر ایک ظل اللہ ہے
رفتہ رفتہ صلب عبد اللہ میں آیا وہ نور	جلوہ گرا و زمین ہوا جسوقت شمع طور
عشق سے ہونے لگے دل قابلوں کے چور چور	یعنے شیدا ہوتی تھیں اونپر زنان شاکر
پر ہر اک عورت قرین ہر شرف ہوتی نہیں	قابل یک دانہ گوہر ہر صدف ہوتی نہیں
اس امانت کیلئے تھیں آمنہ خاتون ہنی	آمنہ تھیں ہر طرح سے جو کہ وہ امنہ ہی
رکھا ایمان کا مادہ اونین تھا پہلے سو ہی	پہر تو بھیلی امن ایمان کی انہیں سے روئی
جس کے ہو فرزند وہ او سکوشرف کیونکر نہ ہو	گوہر زایا ب سے مخمسہ صدف کیونکر نہ ہو

لیک سٹھا حافظ خدا اور خاندان کا سرسبز	گرچہ رسم جاہلیت ان دنوں تھا بیشتر
پس نکاح اونکا ہوا دین خلیل اللہ پر	اسلئے سب تھی بری اس رسم سے تابو ابھر
تھی یہ وہ شادی کہ جس کی آسمان پر دھوم تھی	تہنیت کی ہر طرف کون و مکان میں دھوم تھی
جسکی ولایت آدم و جملہ جہان کا ہو چڑھا	تھا فقط منظور کیا انا بشر ورنہ وہ نور
عقل عاجز ہے یہاں ورنہ ہم ہے جفت و	اوسکو رحم مادر و صلب پر رکھی کیا ضرور
جب خدا قدرت نمائی گا کوئی سامان کرے	کیا ہی جو تسلیم مقدور اور جو انسان کرے
یعنی اسمعیل جو حد عرب میں بر ملا	میں ہوں ابن و ذبیح ارشاد حضرت نے کیا
ذبح کرنیکے لئے تھا باعث الہام کیا	اور عبد اللہ جو بین والد خیر الوری
اسمیں یک نکتہ ہے یعنی جس کے ہوا ایسا پسیر	باپ دادا چاہئے قربان ہوں اسپر سرسبز
شمس کے مانند جب برج حمل میں آگیا	الغرض وہ نور پاک حضرت خیر الوری
بلکہ تھی ساری زمین اسوقت ان چہرہ نما	شام مثل صبح گہرے کپکے روشن ہوا
ہو نہ کیونکر روشنی تھی آمد علیٰ جناب	صبح صادق چاہئے قبل طلوع آفتاب
پڑھتے تھے اشعار ہائے تہنیت کے جہم جہم	پہر تو ہر جانب سے عالم میں تباہی تھی دہم
کہ مٹے جاتے ہیں بارے نخواست کے روم	اور تھے یوں نغمہ سرا سب نکتہ بخان علوم
ہاں رہیں ہنسیاں نظر ہر حق ہوا چہتا ہے اب	

	ہے یہ قطعاً صدر باطل شق ہو اچھا ہے اب	
اٹھے اور نگ جہاں بانہ خرد سر ہو گئے قلعہ ہائے دولت و تہاں سب سر ہو گئے		تھے جہاں تجا سے بٹے ان بن بن سر ہو گئے بہرے لہر لگے دن خط کے سر ہو گئے
	کشت عالم سبز ہے باد بہار سی آتی ہے نصاحب انا فتحنا کی سواری آتی ہے	
دشمنوں میں بھی مبارکباد کی تھی ہر دم و دم ابتداء سے عالم تکوین سے تا یوم القیام		صوت اہل عقل ہی میں تھا نہ اد کا تھا کوئی تو کہہ دے سن ہے اس طرح کا جشن عام
	ہو گی خلاق جہاں کو اون دونوں کیسی خوشی جس کے یر تو سے عیان تھی ہر طرف ایسی خوشی	
بچو نجن خدمت کیلئے جلدی ہو مریم کیا اور ملائک آفتابے کے کھڑے تھی جا بجا		جب ولادت کا زمان باسعادت آ گیا باندھیں جو دن پرے جس سے تھا سارا گہرا
	شب برات و قدر رہو جس پر خدا کیا رات تھی سٹھا نمایاں جلوہ شان خدا کیا رات تھی	
مبدأ کو نین و حتم المرسلین پیدا ہوئے شکرانہ و رحمتہ للعالمین پیدا ہوئے		پس وہ نور پاک رب العالمین پیدا ہوئے جان عالم قبلہ اہل یقین پیدا ہوئے
	وہ دم تھی عالم میں خورشیدِ کرم طالع ہوا ہاں کرین تعظیم اب نورِ کرم طالع ہوا	
ادھر گئے ایوان کسب کے بھی کتنے لنگرے واسطے تعظیم کے تا رہے بھی لے جہاں گئے		پھر تو سب صنم سر کے بن میں گر گئے اٹھ گئیں نارین پڑے بیکار سب آنکھ بکے

	تھا غرض تعظیم کا ارض و سما میں اہتمام کوئی راک کوئی ساجد کوئی تھا صرف قیام	
سامعین سے ہے توقع غور فرمائیں ذرا وہ معین روز روز عید ٹھیرا یا گیا	تھا فیض اللہ کا فرحت فرا جو واقعہ تہنیت کے سب سے موملوس روز ہوئے ہیں ادا	
	روز میلاد نبی حسین تھا وہ کچھ اہتمام ہو نہ کیونکر واجب التعظیم پیش حق مدام	
مجلس میلاد بھی حاکی ہر وقت خاص کی پہر بھلا تعظیم وقت ذکر میلاد نبی	حسین جب حکم خالق خلق نے تعظیم کی ہو خلاف مرضی حق یہ نہیں ممکن کبھی	
	حق تعالیٰ تو کرا دے سجدی با صد عز و شان اور کھڑا رہنا نہو جا پر یہ کیسا ہے گمان	
بولہب جسکے ہر دم میں سورۃ تبت یدا ہو کے شادان انت حرة اذہبی و سکو کہا	مژدہ میلاد حضرت جب ثویبہ سے سنا ساتھ اوس کہنے کا و سکا ہاتھ بھی کچھ چل گیا	
	عین آتش میں ہے جاری آب اوسکے ہاتھ سے جسکے ہتھے سے ہر تسکین پیاس کے صدمات سے	
یہ اثر اللہ اکبر مجلس میلاد کا پہر حوایان بھی ہو ساتھ اس جشن کے سوچو	کفر و دوزخ میں ہو جسکی آب یاری بر ملا منصفوں کی طرح کیا محروم وہ رہا نیگا	
	یہ نہیں ممکن کہ ریخ و شادمانی ایک ہوں یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں	
پہر ہوا ظاہر مکان میں ایک نورانی حباب چپ گئے سردار عالم اوسین مثل آفتاب		

اور منادی نے کیا پیغمبر سے اسکو خطاب	جلوہ گرسارے عوالم میں دہنیں کر دے تباہ
تا خدا کی جلوہ اد کو دیکھ لے پہچان لے	یعنی ہر اک اپنے آقا کو بخوبی جان لے
پس ہوئے حضرت روانہ جانب بروبحار	تاکہ حیوانات بروبحار کو دین افتخار
پہر ہوئے روحانیون کی سمت شاہ دین سوار	تاکہ ارواح و ملائکہ کو بھی کر لیون نیکار
پہر تو ہر اک کی زبان پر تھا کہ لومعراج ہے	رویت نور خدا ہم کو میت درج ہے
پہر چلیم وہ کہ چٹکا خاندان تک سعد تھا	آئین خدمت میں تو دیکھا اذکوشہ نے سکا
واہنی جانب کا اذکے دودہ نوش جان کیا	جانب چپ اذکے بچے کے لئے رکھی بجا
طفل بھی گرتھے تو دانش تھی طفیل اذکی رسا	عدل و احسان و کرم تھی جلوہ گر صبح و مسا
شاہ دین کو پہر سواری کے جولا میں متصل	تین سجدے شکر کے اوسنے گئی باصدق دل
پہر شہر ہی سب سوار گئے تھے ہی متصل	یہ عجائب دیکھ کر سب ہو گئے تھے باجمل
بولی تم کچھ جانتے ہو میرا کب کون ہے	آج میں وہ ہوں کہ مجھ پر شاہ ہر دو کون ہے
جب شہر ارض و سما کو لائیں خاتون اپنی گھر	تھے کیے گہوارہ خبانی ملک باندہ سکر
دل کے بھلانے کو تھا حلقہ بکو شانہ قمر	جن طرف کرتے اشارہ ساتھ ہی جھکتا اودھر
مہدین بھی ہیں تو سیر عالم ملکوت ہے	فکر تمہید مہادر و نوق ناسوت ہے

جب ہزار قمار کا غم اکہ تمانہ استخار پیا	خاک کی با بوسیان بخین دم بدم رشک
وہو پین رہتا تھا سر پر برکت چہرہ	یا چھپا لیتا تھا وہ نور شیدا ز فرط حیا
تا بلیش خور خنکی رحمت سے ہو کیونکر تیرین	زیر باد و عرش کی زینت سے ہو کیونکر تیرین
پہر تو شاہ بکر و بر کا جس طرف ہوتا گذر	سجدہ تعظیم کرنے جہاں پتھر جالور
تھے جو مرغی القلم کر لیتے تھے یہ خط	بلکہ تھا کچھ حکم خالق ہی نہیں بلطور
ورنہ یان تو تھا تواضع کا کچھ ایسا اہتمام	کر نہیں سکتا تھا کون دست بوسی یا قیام
پہر چو چاہا حق نے اظہار نبوت بر ملا	حالتین پہر وہ کہاں نقشہ و رنگوں بیا
عالم اسباب کی تاثیر کا خاکہ نہ بچا	اور بہستان عبدیت کے رسم و آئین کا گہلا
آفتاب حسن سرا بر لعصب چھا گیا	دیدہ خفاشیں کا پر وہ دلوں پر آگیا
یہی اہل کفر کے ہر مت سے پیر میں ہوئی	ورنہ پٹہ آزار حق المرسلین تھا ہر نی
کافروں پہ یہ کھنٹی ریدارانی ہر نی	بس نہ ایدانوں و ندانوں کا کوئی نہ لگی
پہر سخیل آسکا نہ رشت خدا کی تھی عیان	صبر تھا یا نہ بسر رحمت خدا کی تھی عیان
اک اشارہ سے بہلا شوق اذہر جیسے کیا	اوسکے آگے لشکر کفار کا کیا جھلہ
پر فقط انھارے اسرار خدا ماندہ ہو گیا	دیکھ لو ابجر ب خدعتہ سے اشارہ کر دیا
پہر بہاڑوں سے بہلا تا میدان لیتے کسی طرح	

	اور ملا ایک کو مدد کا حکم دیتے کس طرح	
تب کیا دعویٰ کہ ہون میں بھی تہین ہا یکا شہر اہل دانش کس طرح رکھتے وہ دعویٰ متبر		باوجود اسکے اٹھائے جبکہ صدے اسقدر در نہ ہو جو داک عالم کا ہو سے سہر
	کس مصیبت سے چھپا یا را ز کو اختیار سے پہر بھی سست مشکل فرما دیا اختیار سے	
پر حسب مصلحت کرتے تجاہل بار ہا حق نے مابا علم اللہ کر کہا تو کیا ہوا		اولین و آخرین کا علم کو موجود تھا تھی غرض تعلیم کو کرتے تھے شور و ظہار
	حوصلہ چاہئے عالی چشم پوشی کے لئے چاہئے ہوشیج صدر ایسی خوشی کے لئے	
کہ ہن واقف موت سی ہر یک شہر کے شاہ جسکی جو مرنے کی جا ٹھیرتے وہ مرنا دین		جتنے تھے اصحاب سب یہ جانتے تھے یقین بلکہ تاخیر اجل چاہن تو کچھ وقت نہیں
	اہل خلد و نار کا رکھا تھا دست ہاتھ دین گویا تھا ہر شخص کا نقش مقدر ہاتھ دین	
کیونکہ دست عقل خود ہو چکا نہیں اب تک ان اور انہیں ہاتھوں سے ہو گی فتح ابواب خان		دست کی توصیف میں بہیات قاصر ہون کل خزانوں کی انہیں ہاتھوں میں ہن نجیا
	ہو تصرف کیون نہ پہاوس ہاتھ کا اکوان میں جسکو خالق نے یہ اللہ کہد یا قرآن میں	
یعنی تمام پیش نظر یک طور پر نزدیک دور ایک ان تھی چشم نورانی کو تار بھی و نڈ		تھا نظر سے شاہ دین کے قدرت حق کا ملو دیکھتے تھے مقدیوں کے خواطر کو حضور



دیکھتے تھے واقعے روز قیامت کے عیسان  
جس طرح ہیں دایما احوال امت کے عیسان

حضرت موسیٰ نے جب دیکھی تجلی طور پر  
کہ شب یلدا میں دس فرسخ پہنچنی ہو کر  
گو نہ دیکھا حق کو تسبیہ بڑ گہنی ایسی نظر  
دیکھ لیتے۔ طور کی رویت کا تھا یہ کچھ اثر

پہر خود اللہ کو دیکھا شہ دین نے دوبار  
کو نسی شے ہے جو حضرت پر نہ ہوتی آشکار

## غزل

مر جا اسے گوشِ کز تو فردا بشنیدہ ام  
دل بصد جانست مہر و طواف دیدہ ام  
بویے انس از خاک پائے تابو بوسیدہ ام  
کز طفلیت دیدہ ام لطفیکہ اینجا دیدہ ام  
تا برین درگہ فردا سرشوریدہ ام  
ز انکذا ز سحیش سید اینجا تن کاہیدہ ام  
ز اب یاری تو من بز خوشیتن بالیدہ ام  
اے دلان اینجا بتو من شاد بان خندیدہ ام  
ز انکذا از وجہ شما این عتبہ را بوسیدہ ام  
کز تو شد بیدار بخت روز را بخوابیدہ ام  
گرد کو می یار تا بروے شان بالیدہ ام

جنبا لے چشم کز تو دید نیبا دیدہ ام  
اے نگاہم تا بطون گنبد حضرت استی  
اے مشامم جملہ جزائے داغ و محنت  
اے دل رہبر فدایت باد سرتا بایے من  
زیر بار منت او گردن من بہت خشم  
ہا ز پے بوسہ بخیم خشم می شود بر پائے من  
خندہ ام با داند اے مقدس اگر یہ ام  
کے تو اند چشم گر یا ختم ادا ہے شکر تو  
اے لبانم جان من مہرون احسان شاست  
چشم من فرش قدومت اے خیال یارین  
مردم چشم زدست من بجان منت کش اند

قاسم گشته دوتا از بار احسان سرم	جبهه را تا بر سر خاک درش سائیده ام
هست مومن سر پایم که از تو بردش	ایستادم با ادب لے قامت بگزیده ام

انور ایجا فدا لے خود خودم در بخودی
سخت حیران بوده ام از حالت پیچیده ام

## غزل

تشنه کا مان در جو آب حیوان آمدم	پیش عیسیٰ اتخولے چند بیان آمدم
گرچه از روز ازل خود زیر فرمان آمدم	حالیا از فیض لطفت زیر دامن آمدم
خواہ بخشی خواہ بخشی مابینشوق مہراس	با امید و بیم تو خندان و گریان آمدم
ہر کسی را میکشد میانش نجوی در جهان	ما بجد اللہ پیش شاہ خربان آمدم
جستی بر حال باز را کہ از دور دراز	زیر بار مصیبت افتان و خیزان آمدم
بر ساکنین ہنم نگاہے تا شود دفع علل	لے دوائے درد مندان بہر درمان آمدم
گریہ رخو کردنی چون بود حال زار ما	بخودانہ زین سبب چون اشک غلطان آمدم
ما کجا و ذات پاک تو کج لیکن دور	ذرہ آسا در ہوائے شمس رمضان آمدم

سرخ رو آمد ہر آنکو در مدینہ آمدہ است
ماہم انور آمدیم اما پیشمان آمدم

## غزل

ہر کسی را با تو رازے دیگرے	نازد انداز و نیاز می دیگرے
----------------------------	----------------------------

شمع آسادم بدم عشاق را عاشقان را تا بخلو گاه دست میرسد در راه پیچاپیچ عشق ہست صناعتی کہ ضعفش میدہد عاشقان را در بیان راز ہست	میرسد سوز و گداز می دیگرے ہست نہان ترک تازی دیگرے ہر زبان شیب و فرازی دیگرے ہر عدم را امتیازے دیگرے ہر حقیقت را اجازے دیگرے
---	---

انور افتادہ را سے دستگیر  
نیست جز تو چارہ ساز دیگرے

## غزل

بجسم پاکیزہ تر ز جانی بجان چہ گویم کہ جان طانی کلید پرکشش کن ترانی حبیب یا مور من رانی بسکدم از لطف کبریائی جمیع افلاک طے نمائی تو اولین نور کبریائی با حمدی نیز دلربائی یکرسی حق تو باشی آند کہ نفسی نفسی گوید آدم فلک جانی ز بحر جودت نمی بجا رازیم وجودت زمین افلاک فرشتہ ہست مقام محمود جاں گاہ ہست	مراجہ یار کہ گویم آنے برون ز تخمین ہر گمانی بمتر بہد فرق در میانی از انست ظاہر خیانتکدانی عجب تر آنکہ ز عرش آئی بکاخ چوبین ام طانی ہر آنچہ وصف کنم سنائی کہ مبداء امر کن کانی ترا چہ نسبت بودو ب عالم گر پیے مصلحت ازانی جان گل از گلشن نمود تو اصل ایجاد و جانی ملائک انس جان سپاہست تو دعوا و شہادت جانی
---	--

بلوے تو افتادہ انور ز کار ماندہ بحال اتر  
بجھش اے شاہ بندہ پرور ہر آنچہ میخو اہی متوانی

## غزل

<p>الهی آنکه نامش را بنام خویش ضم کردی جزاک الله خیر اگر جفا کردی ستم کردی هلال این خم که میداری بدین جن از چه رو باشد دلائلیم زلفی شو که صد چین است تخیرش بیک تیرنگ است یافت تسکینی زیتابی تناسخ تیغ ابرویت بود اینها که می گویم روان تا ساحل مقصود کردی کشتی مارا</p>	<p>مرا سوش نمودی ره چهارمین کرم کردی هزاران جور بر عشاق کردی باز کم کردی مگر ابروی یارم دیده تا پشت خم کردی سر پای آهوت خوانم اگر زین ام روم کردی هزاران لطف احسان برون بیارم کردی که سر هرگز نه بچم گرجا از تن سرم کردی بسه لطف و کرم بر جانم چشمم ترم کردی</p>
---	--

بشادی می توان مروان بکوی یار لعل لور  
نباشی لافش گربار دیگر چشمم نرم کردی

## غزل

<p>اے آنکه تجلی نخستین خدای حلم تو چه حلمی که بان فوج ملائک گردید همه سر نهفت ز تو مشکوف آرام گهت را زسد و هم فلک هم زان وجه که دور می توان یافت بقلّت بودی که بما هست نشان میداد از تو</p>	<p>باحسن که داری بکسے روزه نمائی مجدوحی و از بهر جزا لب مشکشائی آئینه روشن گرا سر از خدائی هر چینه که در خیمه گه ارض و سمائی دین طرفه که باین همه نزدیک بمائی ازمانش سی دور که گوئیم کجائی</p>
---	--

باز آئی و نگا هست بکن از لطف برا نور  
رفتی نه چنان دور که از ان بازنیا بی

## غزل

<p>دین روارو ہاں جاں ہاں غزین ہو کر کیت  فتنہ روز قیامت قامت و بجوے کیت  معنی واللیل میدانی کہ آن گیسو کر کیت  سجدہ گاہ آسمان ہاں بر زمین مشکوے کیت  دین حکایت لے ہلال عید زابر وے کیت  سر معنی را ازان دریاب تاہم نو کر کیت  تا کشاید بروے این معنی کہ جت و جو کر کیت  آنکہ دل گویش باشد لیک در قابو کر کیت  از نفس ہر دم نمیدانی کہ ہائے ہو کر کیت</p>	<p>یا الہی دل ز دستم می برد این ہو کر کیت  یار باین آشوب شام غریبان ہو کر کیت  والضحی را وجہی یابی کہ قصدر و ہو کر کیت  کیت آنکہ روضہ اش کرو بیان اشد و طاف  با کہ مانی اسے قمرنا منظر شد دلپذیر  آنکہ خواندش رحمتہ للعالمین رب العلی  ہر کہ جو بیا حد گویش احمد را بجوے  ناصحا گوئی کہ تسکین دل آوارہ کن  از فسرده وضع تسکین و لم ہرگز مجوے</p>
--	--

انور اقصیٰ تقرب با سگ کویش کمی  
بہج میدانی کہ آن سگ پاسبان کوے کیت

## غزل

<p>جان آتش زوہ ہجر تو پر وائے نشت  قص افلاک بیک جرعه پائے نشت  دخل کن نیست سبائیکہ نہان خانہ نشت  در عوالم ہنگی شہرہ افسانہ نشت</p>	<p>شکر ازو کہ سرمہ برد کا شاد نشت  دید تاروے تو در ہوش فتاوہ است زمین  موقوف جن و ملک بارگہ عام تو بہت  دل عشاق فقط جسد کہ یاد تو نیست</p>
---	--

رو کسے را تنمائی و دلش صید کنی عاشق آسج مترس از سخن دانشمند سدر اہست نشود جو رجسود و ناصح	دلبری شیوہ انداز جدا گانہ تست لطف حق پیشرو ہمت مردانہ تست لطف حق پیشرو ہمت مردانہ تست
---	---

در دمی قلع مرصہاے درونیت شود  
انور اکوئے مدینہ چو شفا خانہ تست

### قصیدہ لغتہ

<p>از سکہ بود امد دل آویز درم را خورشید بکفت مشعلہ نور ظلم را آرائش انواع حلل خاک و ذرم را منقار نوا سنج بود چو بقلم را بر خاک فتادہ تن افسردہ علم را آرد بد بستان وجود اہل عدم را ہر صبح نثار است چنین خاک و ذرم را در راہ تقب نہ کند سست قدم را بے من و اذالذات اصناف نعم را از شیر بہر شش کند آمادہ سقم را لیک او بطارہ نہد کاش کم را کردہ پئے بہبود جہان رنجہ قدم را</p>	<p>محتاج گدا جو کند اہل کرم را از مہر فرا سعی کند ہمہ تنگ کافور کے جذبہ عرق ریزی اجرام توان شد از فیض دل نطق سرا منبج الہام افراشت زیا مردی روح ملک سپاہ استاد ازل محض پئے تربیت شان بینی طبق چرخ پر از انجم رخشان خورشید پئے آنکہ دہد نور بسایہ در کام جسد نفس بصد حیلہ بریزد گر طفل زما در سپرد راہ تغافل رو تا بد وہم سر کشد از مہر مہ نو زان سان کہ ز آرا م گہش حجت عالم</p>
--	--

## مَطْلَعِ دُومِ

لے نیرتوج شرف اسرار قیدم را  
 مہر شرفت را از شرف نیست ہیو طے  
 زان سان کہ محاق است بد زرد بفلک کان  
 سر باز باندہ است کہ تابہ و ثنی سر  
 نام تو بالمش چو زند دست بگوشش  
 غمت چو قمر زہر ہوشیران بشکافد  
 عشاق درشت پان نظر انداز نمایند  
 کیف عجبش را بدر آرد ز تن اہی  
 طبعش چو شود ملتفت خاطر صلاح  
 زان کہ نہ سخایت کہ محیط است بعالم  
 آن روز کہ حق مستد اقبال تو آراست  
 آن کہیت کہ گویے سبق از تو بر باید  
 از فیض گدایان تو گرد و منہ شایان  
 مدحے کہ زند دم با صاحب زہرہ فخر  
 وان مع کہ نازند حریفان باد ایش  
 برفت نہ ہر خیرہ سرے چہرہ توان شد  
 بالغز بہشت این نتوان نت گران سر

سوزندہ بیکے م زدن اظلام عدم را  
 گویند خسان قدرند از خدمت را  
 دائم کنند انگشت نما بدہ اتھم را  
 زان در کہ بران سر بسجود است صنم را  
 زہرہ ہمہ تن آب شود شیر اجم را  
 انست برد از آہوی دشت زدہ دم را  
 حوران کہ بیا زند بجلوہ جسم و جہم را  
 کمیکہ با ضعات رسیدہ ز تو کم را  
 از تغذیہ چارہ نبود قوت سم را  
 نم سر زدہ دنام پدید آمدہ یجم را  
 افراشت پے طلکیش سفت خیم را  
 گویے بکنند اشتر رقصان رہ رسم را  
 ہم پہلو خاک آنکہ کند مسند جہم را  
 از فکر و نظر دور بغیر اشت علم را  
 نسبت بجناب تو شبیہ آمدہ دم را  
 منطق نہ توان کرد بفن جہ را صم را  
 زبید کہ ز سر باز ترا شنہ قدم را

نے ہچکسانیکہ سپروند ہمیں راہ  
 زازو کہ خطا سرزدہ زانہا بفرونی  
 بل از سر محو یکہ زہستی بدر آرد  
 تا بخود با خود ہمہ تن لغت توان شد  
 لغت جویم و مع سرایم از ان غم  
 با فعلیت حسن تہی کار من ارہین  
 در نعت تو با فکر ردیف است خیالم  
 ورنہ چہ سرکار رہی را بچنین ہا

لیکن ز فرخندہ عصا کردہ منم را  
 آنجا کہ خجالت بود افزونی بچہ را  
 دستی نہ بود نیز بر ان محض عدم را  
 ذہیر تو شش انوار دہد دست ظلم را  
 از بے سرو پا کے کہ خرد صورت نم را  
 دادیم من و کار بھسہ تہلکہ ہم را  
 زان سا کہ بخت زم زبے قافیہ غم را  
 آقا تو را نی ز غم و فکر امہ را

عمریت کہ از عشق تو دم میزند انور  
 قربان تو در کار کن این تیغ دو دم را

قطعہ تاریخ طبع کتاب انوار احمدی از محمد مظفر الدین معلی

قطعہ اردو

ہین مضامین اسکے پر گنجینہ سرا ہے  
 پر تقدس ہے دو عالم احمدی انوار ہے

حضرت انوار اللہ نے جو لکھی یہ کتاب  
 مصرعہ تاریخ طبع اسکا معلیٰ نے کہا

قطعہ فارسی اصنعت تخریجہ

ملو ز فیض اقدس لمعات سر دیست  
 پر نور دل ز جلوہ انوار احمدیت

مضمون این کتاب ز ارشاد بارشاد  
 نالیدہ چشم اعش جابل ببینش



قطعه فارسی بصنعت خلد از محمد اکرام علی بونوی

<p>کرد این کتاب حضرت استاد من رقم از غرور وقت صحت کاپی شد این یقین اکم سال طبع بگو از زبان جان</p>	<p>از انتخاب و دستر اخبار احمدی هر حرف دوست گوهر شاهوار احمدی زیبا کتاب روشن انوار احمدی ۱۳۲۳</p>
--	---

# صحّت نامہ کتاب انوار احمری

صحیح	غلط	صفحہ	نشان	صحیح	غلط	صفحہ	نشان
نہ ذاتی	ذاتی نہ	۳	۴۶	شرحہ	شعر	۸	۲
تصور	تصویر	۲	۴۷	الشرعی	الشرعی	۶	۴
قطر	قطرہ	۱۱	۷	المدینۃ	الدینۃ	۱۱	۵
ہو	ہے	۱۸	۷	لم یفد	لم یفد	۱۸	۷
طرف	صفت	۱۴	۴۸	فاک	ذاک	۱۴	۸
بس	بس	۹۰	۴۹	اسامہ	شامہ	۱۹	۷
جسکو	اور	۴	۵۰	ما انقضت	ما انقضت	۳	۹
سھی	لئے	۳	۵۱	دیکھے	دیکھے	۱۷	۷
الدارمی	الدامی	۱۵	۵۲	شعروین	شعر نہیں	۱۱	۱۰
تبعین	تبعین	۱	۵۸	خزیم	حزیم	۶	۱۱
فرط	افراط	۱۳	۵۹	عزنی	عزنی	۳	۱۴
کیسا	کیا	۱۰	۶۱	کفار کا	کفار	۷	۱۹
ایک کا	ایک	۹	۶۲	آلا بذاکرا اللہ	آلا بذاکرا اللہ	۳	۲۲
بعبیرہ	لعبیرہ	۱۷	۶۷	سر	سے	۹	۳۰
کوئی	نہ کوئی	۷	۶۸	عرش	آسمان	۷	۷
یجئ بہا	یجئ بہا	۳	۷۱	جاتا	جاتا رہتا	۹	۳۲
کسی نے	کسی نے	۷	۸۱	صلاحیت قبول	صلاحیت قبول	۱۷	۳۳
طلب مغفرت	مغفرت	۹	۸۳	اسکا	اسکی	۱۸	۴۵

نشان	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نشان	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۴	۱۶	ہر	+	۱۲۲	۲	کیا	صحیح	کی	صحیح
۸۵	۱۹	ہو کرے	ہو کرے	۱۲۳	۳	نقصہ	نقصہ	نفسہ	نفسہ
۸۶	۱۵	ملنگہ	ملنگاہ	۱۲۴	۹	سے	سے	سے بھی	سے بھی
۹۱	۱۹	حضرت	حضرات	۱۲۵	۱۴	درست	درست	دوست	دوست
۹۷	۳	جسکا	جس	۱۲۶	۱۹	نفس	نفس	نفس کی محبت	نفس کی محبت
۹۸	۶	پر	حکم پر	۱۲۷	۱۱	لچھ	لچھ	کچھ	کچھ
۹۹	۲	لیہ	الیہ	۱۲۸	۱۲	گیا	گیا	گویا	گویا
۱۰۰	۷	بقل س	بقدر س	۱۲۹	۱۸	نفسور	نفسور	اس	اس
۱۰۱	۱۹	دونو	دو	۱۳۰	۹	مدار مناظ	مدار مناظ	منصور	منصور
۱۱۰	۳	مثال	امثال	۱۳۱	۱۷	اشیا	اشیا	مدار مناظ	مدار مناظ
۱۱۱	۷	کی	کی بھی	۱۳۲	۵	ما	ما	اشیا	اشیا
۱۱۱	۱۱	وقفنا	وقفنا	۱۳۳	۱۹	جب تک	جب تک	اما	اما
۱۲	۹	او	اور	۱۳۴	۳	جو کمی	جو کمی	الغرض جب تک	الغرض جب تک
۱۱۳	۱۹	خطیب جر	خطیب کوزجر	۱۳۵	۷	اغراض	اغراض	لمی	لمی
۱۱۳	۱	کیا تھا	+	۱۳۶	۱۸	سنہ	سنہ	اغراض	اغراض
۱۱۴	۸	ویعصہما	ومن یعصہما	۱۳۷	۱۵	ازنی	ازنی	سنہ	سنہ
۱۱۵	۱۰	المتحدو	المتحدو	۱۳۸	۱۱	العلم	العلم	ازنی	ازنی
۱۱۶	۱۳	مسلمانوں کے	مسلمانوں کے	۱۳۹	۷	لا لعلم	لا لعلم	العلم	العلم
۱۲۱	۱۲	باررأ	باررأ	۱۴۰	۱۵	الف	الف	لا لعلم	لا لعلم

صفحہ نشان	سطر	غلط	صحیح	صفحہ نشان	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۱۶	زناد	زنا	۱۴۴	۱۳	بر	ہر
=	۱۸	جو برابر	کہ جو برابر	=	۱۹	تبض غلو	تبض دفعی
۱۳۳	۳	قیامت میں کہ	کہ قیامت میں	۱۴۸	۱۶	بذل اللہ بالحق	بذل اللہ بالحق
=	۱۰	قیح جوں	قیح جوں	۱۵۱	۵	معنی	یشے
۱۳۴	۱۴	اس سے	اس معنی سے	=	۹	در منصور	در منضود
=	۱۷	عمل	و عمل	۱۵۴	۱۵	پینے	پینے
۱۳۵	۲	کیف	کیفیت	۱۵۵	۱۴	منقی	منقی
۱۳۷	۱۰	اللعلماء	للعلماء	۱۵۶	۲	قیل	قبل
=	۱۵	ظاہرا	ظاہرا	=	۱۳	جنبل	جنبل
=	۱۹	ملا ایجاب	للا ایجاب	۱۵۹	۱	یجب	یجب
۱۳۹	۱۸	انخاجی	انخاجی	۱۶۰	۲	المعارۃ	المعارۃ
۱۴۰	۴	فلامریۃ	فلامریۃ	۱۶۴	۱۹	ثو	تو
=	۱۴	لا وضوء	لا صلوۃ	۱۶۶	۱۶	بہ	یہ
=	۱۶	رسوائے	سوائے	=	۱۹	پڑھتے	نہ پڑھتے
۱۴۱	۳	کہودہ	وہ کہو	۱۶۷	۸	وہی ہذہ	وہی ہذہ
=	۹	تقالیت	تعالیت	=	۱۲	کا	کھانا
=	۱۴	ودبک	ربک	=	۱۴	خلافتہ	خلافتہ
=	۱۷	الركۃ	الركۃ	۱۶۸	۶	مولاد	مولاد
۱۴۲	۵	سرو	سرو	=	۷	کانوا	ماکانوا
۱۴۴	۱۰	فصلوا	فصلوا	۱۷۰	۲	سے	ہے

صحیح	غلط	صفحہ	نشان	صفحہ	غلط	صفحہ	نشان
لا تفقہون	لا تفقہون	۱۷	۱۹۵	بس	بس	۹	۱۷۰
عظمت ہی	عظمت ہے ہی	۲	۱۹۶	الاصول	الوصول	۶	۱۷۳
آنحضرت کی	آنحضرت	۴	۱۹۷	قدر	قدر	۸	۱۷۵
پرانی	پرانی	۶	=	تشبہ	تشبیہ	۱۵	=
مَنْ	مَنْ	۱۲	=	روایت ہے	روایت	۵	۱۷۷
اللہ	اللہ	۱۵	۱۹۷	یہی	یہی	۱۵	=
لا تعبد	لا تعبد	=	=	منازلہم	منازلتم	۷	۱۸۲
مِثْلُکُمْ	مِثْلُکُمْ	۱۸	=	عائشہ سے کہ	عائشہ کہ	۱۷	=
ہی	ہی	۱۴	۱۹۸	مجلسہا	مجلسہا	۱۸	۱۸۳
پوست	پوست	۵	۱۹۹	فریتہا	فریتہا	۷	۱۸۵
کہنچکیا	کہنچ گیا	۱۲	۲۰۰	فیجب	فیجب	۱۸	=
ہو	ہو	۱۸	۲۰۲	ربیعہ	بیقہ	۵	۱۸۶
استاذت	استاذت	۱۰	۲۰۳	قام	قال	۸	۱۸۸
ولکن	ولکن	۱۳	=	تنصروہ	تنصروہ	۱۶	۱۸۹
کو نفی	نفی	=	۲۰۵	الخاص	العاصی	۱۱	۱۹۱
باب	باب	۱	۲۰۶	آہی گئی	آہی گئی	۱۲	۱۹۲
باب	باب	۲	=	کو چاودنات	کے ساتھ	۱	۱۹۳
ولکن	ولکن	۳	=	یہ ہوا	یہ ہو	۱۰	۱۹۵
کہ عالی	عالی	۵	=	بیچارے	ہمارے	۱۳	=
		۹	=	یہی	یہی	۱۶	=

صحیح	غلط	سطر	نشان	صحیح	غلط	سطر	نشان
با علمکم	یا علمکم	۱۰	۲۳۶	یا	یا و	۱۰	۲۰۶
جو	جود	۱۹	=	+	ترجمہ	۶	۲۰۹
فلطخہ	قططنخہ	۱۰	۲۳۷	دیکھنا	دیکھنا	۱۴	=
علیہم السلام	علیہ السلام	۱۷	=	ان الله	ان الله	۹	۲۱۰
+	فصلی	۱۴	۲۳۱	یجبد	تجد	=	=
عازب	غازب	۱۹	۲۳۲	اور جو	اور	۱۳	=
بیش از پیش	بیش از پیش	۵	۲۳۴	لا ترفع	لا ترفع	۱	۲۱۱
الاغنیاء	الاغنیاء	۱	۲۳۵	لا تشعرون	لا تشعرون	۳	=
انضر	احضر	۱۲	۲۳۷	اب	آپ	=	=
کہ عثمان	عثمان	۱۵	=	تہی	تہی	۶	۲۱۲
عبد	عبید	۳	۲۳۹	القضہ	القضہ	۱۵	۲۱۴
اختبات	اختیاب	=	۲۵۰	لا تشعرون	لا تشعرون	۵	۲۱۶
عند الله	عند الله	=	=	مھینا	مھینا	۱۳	۲۲۸
تغنی	تغنی	۵	۲۵۲	رباعیہ	رباعیہ	۱۱	۲۲۹
دیاہتا	داتہا	۸	=	پڑ	بڑہ	۶	۲۳۰
پروازیان	پردازیان	۱۱	۲۵۲	تکلیف	تکلیف	۱۷	۲۳۲
امس	امس	۹	۲۵۳	تولی	تولی	۳	۲۳۴
علی	مل	=	=	ارشاد	اشار	۴	۲۳۵
ناک	ناکہ	۱۰	=	جل	حمل	۱۶	=
کان کو	کان کر	=	=	التوراة	التوراة	۹	۲۳۶

صحیح	غلط	صفحہ	نشان	صحیح	غلط	صفحہ	نشان
للا واسطۃ الکرمیۃ	للا واسطۃ الکرمیۃ	۵	۲۷۵	الذکر	الذکر	۱۲	۲۵۳
صلوات	صلوات	۱۲	۲۸۳	خشیت	خشیت	۷	۲۵۵
ابن	این	۲	۲۸۴	نہین	نہین	۱۷	۲۵۶
لم یرد	یرد	۷	۲۸۵	ضیا	ضنا	۷	۷
فیکون	فیکون	۳	۷	فجعلہم	فجعلہم	۳	۲۵۹
ما اوردہ	اوردہ	۶	۷	کر گئے	کر گئے	۱۷	۷
بغیر خط کے	بغیر خط کے	۸	۷	اسبارہ	اسبارہ	۱۳	۲۶۰
اوردہ	اوردہ	۱۴	۷	لا تفعلا	لا تفعلا	۹	۲۶۱
انقطاع	انقطاع	۱۶	۷	ابا	اب	۱۲	۷
بیاری	ہاری	۱۱	۲۸۷	لوجدو	لوجدو	۱۳	۲۶۲
یقسم	یقیم	۱۷	۲۸۹	القران	القران	۱۵	۲۶۳
خون	فون	۱۸	۲۹۰	بائی	بائی	۱۰	۲۶۵
فقبلناہم	فقبلناہم	۱	۲۹۲	ذکر	ذکر نے	۱۸	۷
فیئنا	فیئنا	۱	۲۹۲	نخا نحوہ	نخا نحوہ	۸	۲۶۹
اتقوا	اتقوا	۶	۲۹۶	بے	بی	۱۷	۲۷۱
فانتہینا	فانتہینا	۲	۲۹۸	رحمۃ اللہ	رحمۃ اللہ	۱۹	۷
القوام	القوام	۱	۲۹۹	بناہ	نیاہ	۱۵	۲۷۲
فانہ	فان	۴	۳۰۳	احد	حد	۱۳	۲۷۳
عدل	لعدل	۱۳	۷	فجز المنبر	فجز المنبر	۱۳	۲۷۴
من	امن	۱۶	۷	ترقی	تذلی	۱۷	۷

صحیح	غلط	صفحہ	تشان	صحیح	غلط	صفحہ	تشان
طبیعت میں	طبیعت میں	۱۱	۳۱۳	تجدیدیتہ	احدیثہ	۵	۳۰۴
مجتہدین بیٹے	مجتہدین بیٹے	۱۲	=	ن الحکم	ان الحکم	۱	۳۰۶
طلب کرتے تھے	طلب کرتے	۱۳	=	حکما	حکما	۱۹	=
دل	دل	۹	۳۱۴	نہوں نے	اونہوں	۳	۳۰۷
سب	ج	۱۵	=	ہما ہم	اھما ہم	۸	=
فاصلہ	واصلہ	۷	۳۱۵	لما	منانے	۱۹	=
آلایہ	آلایہ	۱۲	=	ن ابیہ	ابن بعبہ	۱۱	۳۰۸
آیتیں	آیتیں	۱۴	=	حلال	جلال	۱۳	=
اوس	اوسی	۱۸	=	فقلا	فھلا	۱	۳۰۹
الآرا	بالآرا	۱۱	۳۱۶	رضی اللہ عنہ	رضی اللہ	۵	=
واخل	والشل	۱۳	=	ہولاد	ہولاد	=	۳۱۰
الامہ	الامامہ	۱۷	۳۱۷	عقبوا	عقبوا	۷	=
تہتدوا	تہتدوا	۱۹	=	انسلخت	انسلخت	=	=
اور دیکھو	اور دیکھو	۱۶	۳۱۹	امتلأت	امتلأت	۱۰	=
برکت کے قابل	برکت قابل	۱۴	۳۲۰	یر	یر	۱۱	=
الفرء	الفرء	۹	۳۲۱	اسال	اسال	۱۲	=
مکراون	مکراون	=	۳۲۲	نکلم	نکلم	۱۳	=
لقیم	یقیم	۱۴	۳۲۳	پر گیا	پر گیا	۶	۳۱۱
لے	لے	۱۸	=	یوچینے	یوچینے	۸	=
ہے	ہے	۸	۳۲۴	خصوع	خصوع	۱۵	۳۱۲